سنتیں، مستحبات اور مکروہات سے متعلق 162 فتاویٰ جات

- نماز میں انگلیاں چٹخانا کیسا؟
- چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟
- سنتِ مؤکدہ چھوڑنا کیسا؟

اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ۔۔۔

مرتب وطالب العلم: عبد الماجد ظہور عاصِم عطاری قادری جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

جوڑا بنے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0259

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاول 1438ھ/31 جنوری 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ احادیث طیبہ میں جوڑا باندھ کر(یعنی بالوں کو اکٹھا کر کے، سر کے پیچھے گرہ دے کر) نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو آجکل عورتیں کیچر (Catcher) لگا کر بالوں کو اوپر کی طرف فولڈ کر لیتی ہیں، کیا کیچر (Catcher) یا کسی اور چیز کے ذریعہ جوڑا بنے بالوں سے (کے ساتھ) نماز پڑھنا عورتوں کے لئے منع ہے؟

سائلہ: بنت شجاع الدین (F-11، ناتھ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احادیث طیبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی وہ ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے، جس کی صراحت خود حدیث پاک میں موجود ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں۔ مردوں کے لئے ممانعت کی حکمت شارحین حدیث نے یہ بیان فرمائی، کہ مرد کے سَر کے ساتھ ساتھ اُس کے بال بھی زمین پر گریں، اور ربّ تعالی کے حضور سجدہ ریز ہوں، پھر اس پر فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا، کہ جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا، مردوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔

جبکہ عورت کے بال ستر عورت میں داخل ہیں، یعنی غیر محرم کے سامنے، اور بالخصوص نماز میں ان کو چھپانا فرض ہے، اگر عورتیں جوڑا نہ باندھیں تو حالت نماز میں اُن کے بال بکھر سکتے ہیں، جس سے اُن کے بالوں کی بے ستری کا اندیشہ ہے، جس سے نماز پر اثر بھی پڑے گا، لہذا اگر عورتیں اپنے بالوں کو سر کے پیچھے اکٹھا کر کے گرہ لگا لیں، یا اُن کو کیچر (Catcher) وغیرہ کے ذریعے گرفت میں لے لیں، تو بالوں کو چھپانے میں معاون ثابت ہوں گے، اس میں حرج نہیں، الغرض جوڑا باندھ کر نماز کے مکروہ تحریمی ہونے کا حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مکروہ وقت میں عصر کے فرض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کر سکتے ہیں؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Nor:7458

تاریخ اجراء: 02 محرم الحرام 1438ھ/05 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ مکروہ وقت داخل ہو گیا تو کیا وہ عصر کے چار فرضوں کے ساتھ پہلے والی چار سنتیں بھی پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غروب آفتاب سے تقریباً بیس منٹ پہلے مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے اس دوران کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا۔ اگر اس دن عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی تو مکروہ وقت میں ہی ادا کرے لیکن بلاعذر اتنی تاخیر کرنا کہ مکروہ وقت داخل ہو جائے ناجائز و گناہ ہے۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں جب مکروہ وقت داخل ہو چکا ہے تو اب یہ صرف عصر کے چار فرض ادا کرے گا سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نمازی کے سامنے منہ کرنا کیسا ہے؟

مجیب: مولانا شاکر صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5248

تاریخ اجراء: 18صفر المظفر1438ھ/19نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی کے بالکل سامنے منہ کر کے بیٹھنا کیسا ہے؟

سائل: امتیاز حسین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کے سامنے کسی دوسرے شخص کا منہ کرنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، اور یہ گناہ منہ کرنے والے پر ہوگا اور اگر کوئی شخص پہلے سے چہرہ کئے ہوئے ہو اور نمازی اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے تو اب یہ گناہ نمازی پر ہوگا نہ کہ بیٹھنے والے پر۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: fmd:0130

تاریخ اجراء: 29 محرم الحرام 1438ھ/31 اکتوبر 2016ء

دَارُالْاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ الٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ جو بھی حکم ہو مع الدلیل بیان فرمائیں کیونکہ مختلف کتب میں مختلف احکام لکھے ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپڑا الٹا پہننا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد یعنی عام طور پر کپڑے جس انداز میں پہن کر بازار یا معزز لوگوں کے پاس نہ جایا جاتا ہو اس انداز میں، کپڑے پہن کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا مکروہ ہے، لیکن اس کی کراہت، بقول امام اہلسنت سیدی اعلیحضرت علیہ الرحمہ ظاہرا کراہت تنزیہی ہے۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں تسبیحات بلند آواز سے پڑھنے کا حکم؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4841

تاریخ اجراء: 11محرم الحرام1438ھ/13اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہماری مسجد میں بسلسلہ محرم الحرام ایک محفل سجائی گئی،اور محفل کے بعد امام صاحب نے باجماعت نماز تسبیح پڑھائی،اور ہر جگہ تسبیح قراءت کی طرح بلند آواز سے پڑھی،کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کرنے سے نماز نہیں ہوئی،لہذا اس نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے،برائے کرم شرعی رہنمائی فرمائیں کہ ایسا کرنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد فراز(باغ،کشمیر)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں امام صاحب کو تسبیحات بلند آواز سے نہیں پڑھنی چاہئے تھی،کیونکہ نماز میں دعا،ثناء اور تسبیحات وغیرہ میں اصل یہ ہے کہ انکو آہستہ آواز سے پڑھا جائے،اور بلند آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے،البتہ نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی واجب نہ ہوگا۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اگر سنت مؤکدہ میں مؤکدہ کی نیت نہ کی جائے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4883

تاریخ اجراء: 28محرم الحرام1438ھ/30اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر سنتِ مؤکدہ میں مؤکدہ کی نیت نہ کی جائے بلکہ ویسے ہی سنتوں کی نیت کی جائے یا فقط نماز کی تو کیا یہ ادا ہو جائیں گی؟

(محمد عرفان عطاری، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! سنتِ مؤکدہ میں اگر فقط سنتوں یا مطلقاً نماز کی نیت کی تو یہ ادا ہو جائیں گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنّتِ مُؤکّدہ چھوڑنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری2018ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں عُلَمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ جو شخص ہمیشہ سُنّتِ مُؤکدہ چھوڑ دیا کرے، اُس کے متعلّق شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمادیں۔

(سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سُنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک کرنا اِساءت یعنی بُرا ہے اور عادتاً ترک کرنا گناہ ہے، لہٰذا جو عادتاً سُنّتِ مُؤکدہ ترک کرتا ہے یا پڑھتا ہی نہیں ضرور گنہگار ہے، اُس پر اِس گناہ کے فعل سے توبہ واجب ہے، آئندہ سُنّتِ مُؤکدہ کی پابندی کا اِلتزام کرے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مرد کے لیے قعدے میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

مجیب: بلال نیاز مدنی

فتوی نمبر: WAT-1002

تاریخ اجراء: 23 محرم الحرام 1444ھ / 23 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے اندر مرد حضرات قعدے میں بیٹھتے ہیں تو کیا اس حالت میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگانا فرض ہے یا واجب؟ اور اگر کوئی مرد دونوں پاؤں کے پنجوں کو پیچھے کی طرف پھیلا دیتا ہے، تو کیا اس سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کے لیے قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا سنت ہے، جب کہ پاؤں پیچھے کی طرف نکال کر رکھنے میں اس سنت کا ترک پایا جاتا ہے لہذا بلا عذر شرعی ایسا نہ کیا جائے۔ لیکن نماز بہر حال ہو جائے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قرآن پاک سامنے یا کمر کے پیچھے ہو تو نماز کا حکم؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ صفر المظفر 1441ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بند قرآن پاک نمازی کے سامنے ہو یا بالکل کمر کے پیچھے ہو تو نماز ہو جائے گی؟

سائل: حاجی رحمت علی (لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں نمازی کے سامنے یا کمر کے پیچھے قرآن پاک رکھا ہونے کی صورت میں نماز تو ہو جائے گی کہ یہ وجہِ فساد نہیں، البتہ جب سامنے ایسی جگہ رکھا ہو کہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنے کی صورت میں نمازی کو وہ نظر آئے اور اُس پر موجود نقش و نگار اور لکھائی وغیرہ نمازی کی توجہ کے بٹنے کا سبب بنے تو مکروہ ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کو پیٹھ کرنا بھی خلافِ ادب ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں دونوں یا ایک ہاتھ سے قمیص یا شلوار صحیح کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ نومبر 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ دورانِ نماز، سجدے میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے وقت دونوں یا ایک ہاتھ سے قمیص یا شلوار صحیح کرتے ہیں۔ اُن کا یہ عمل کرنا کیسا ہے؟ بیان فرمادیں۔

سائل: قارئین کرام (ماہنامہ فیضان مدینہ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں ''صحیح کرتے ہیں'' کے الفاظ مبہم ہیں اس سے کیا مراد ہے سوال میں اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اگر مراد کپڑا سمیٹنا ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب سجدے میں جاتے ہیں تو شلوار اوپر کی طرف کھینچ لیتے ہیں یا قمیص کا دامن اٹھا لیتے ہیں تو اس طرح کرنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے کہ یہ کَفِّ ثَوب ہے جس سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے اور ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر صحیح کرنے سے مراد جسم سے چپک جانے والا کپڑا چھڑانا ہے کہ بسا اوقات رکوع سے اٹھنے کے بعد یا سجدہ سے قیام کی طرف آنے کے بعد کپڑا جسم سے چپک جاتا ہے تو اسے عملِ قلیل کے ذریعہ چھڑانے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ عمل ایک ہاتھ سے بآسانی ہو سکتا ہے لہٰذا بِلا ضرورت اس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال نہ کیا جائے ورنہ عبث اور مکروہِ تنزیہی ہوگا۔

یاد رہے! کہ اگر دونوں ہاتھوں کا استعمال اِس انداز سے کیا کہ دُور سے کوئی دیکھے تو اُس کا ظنِّ غالب یہی ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو یہ صورت عملِ کثیر ہوگی جس کی بناء پر نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شلوار کے ساتھ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ نومبر 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نماز میں شلوار کے ساتھ شرٹ پہنی ہو تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فل آستین کی شرٹ ہو یا نصف آستین کی، اسے شلوار کے ساتھ عام طور پر آدمی گھر میں سوتے وقت یا کام کاج کے وقت پہن لیتا ہے لیکن اسے پہن کر بزرگوں کے سامنے جانا معیوب (بُرا) سمجھتا اور شرم محسوس کرتا ہے۔ کُتُبِ فقہ میں اس نوعیت کے لباس پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہِ تنزیہی قرار دیا گیا ہے یعنی ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنے سے بچنا بہتر ہے۔

نمازی کو چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دربار کی حاضری کے وقت یعنی نماز ادا کرنے کے لئے اچھا و عمدہ لباس پہنے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دربار اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے زینت اختیار کرے۔ امامِ اَہلِ سنّت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: متون و شروح و فتاویٰ تمام کُتُبِ مذہب میں بلاخلافِ تصریح صاف ہے کہ ثیابِ ذِلّت ومِہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا اُنہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 377/7)

ایسے کپڑوں میں نماز کو مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہوئے علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی ارشاد فرماتے ہیں: وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْکَرَاھَۃَ تَنْزِیْھِیَّۃٌ یعنی ظاہر یہی ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار، 491/2)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اِضطبِاع کی حالت میں نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ طواف میں اِضْطبِاع کیا پھر طواف کے بعد اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو کیا نماز ہو گئی ؟

سائل : محمد مقصود (کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف پورا ہونے کے بعد طواف کرنے والے کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنا کندھا جو کہ طواف کرتے ہوئے اضطباع کی سنّت کی ادائیگی کے لئے کھولا تھا، اس کو احرام کے کپڑے سے چھپالیں، اگر کندھا کھلا ہونے کی حالت میں نماز پڑھی تو نماز مکروہِ تنزیہی ہوئی جس کا اعادہ مستحب ہے کیونکہ وہ لباس جس میں آدمی معزّزین کے سامنے پہن کر نہ جاتا ہو اس میں نماز مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے جیسے پاجامے کے اوپر صرف بنیان پہن کر معزّزین کے سامنے جانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور بنیان پہن کر نماز مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملانے کا حکم

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری/فروری 2019

دَارُالْاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اگر کسی نے چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملالی تو کیا حکم ہے؟ اور کیا سورت ملانے کی وجہ سے سجدۂ سہولازم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے میں فُقَہا کا اختلاف ہے بعض فُقَہا کے نزدیک مستحب ہے جبکہ بعض مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرَّحمہ نے اس اختلاف کی فتاویٰ رضویہ، جلد 8، صفحہ 195 پر اس طرح تطبیق ارشاد فرمائی ہے کہ جہاں فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورت کا ملانا مکروہ بتایا گیا ہے وہاں امام کا فاتحہ کے بعد اضافہ کرنا مراد ہے اور جہاں مستحب اور نفل ہونے کا قول کیا گیا وہاں مراد منفرد کا اضافہ کرنا ہے۔

لہٰذا اس تطبیق کی روشنی میں منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ البتّہ امام کے لئے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت ملانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور اگر سورت ملانے سے مقتدیوں کو اذیت ہو تو مکروہِ تحریمی یعنی قریب بحرام ہے۔

اور جہاں تک سجدۂ سہو کا تعلق ہے تو سجدۂ سہو واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو بھولے سے چھوڑنے کے سبب واجب ہوتا ہے، اور فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملانے سے نماز کا کوئی واجب ترک نہیں ہوتا، لہٰذا امام یا منفرد نے قصداً سورت ملائی ہو یا بلا قصد، بہر صورت کسی پر بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2018ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ سر پر ٹوپی یا عمامہ نہ ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز پڑھتے ہوئے سر کو عمامہ شریف یا کم از کم ٹوپی سے ڈھانپنا چاہئے، سُستی کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر واقعی کوئی ایسا ہے کہ جسے برہنہ سر نماز پڑھنے میں خشوع نصیب ہوتا ہو اور عمامہ یا ٹوپی پہننے سے خشوع نہ آتا ہو تو اس کے لئے بہتر برہنہ سر نماز پڑھنا ہے۔ البتہ عورت کے لئے ننگے سر نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ اس کی نماز ہی نہیں ہوگی کہ اس کے لئے سر کے بالوں کا نماز کی حالت میں چھپانا شرائطِ نماز میں سے ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیافرض نمازکی آخری دورکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھناضروری ہے؟

مجیب:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Pin:5077

تاریخ اجراء:01رجب المرجب1438ھ/30مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں کہ:

(۱)فرائض کی آخری دورکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا کیاحکم ہے،اگرکسی نے نہ پڑھی توکیااس کی نماز ہو جائے گی؟

(۲)انہی دورکعتوں میں اگرکوئی فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملاتاہے تواس کی نماز کا کیاحکم ہے؟

سائل:گلریزعطاری(واہ کینٹ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

(۱)فرائض کی آخری دورکعتوں میں امام ومنفرددونوں کے لئے افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھیں،البتہ اگرکسی نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی بلکہ اس کی جگہ تسبیحات پڑھیں یاتین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑارہاتب بھی نماز ہو جائے گی،اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوگا،البتہ بالکل خاموش کھڑے رہنامناسب نہیں۔

(۲)فرائض کی آخری دورکعتوں یامغرب کی تیسری رکعت میں بھولے سے یاجان بوجھ کربھی اگرفاتحہ کے ساتھ سورت ملائی تو نمازدرست ہے،بلکہ بعض آئمہ کے نزدیک منفرد کے حق میں فاتحہ کے بعد سورت ملانامستحب ہے،البتہ امام کے حق میں مکروہ اوراگر مقتدیوں پرگراں گزرے توحرام ہے،اورسجدہ سہوامام ومنفرددونوں پربہرحال لازم نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الٹی شلوار پہن کر نماز پڑھی تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:991

تاریخ اجراء: 11 جمادی الثانی 1438ھ/11 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر الٹی شلوار پہن کر نماز پڑھ لی تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

سائل: حافظ سعید چشتی (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

الٹا کپڑا پہن یا اوڑھ کر نماز پڑھنا خلافِ اَولی، مکروہ تنزیہی ہے البتہ نماز ہو جائے گی اور اس کو دوبارہ پڑھنا واجب نہیں۔ لیکن اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں ہے کہ نمازی کپڑے کی طرف دھیان ہی نہ کرے، کپڑا جس حالت میں ہو پہن کر نماز پڑھ لے، نمازی کے لباس کا پاک ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی حالت کا ہو کہ اگر کسی بڑے کے سامنے اسی لباس میں جانا پڑے تو بغیر شرمندگی بآسانی جا سکے ،اسی وجہ سے علماء کرام نے کام کاج، محنت و مشقت والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ وہ عمومی ایسی حالت کے ہوتے ہیں کہ جسے پہن کر بڑوں کے سامنے کوئی نہیں جائے گا تو اللہ عزوجل کی بارگاہ زیادہ حقدار ہے کہ وہاں آدمی اچھے لباس اور پورے اہتمام کے ساتھ حاضر ہو کر نماز پڑھے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شلوار یا پینٹ فولڈ کرکے نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:5013

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاول 1438ھ/31 جنوری 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شلوار، پینٹ اور آستین وغیرہ کو فولڈ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں شرعی رہنمائی فرمادیں۔

سائل: محمد رضوان عطاری (ڈھوک کھبہ، راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھا کر یا پینٹ و شلوار و پاجامہ کو نیچے سے فولڈ کر کے یا اوپر سے گھرس کر پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے یعنی اس طرح نماز پڑھنا گناہ اور اس کا لوٹانا واجب ہے۔

وَ اللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کی رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:55

تاریخ اجراء: 13 جمادی الآخر 1442ھ / 27 جنوری 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کی پہلی رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے اور دوسری رکعت میں بھی سورہ اخلاص ہی ملائے تو کیا اس کی نماز صحیح ہو گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں نماز تو صحیح ہو گی لیکن فرضوں میں بلا عذر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً کوئی اور سورت یاد ہی نہیں آ رہی تو کراہت نہیں، اسی طرح نوافل میں بھی کراہت نہیں۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی، تو وہی پہلی پڑھے۔ نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 548، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مقتدی کا "ثنا" کے بعد "تعوذ وتسمیہ" پڑھنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جمادی الاولی 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مقتدی ثنا کے بعد تعوذ و تسمیہ (اعوذ باللہ اور بسم اللہ) بھی پڑھے گا یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ سائل: محمد کامران (فیڈرل بی ایریا، کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام اور منفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے) کے لئے ثنا کے بعد، قراءت سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھنا سنت ہے جبکہ مقتدی کیلئے امام کے پیچھے تعوذ و تسمیہ پڑھنا سنت نہیں کیونکہ تعوذ و تسمیہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قراءت نہیں لہٰذا مقتدی تعوذ و تسمیہ نہیں پڑھے گا۔

یاد رہے کہ جب امام جہراً قراءت نہ کر رہا ہو تو اس وقت مقتدی کا تعوذ و تسمیہ پڑھنا فقط خلاف سنت قرار پائے گا اور اگر امام نے جہراً قراءت شروع کر دی تو اب مقتدی کے لئے تعوذ و تسمیہ پڑھنا جائز ہی نہیں ہو گا جس طرح جہری قراءت شروع ہونے پر مقتدی کیلئے ثنا پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب اس پر خاموشی سے تلاوت سننا واجب ہے۔

ہاں مسبوق امام کے سلام کے بعد جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے تو اب اس پر قراءت لازم ہے لہٰذا اب اس کے لئے قراءت سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھنا سنت ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملائی تو چوتھی رکعت میں ملانے کا حکم

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-93

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاخریٰ 1443ھ /06 جنوری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ فرائض کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور سورت بھی ملالی تو کیا چوتھی رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب نہیں ہے البتہ منفرد کے لئے افضل ہے کہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی سورت ملالے۔ اگر کسی نے صرف تیسری رکعت میں سورت ملائی تو بھی نماز ہو جائے گی، تیسری رکعت میں سورت ملانے سے یہ لازم نہیں کہ چوتھی میں بھی سورت ملائے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مکروہ تنزیہی عمل کی عادت بنانا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-368

تاریخ اجراء: 24 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ /29 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مکروہ تنزیہی اگر کوئی 40 دن تک ترک کرے تو کیا وہ مکروہ، مکروہ تحریمی بن جائے گا یا مکروہ تنزیہی ہی باقی رہے گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مکروہ تنزیہی کی عادت بنالینے سے مکروہ تنزیہی مکروہ تحریمی میں تبدیل نہیں ہوتا، مکروہ تنزیہی، مکروہ تنزیہی ہی رہتا ہے اور عادت بنانے کے باوجود بندہ گناہگار نہیں ہوتا، لیکن اس کی عادت بنالینا بلکہ بلاعذر اس کا ایک مرتبہ ہی ارتکاب کرنا، اچھا عمل نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الٹی قمیص پہن کر نماز شروع کر دی تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-333

تاریخ اجراء: 08 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ / 13 دسمبر 2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے بے توجہی میں الٹی قمیص پہن کر نماز شروع کر دی۔ دوران نماز اس کی توجہ گئی کہ اس نے قمیص الٹی پہنی ہوئی ہے تو اب وہ نماز جاری رکھے یا توڑ دے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

الٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے اگرچہ نماز ہو جاتی ہے البتہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن کر معززین کے سامنے عمومی طور پر نہ جایا جا سکے، ایسے کپڑے میں نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔ اگر نماز کا وقت یا جماعت فوت نہ ہوتی ہو تو مستحب یہ ہے کہ نماز توڑ کر درست طریقے سے دوبارہ پڑھے کہ یہ توڑنا کامل طریقے سے ادا کرنے کے لیے ہے اور کامل طریقے سے ادا کرنے کے لیے نماز توڑنا مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہاف آستین والی شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

فتوی نمبر:WAT-64

تاریخ اجراء:06صفر المظفر1443ھ/14 ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ہاف آستین والی شرٹ پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو لوگ ہاف آستین والی شرٹ پہن کر معزز لوگوں کے سامنے جانے میں عار محسوس کرتے ہیں اور ان کے پاس مکمل بازو والے کپڑے بھی موجود ہیں تو ان کا ایسی شرٹ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے (یعنی نماز پڑھ لی، تو دیگر شرائط کی موجودگی میں نماز ہو جائے گی، لیکن ایسے لباس میں نماز پڑھنا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے) اور اگر عار محسوس نہیں کرتے یا عار تو محسوس کرتے ہیں، مگر مکمل بازو والے کپڑے ان کے پاس نہیں ہیں، تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں قرات نہ کرنا

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-772

تاریخ اجراء: 2ذوالقعدۃ الحرام1443ھ /02جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

منفرد کے لیے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں، سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے، اگر وہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے، یا خاموش کھڑا ہو جائے، قراءت نہ کرے، تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں، سورت فاتحہ پڑھنا سنت ہے، واجب نہیں، اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا، یا اتنی مقدار خاموش رہنا بھی، جائز ہے، البتہ تسبیح پڑھنا، خاموش رہنے سے بہتر ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں جس شخص نے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں قراءت نہیں، کی صرف تین مرتبہ سبحان اللہ کہا، یا اتنی دیر خاموش کھڑا رہا، اس کی نماز ہو گئی، سجدہ سہو لازم نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں پیچھے سے دونوں ہاتھوں سے کپڑا چھڑانا کیسا؟

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-128

تاریخ اجراء: 21 رجب المرجب 1443ھ / 23 فروری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نماز میں دونوں ہاتھوں سے پیچھے سے کپڑا چھڑا سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع سے اٹھنے کے بعد یا سجدہ سے قیام کی طرف آنے کے بعد کبھی کبھار کپڑا جسم سے چپک جاتا ہے تو اسے عملِ قلیل کے ذریعہ چھڑانے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ عمل مفید ہے اور ایک ہاتھ سے بآسانی ہو سکتا ہے۔اس لئے اس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال نہ کیا جائے کہ ضرورت ایک ہاتھ سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔اس موقع پر دوسرے ہاتھ کو بھی استعمال کرنا بے فائدہ ہو گا اور نماز میں عملِ قلیل غیرِ مفید کا ارتکاب کرنا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی نماز ہو جائے گی،اعادہ بھی لازم نہیں ہو گا، مگر ناپسندیدہ ہے۔

یاد رہے کہ اگر ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کا استعمال اس انداز سے کیا کہ دور سے کوئی دیکھے تو اس کا ظن غالب یہی ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو یہ صورت عملِ کثیر ہو گی جس کی بناء پر نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں عورت کا چادر کے اندر ہاتھ رکھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-126

تاریخ اجراء: 15 رجب المرجب 1443ھ / 17 فروری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں عورت کا ہاتھ، چادر کے اندر باندھنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں عورت کا چادر کے اندر ہاتھ باندھنا نہ صرف بلا کراہت جائز ہے، بلکہ خواتین کو اسی طریقے کو اختیار کرنا چاہیے۔

مجمع الانہر میں ہے: "یجوز ادخالھما فی الکمین فی غیر حال التکبیر الاول لکن الاولی اخراجھما فی جمیع الاحوال ھذا فی الرجال واما النساء فتجعل یدیھا فی کمیھا" یعنی تکبیر اولی کے علاوہ ہاتھوں کو آستینوں کے اندر رکھنا جائز ہے لیکن تمام حالتوں میں ہاتھوں کو باہر رکھنا اولی ہے۔ یہ مردوں کے لیے ہے رہی عورتیں تو وہ اپنے ہاتھوں کو اپنی آستینوں میں رکھیں گی۔ (مجمع الانہر، جلد: 1، صفحہ: 91، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

انگلیاں چٹخانے کا حکم

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-105

تاریخ اجراء: 03 جمادی الثانی 1443ھ / 07 جنوری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ انگلیاں چٹخانے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز اور توابعِ نماز میں (یعنی نماز کا انتظار یا نماز کے لیے آتے ہوئے) انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے جبکہ اس کے علاوہ انگلیاں چٹخانا اگر حاجت کی وجہ سے ہو تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر بلا حاجت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

در مختار، مکروہات نماز کے باب میں ہے: "(وفرقعة الاصابع) وتشبيكها ولو منتظر الصلاة او ماشيا اليها للنهي ولا يكره خارجها لحاجة" یعنی (نماز میں) انگلیوں کو چٹخانا اور تشبیک کرنا مکروہ ہے اگرچہ نماز کا انتظار کرتے ہوئے یا نماز کی طرف آتے ہوئے ایسا کرے، اور اس کے علاوہ حاجت کے سبب ہو تو مکروہ نہیں۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: "وينبغي ان تكون تحريمية للنهي المذكور۔۔۔فلو لدون حاجة بل على سبيل العبث كره تنزيها" یعنی چاہیے کہ کراہت سے کراہتِ تحریمی مراد ہو مذکورہ ممانعت کی وجہ سے۔ اور (اگر خارجِ نماز میں) بغیر حاجت کے (انگلیاں چٹخائے) تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار علی در مختار، جلد: 2، صفحہ: 494، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت، مکروہاتِ نماز کے بیان میں ہے: "انگلیاں چٹکانا۔۔۔ مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے لیے جاتے وقت اور نماز کے انتظار میں بھی یہ دونوں چیزیں مکروہ ہیں اور اگر نہ نماز میں ہے نہ توابع نماز میں تو کراہت نہیں جب کہ کسی حاجت کے لیے ہوں۔" (بہار شریعت، جلد: 1، صفحہ: 625، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہاف آستین والی ٹی شرٹ میں نماز کا حکم

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-100

تاریخ اجراء: 30 جمادی الاولیٰ 1443ھ / 04 جنوری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہاف آستین والی ٹی شرٹ میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

ٹی شرٹ پہن کر نماز ہو جائے گی۔ البتہ جو شخص ایسا لباس پہن کر معزز لوگوں میں جانا پسند نہیں کرتا اس کے لئے ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا، مکروہِ تنزیہی و ناپسندیدہ ہے۔ ہاں جو ایسا لباس پہن کر لوگوں کے سامنے جانے میں برائی محسوس نہیں کرتا اس کے لئے مکروہِ تنزیہی بھی نہیں۔

مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہاف آستین والا کرتا، قمیص یا شرٹ کام کاج کرنے والے لباس میں شامل ہیں اس لئے جو ہاف آستین والا کرتا پہن کر دوسرے لوگوں کے سامنے جانا گوارا نہیں کرتے، اُن کی نماز مکروہِ تنزیہی ہے اور جو لوگ ایسا لباس پہن کر سب کے سامنے جانے میں کوئی بُرائی محسوس نہیں کرتے، اُن کی نَماز مکروہ نہیں۔ (وقار الفتاویٰ، جلد 2، صفحہ 246)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جمعہ کے خطبہ میں عصا پکڑنے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-479

تاریخ اجراء: 01 ربیع الاول 1444ھ/28 ستمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جمعہ کے خطبہ میں عصا پکڑنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دورانِ خطبہ عصا ہاتھ میں لینے سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو کیونکہ بعض علمانے اسے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ لکھا ہے، اور جس کام کے سنت اور مکروہ ہونے میں اختلاف ہو اس سے بچنا بہتر ہوتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے" وما تردد بین السنۃ والبدعۃ یترکہ "ترجمہ: اور جس کام کے سنت اور بدعت ہونے میں شک ہو تو اسے ترک کردے گا۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، باب الاعتکاف، ج02، ص441، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے"خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔" وذلک لان الفعل اذا تردد بین السنیۃ والکراھۃ کان ترکہ اولی "ترجمہ: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ303، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جان بوجھ کر رکوع وسجود میں تسبیح نہ پڑھنے کا حکم؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-98

تاریخ اجراء: 25جمادی الاولی1443ھ /30دسمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی جان بوجھ کر رکوع و سجود میں تسبیح نہ پڑھے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

رکوع و سجود میں تین بار تسبیح پڑھنا سنت ہے اور جان بوجھ کر تین بار سے کم تسبیح پڑھنا یا بالکل نہ پڑھنا، مکروہ تنزیہی ہے، یاد رہے نماز کی سنت ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوتا لہذا جس شخص نے جان بوجھ کر رکوع و سجود میں تسبیح نہیں پڑھی اُس کی نماز ہوگئی لیکن سنت ترک کرنے کی وجہ سے نماز خلاف سنت ہوئی۔

ردالمحتار میں رکوع وسجود کی تسبیح کے متعلق ہے:"ویسبح فیہ وقالہ ثلاثا فلو ترکہ اونقصہ کرہ تنزیھا"یعنی رکوع اور سجدے میں تسبیح کہنا سنت ہے اور اگر وہ اس تسبیح کو ترک کرے یا تین سے کم پڑھے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(ردالمحتار، ج2، ص211، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الٹادوپٹہ پہن کرنماز پڑھنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-97

تاریخ اجراء: 22ربیع الثانی1445ھ /07نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ الٹادوپٹہ پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

الٹادوپٹہ پہن کر نماز پڑھنے سے نماز توہوجائے گی البتہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے اور اس طرح پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "کپڑاالٹاپہننااوڑھناخلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑاپہن یااوڑھ کربازار میں یااکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے۔۔۔اور ظاہر کراہت تنزیہی۔" (فتاوی رضویہ، جلد:7، صفحہ:359، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن)

فتاویٰ شامی میں ہے: "ذكر في الإمداد بحثا أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة مندوبة بترك سنة اهـ ونحوه في القهستاني، بل قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب اهـ۔" یعنی "امداد" میں اس پر بحث موجود ہے کہ نماز کے کسی واجب کو ترک کرنے پر اس نماز کا اعادہ واجب ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ نماز میں کسی سنت کے ترک پر اس نماز کا اعادہ مستحب ہو الخ، اور اسی کی مثل "قہستانی" میں مذکور ہے، بلکہ صاحب "فتح القدیر" نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ وہ کراہت اگر تحریمی ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر تنزیہی ہو تو اس نماز کا اعادہ مستحب ہے۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، ج02، ص183، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض نماز میں ترتیب کے خلاف قراءت کرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-96

تاریخ اجراء: 24 جمادی الاولیٰ 1443ھ / 29 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ فرض نماز میں خلاف ترتیب قراءت کرنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرض نماز میں سورتوں کو جان بوجھ کر خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسا کرنے والا گناہگار ہے البتہ اس بنیاد پر نماز واجب الاعادہ نہیں ہو گی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا: "روی عن ابن مسعود و ابن عمر انهما کرها ان یقرأ القرآن منکوسا و قالا ذلک منکوس القلب" یعنی ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا گیا کہ وہ دونوں خلاف ترتیب قراءت کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے یہ (پڑھنے والا) الٹے دل والا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جلد: 1، صفحہ: 99، مطبوعہ موسسہ رسالہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "ترتیب الٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو، نہ سجدہ سہو آئے، ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصدا کرے گنہگار ہو گا ورنہ نہیں"۔ (فتاوی رضویہ، جلد: 7، صفحہ: 358، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

سنت قبلیہ غیر موکدہ فرائض کے بعد ادا کرنے کا حکم

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-880

تاریخ اجراء: 08 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 08 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عشا کی جماعت کھڑی ہو گئی اور سنت قبلیہ غیر مؤکدہ پڑھے بغیر جماعت سے فرض پڑھ لیے، تو کیا اس کے بعد پہلی چار سنتیں پڑھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ان سنتوں کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر پڑھنا چاہیں، تو منع بھی نہیں ہے لیکن اس سے وہ سنت مستحبہ ادا نہ ہوں گی، جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، بلکہ ایک نفل نماز مستحب شمار ہو گی۔ لہٰذا فرضوں کے بعد پڑھنا چاہیں، تو پہلے فرضوں کے بعد کی دو سنتیں مؤکدہ پڑھیں، ان کے بعد یہ چار رکعتیں پڑھیں۔ فتاوی رضویہ میں عشا کی سنتِ قبلیہ کے متعلق ہے: "یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں، لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ ممانعت نہیں۔ ہاں اس شخص سے وہ سنن مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہو گی۔" (فتاوی رضویہ، ج08، ص146، رضا فاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

گرمی کی وجہ سے قمیص اتار کر نماز پڑھنا

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-427

تاریخ اجراء: 16 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 16 جولائی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

رات کو جب میں عشاء کی نماز پڑھتا ہوں، تو اس وقت بہت گرمی ہوتی ہے اور ہمارے گاؤں میں لائٹ بھی نہیں ہے، کیا میں قمیص اتار کر نماز پڑھ سکتا ہوں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

قمیص موجود ہوتے ہوئے صرف شلوار میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، رب تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب واحترام کرتے ہوئے قمیص پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے، خود حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھے اور چادر نہ اوڑھے۔ اس لیے اگر گرمی لگ رہی ہو، تو صحن وغیرہ مناسب ہوادار جگہ پر قمیص وغیرہ پہن کر نماز پڑھیں، گرمی کی وجہ سے صرف شلوار پہن کر ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی عذر شرعی نہیں ہے تو آپ عشاء اور دیگر تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ہی ادا کریں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رکوع یا سجود میں تسبیحات تین بار سے کم پڑھنا

مجیب: ابومصطفی محمد کفیل رضامدنی

فتوی نمبر: Web-416

تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام 1443ھ /12 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں تسبیحات کی تعداد کم کرنا کیسا مثلاً رکوع میں تین کی بجائے ایک بار "سبحان ربی العظیم" کہنا اور سجدے میں ایک بار "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

رکوع و سجود میں تین بار تسبیح پڑھنا سنت ہے اور جان بوجھ کر تین بار سے کم تسبیح پڑھنا یا بالکل نہ پڑھنا، مکروہ تنزیہی ہے، یاد رہے نماز کی سنت ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوتا، لہذا جس شخص نے جان بوجھ کر رکوع و سجود میں تین سے کم تسبیحات پڑھیں یا پڑھی ہی نہیں اُس کی نماز ہوگئی، لیکن سنت ترک کرنے کی وجہ سے نماز خلافِ سنت ہوئی۔

ردالمحتار میں رکوع و سجود کی تسبیح کے متعلق ہے: "ویسبح فیه وقاله ثلاثا فلو ترکه او نقصه کره تنزیها" یعنی رکوع اور سجدے میں تین بار تسبیح کہنا سنت ہے اور اگر وہ اس تسبیح کو ترک کرے یا تین سے کم پڑھے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ 211، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ایک رکعت میں ایک ہی سورت کو بار بار پڑھنا

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-347

تاریخ اجراء: 06ذوالقعدۃ الحرام 1443ھ /06جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں قیام کو لمبا کرنے کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک ہی سورت کو تین مرتبہ پڑھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نماز میں ایک ہی رکعت میں بغیر کسی عذر کے ایک ہی سورت کی تکرار مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو یا بھولے سے دوبارہ پڑھ لی، تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ جبکہ نوافل میں ایک ہی سورت کی تکرار بلا کراہت جائز ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "یکرہ تکرار السورۃ فی رکعۃ واحدۃ فی الفرائض ولا باس بذلک فی التطوع کذافی فتاوی قاضیخان" یعنی فرض نمازوں کی ایک رکعت میں ایک ہی سورت کی تکرار کرنا مکروہ ہے اور نوافل میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ119، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: "نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ549، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مقتدی "اللھم ربنا ولک الحمد" کب کہے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-387

تاریخ اجراء: 30ذوالحجۃ الحرام1443ھ /30 جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

باجماعت نماز میں مقتدی "اللھم ربنا ولک الحمد" کب کہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقتدیوں کے لیے سنت یہ ہے کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے "اللھم" کا الف شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ "الحمد" کا دال ختم کریں۔

امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مقتدی خلافِ سنّت میں اس کی پیروی نہ کریں، بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ "اللھم ربنا لک الحمد" کا الف اور جو صرف "ربنا لک الحمد" پڑھتا ہو، وہ "ربنا" کی ر شروع کریں اور سیدھے ہو جانے کے ساتھ حمدہ (الحمد) کی دال ختم ہو جائے، تو پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ "اللہ اکبر" کا الف شروع کریں اور "اللہ" کے لام کو بڑھائیں، جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں تو "اللہ" کی ہ اور عین سرِ زمین پر پہنچتے وقت "اکبر" کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لئے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا، تو "اکبر" سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گا اور یہ خلافِ سنت ہے یا راستہ پورا کرنے کو "اکبر" کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلافِ سنت۔ (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ188، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الٹادوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-980

تاریخ اجراء: 16 محرم الحرام 1444ھ /16 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

الٹادوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

الٹادوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے، اوراس طرح پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب نہیں، ہاں بہتر ہے کہ عادت کے مطابق دوپٹہ اوڑھ کر اس نماز کا اعادہ کرلیاجائے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ”کپڑا الٹا پہننا اوڑھنا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے۔۔۔اور ظاہر کراہت تنزیہی۔“ (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ359، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تراویح بیٹھ کر ادا کرنا

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-962

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1443ھ / 11 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میں تراویح بیٹھ کر پڑھ سکتی ہوں، ویسے تو ڈاکٹر نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا کہا، میں فرض نماز پھر بھی بغیر کرسی کے ہی پڑھتی ہوں، تراویح طویل ہو جاتی ہیں، اس میں پھر تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں تراویح اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں تکلیف ہے یا مرض کے بڑھ جانے یا دیر سے ٹھیک ہونے کا صحیح اندیشہ ہے تو بیٹھ کر پڑھنے میں حرج نہیں اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں کوئی عذر نہیں تو اس صورت میں بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنے سے نماز تو ادا ہو جائے گی، لیکن یہ مکروہ تنزیہی (یعنی ناپسندیدہ عمل) ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی بنسبت آدھا ثواب ملے گا۔ جبکہ بعض علماء کے نزدیک تو بیٹھ کر تراویح کی نماز ادا کرنے سے ادا ہی نہیں ہو گی۔ لہذا اس معاملے میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر ہی تراویح کی نماز ادا کی جائے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عورت کا دوپٹہ فولڈ کرکے نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-381

تاریخ اجراء: 28ذوالحجۃ الحرام1443ھ /28جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی عورت دوپٹہ فولڈ کر کے باندھنے کے بعد نماز پڑھے، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دوپٹہ فولڈ کر کے باندھنے سے نماز بغیر کراہت کے ہو جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ خلافِ معتاد نہیں، باندھنے کیلئے فولڈ ہی کرنا پڑے گا۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-367

تاریخ اجراء: 23ذوالحجۃ الحرام 1443ھ /23جولائی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز پڑھتے ہوئے سجدہ سہو واجب ہوا، مگر سجدہ سہو کرنے کے وقت سلام پھیرنا بھول گیا اور صرف دو سجدے کر لیے، کیا یہ نماز ہو گئی؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سلام کے بغیر سجدہ سہو کے سجدے کر لیے، تو بھی نماز ہو جائے گی، مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

در مختار میں ہے: ”ولو سجد قبل السلام جاز و کرہ تنزیھا“ ترجمہ: اگر سلام سے پہلے سجدے کر لیے، تو جائز اور مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، جلد2، صفحہ653، کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ”اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے، کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ708، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

توجہ بٹانے والی چیز کا تدارک کئے بغیر نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-447

تاریخ اجراء: 06 محرم الحرام 1444ھ /05 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں نمازی کی توجہ بٹانے والی کوئی چیز یا وجہ ہو جیسے ڈیزائن والی جائے نماز اور نمازی اس کا تدارک کئے بغیر نماز شروع کر دے، تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی یا تنزیہی ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عموماً جائے نماز کا صرف ڈیزائن والی ہونا نماز میں توجہ بٹنے کا سبب نہیں بنتا، البتہ اگر ایسے ڈیزائن ہوں، جن سے نمازی کی توجہ بٹے، تو ایسے حالت میں نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی گناہ و ناجائز تو نہیں، مگر اس سے بچنا بہتر ہے، کیونکہ ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے جو دل کو مشغول کرے اور نماز جیسی اہم ترین عبادت میں اس طرح کی غفلت کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:"(و) تکرہ بحضرۃ کل (مایشغل البال) کزینۃ"یعنی ہر ایسی چیز کے سامنے نماز مکروہ ہے جو دل کو مشغول کرے جیسے زینت والی کوئی چیز۔" (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، صفحہ 360، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں نماز کے مکروہاتِ تنزیہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے، نماز مکروہ ہے، مثلاً زینت اور لہو ولعب وغیرہ۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ 636، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلی قبلہ رونہ کرنے کا حکم

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-492

تاریخ اجراء: 06 صفر المظفر 1444ھ / 03 ستمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی شخص نے تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے، لیکن اس کی ہتھیلی کعبہ شریف کی طرف نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی قبلہ رُو نہ ہو تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن سنت ترک ہو گی کیونکہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہتھیلیوں اور انگلیوں کا قبلہ رُو ہونا سنت ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

حالتِ قیام میں الٹے ہاتھ سے خارش وغیرہ کرنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-438

تاریخ اجراء: 28ذوالحجۃ الحرام1443ھ /28جولائی2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے رکن قیام میں الٹا ہاتھ اٹھا کر خارش کرنے یا استعمال کرنے سے نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مطلقا ایسا نہیں ہے کہ الٹے ہاتھ سے خارش کرنے پر نماز فاسد ہو جائے گی کہ دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے الگ ہو گئے، جیسا کہ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں، بلکہ یہاں بھی عمل کا مشہور و معروف قاعدہ جاری ہو گا کہ اگر عملِ کثیر (دیکھنے والے کو ایسا لگے کہ یہ عمل کرنے والا نماز میں نہیں) ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی وگرنہ نہیں۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ قیام میں سیدھا ہاتھ استعمال کیا جائے کہ سیدھے ہاتھ کے استعمال کی صورت میں کم حرکت لازم آئے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عیدکی نمازسے پہلے اشراق، چاشت و دیگرنفل پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-437

تاریخ اجراء: 28ذوالحجۃ الحرام 1443ھ /28جولائی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عید کے دن نماز فجر کے بعد عید کی نماز ادا کرنے تک کوئی نفل نماز، اشراق و چاشت یا دیگر نوافل نہیں پڑھ سکتے ؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز عید سے قبل نفل نماز ادا کرنا مطلقاً مکروہ ہے، خواہ عید گاہ میں پڑھے یا گھر میں۔ یونہی اس پر عید واجب نہ ہو تب بھی اس کے لیے نماز عید سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ ہے، مثلاً عورت اگر چاشت کی نماز پڑھنا چاہے، تو عید کی نماز ہو جانے کے بعد پڑھے۔

بہار شریعت میں ہے: ”نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں، یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے، تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے۔“ (بہار شریعت ، جلد:1، صفحہ:786، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوتے وقت ہاتھ باندھیں کہ نہیں؟

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-884

تاریخ اجراء: 09ذیقعدۃالحرام1443ھ /09جون2022ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

امام رکوع میں ہو، تو آنے والا شخص تکبیرِ تحریمہ کہہ کر پہلے ہاتھ باندھے اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں ملے، یاہاتھ باندھے بغیر رکوع میں چلاجائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام رکوع میں ہو، تو آنے والا شخص اس طرح کھڑے کھڑے تکبیرِ تحریمہ کہے کہ تکبیر ختم ہونے تک ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں، پھر اگر وہ جانتاہو کہ امام صاحب رکوع میں اتناوقت لگاتے ہیں کہ وہ ثنایعنی سبحانک اللھم پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو سکتاہے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر ثناپڑھے، کیونکہ ثناپڑھناسنت ہے، اس کے بعد دوسری تکبیر کہتاہوارکوع میں جائے اور اگر یہ گمان ہو کہ ثناپڑھنے کی صورت میں امام صاحب رکوع سے اٹھ جائیں گے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے، بلکہ فوراًدوسری تکبیر کہتاہوارکوع میں چلاجائے، کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہے، جس میں ٹھہر کر کچھ پڑھنامشروع ہو اور جس قیام میں ٹھہرنااور پڑھنانہیں ہوتا، اس میں سنت ہاتھ چھوڑناہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے" ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار وصاحبِ ذکر، مشروع ہوااور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنانقلاًوشرعاًسنّت اور عقلاًوعرفاًادبِ حضرت" (فتاوی رضویہ، ج08، ص411، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سلام پھیرتے وقت نگاہ کہاں ہو؟

مجیب: ابورجامحمد نورالمصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1070

تاریخ اجراء: 16صفرالمظفر1444ھ/13ستمبر2022ء

دارالافتاءاہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کا سلام پھیرتے ہوئے نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سیدھی طرف سلام پھیرتے وقت سیدھے کندھے کی طرف اورالٹی طرف سلام پھیرتے وقت الٹے کندھے کی طرف نظر کاہونا مستحب ہے۔ صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مستحبات نماز شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حالت قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر کرنا۔۔۔۔پہلے سلام میں داہنے شانہ کی طرف دوسرے میں بائیں کی طرف۔" (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ3، ص538، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سجدہ یا رکوع میں جاتے وقت پائجامہ چڑھانا

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1065

تاریخ اجراء: 13صفر المظفر1444ھ/10ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سجدہ یا رکوع میں جاتے وقت پائجامہ دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر جانا کیسا؟اور اگر کوئی امام صاحب ایسا کرتے ہوں، تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز میں کپڑے سمیٹنا مثلا رکوع و سجود میں جاتے ہوئے کپڑے کو آگے، پیچھے سے اوپر کھینچنا، مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا امام صاحب کو سمجھا دیا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں اور اگر وہ اس کام سے باز نہ آئیں تو کسی اور امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے۔ بہار شریعت میں نماز کے مکروہات تحریمیہ کے بیان میں ہے "کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا، اگرچہ گرد سے بچانے کے لیے کیا ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ" (بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص624، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز سے پہلے پینٹ فولڈ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-704

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1444ھ /25نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص نماز شروع کرنے سے پہلے ہی پائنچے یا آستین وغیرہ فولڈ کر لے اور پھر نماز پڑھے۔ تو کیا ایسا کرنا، جائز ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز شروع کرنے سے پہلے ہی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہو یا پائنچے فولڈ کئے ہوں، تب بھی اس حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں، بلکہ اس حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہِ تحریمی ہے اور اس نماز کا دوہرانا واجب ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی، یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ624، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں آہستہ آمین کہنا

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1053

تاریخ اجراء: 10صفر المظفر1444ھ/07ستمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

امام کے پیچھے آمین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

امام کے پیچھے آمین کہہ سکتے ہیں لیکن آہستہ آواز میں کہیں گے کہ نمازی امام ہو یا مقتدی یا منفرد ان سب کے لیے آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے، جامع ترمذی میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:" عن علقمه بن وائل عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال امین وخفض بها صوته" ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔ (جامع ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی التامین، ج01، ص162، مطبوعہ: لاھور)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:" عن أبی وائل قال لم یکن عمر وعلی رضی اللہ تعالی عنهما یجهران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین " ترجمہ: حضرت ابو وائل فرماتے ہیں ہے کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین جہر سے نہ کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری، کتاب الاذان، ج06، ص75، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں انگلیاں چٹخانا کیسا؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-681

تاریخ اجراء: 26ربیع الثانی1444ھ /22نومبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر نماز میں انگلیاں چٹخائیں تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔ جس نماز میں ایسا عمل کیا، توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ نماز بھی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا تفرقع اصابعک وانت فی الصلاۃ۔ یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ (سنن ابن ماجہ)۔۔۔۔ اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ183، شبیر برادرز، لاھور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مرد رمضان میں نمازِ وتر کب ادا کرے؟

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1030

تاریخ اجراء: 03صفر المظفر1444ھ/31اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں نماز وتر کو تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یا نماز تہجد کے ساتھ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رمضان المبارک میں وتر کب پڑھنا افضل ہے؟ اس کے تعلق سے علماء کرام کے دو اقوال ہیں:

()ایک قول یہ ہے کہ تہجد کے وقت گھر پر تنہا پڑھنا افضل ہے۔

()دوسرا قول یہ ہے کہ: مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔

اور دونوں قول ہی راجح ہیں، اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے زیادہ مناسب جانے اس پر عمل کا اختیار ہے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: ”وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثلِ نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح۔ اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کو اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے۔۔۔ بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔“(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ398، 399، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نمازاوابین کی ادائیگی کا طریقۂ کار

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ نومبر 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کے بعد 2 سنتیں اور نفل پڑھنے سے صلوۃ الاوابین والا مستحب ادا ہو جائے گا یا دو سنتوں کے بعد الگ سے چھ نفل پڑھنے ہوں گے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

مغرب کے فرضوں کے بعد کی دو سنت اور چار نفل کے مجموعہ کا نام صلوۃ الاوابین ہے، لہٰذا اگر کسی نے مغرب کی نماز کے بعد دو سنتیں اور چار نفل پڑھے، تو اس کا صلوۃ الاوابین والا مستحب ادا ہو جائے گا، ہاں صرف دو سنتوں اور دو نفل سے نماز اوابین ادا نہیں ہو گی۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قبرستان میں نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-479

تاریخ اجراء: 02صفر المظفر1444ھ /30اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

قبرستان کے درمیان میں ایسی جگہ پہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جہاں آس پاس، سامنے، پیچھے، قبریں ہوں اور جہاں کھڑے ہوں وہاں نیچے بھی قبر ہو سکتی ہے کیونکہ بعض مرتبہ قبروں کے نشان مٹ جاتے ہیں۔ کیا اس جگہ پہ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قبرستان میں یا کسی اور مقام پہ قبر کے سامنے بلا حائل کھڑے ہو کر نماز پڑھنا یا معاذ اللہ قبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "تکرہ الصلوۃ علیه والیه لورود النھی عن ذلک" یعنی قبر پر اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد3، صفحہ183، دار المعرفه، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں ثناء اور درود پاک پڑھنا کون سی سنت ہے؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1183

تاریخ اجراء: 23ربیع الاول1444ھ /20اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں ثناء اور درود پاک پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز میں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء اور قعدہ اخیرہ میں درود پاک پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ انہیں ترک کرنے کی اجازت نہیں، ایک آدھ بار چھوڑنے پر عتاب (سرزنش) کا مستحق ہوتا ہے اور ترک کرنے کی عادت بنانے والا گنہگار ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "سبحانک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہو جاتی ہے مگر بلاضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص182، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی امجدیہ میں ہے "نماز میں درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔" (فتاوی امجدیہ، ج1، ص75، مکتبہ رضویہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے "سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی۔ بلاعذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحق نار ہے۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ4، ص662، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھول کر فاتحہ سے پہلے تعوذ (اعوذ باللہ) بلند آواز سے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1178

تاریخ اجراء: 22 ربیع الاول 1444ھ / 19 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر امام نے بھول کر پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ جہر سے پڑھا تو کیا سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں جہراً تعوذ پڑھنے والے امام پر سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا اس لیے کہ ثناء کے بعد فاتحہ سے پہلے تعوذ یعنی اعوذ باللہ آہستہ آواز میں پڑھنا سنت ہے واجب نہیں اور سنت کے ترک پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں رکوع یا سجدہ کی تسبیح ایک بار پڑھنے کی عادت بنانا کیسا؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-734

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاول 1444ھ/08 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

رکوع یا سجود کی تسبیحات ایک ایک بار پڑھنے کی عادت بنالی تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بلا ضرورت تین تسبیح سے کم پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یعنی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس کی عادت بنانا اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلا وجہ اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔

بہار شریعت میں مکروہات تنزیہیہ بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سجدہ یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔'' (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 630، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اور مکروہِ تنزیہی کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔ یہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔'' (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 284، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چاندی یا کسی اور دھات کا تعویذ پہن کر نماز پڑھنا

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1132

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1444ھ/04اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

چاندی یا کسی اور دھات کا تعویذ پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

چاندی یا کسی اور دھات کے کور (ڈبیہ /Cover) میں تعویذ بند کر کے پہننا عورت کیلئے جائز اور مرد کے لئے ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ مرد کے لئے صرف چاندی کی ساڑھے چار ماشے سے کم ایک نگ والی، صرف ایک عدد وہ انگوٹھی پہننا جائز ہے، جو مردانہ طرز پر بنائی گئی ہو، اُس کے علاوہ مرد کے لئے چاندی یا کسی بھی دھات کا تعویذ پہننا جائز نہیں ہے، لہٰذا چاندی یا کسی اور دھات کا تعویذ پہن کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی اس حال میں نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر کر لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نمازمیں کپڑوں کواوپرکھینچنے کے مکروہ ہونے کی وجہ

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1128

تاریخ اجراء: 03ربیع الاول1444ھ/30ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے دوران کپڑوں کواوپر کھینچنے کو مکروہ تحریمی کہاجاتاہے اس کی وجہ کیاہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیث پاک میں نماز کے دوران ”کف ثوب“یعنی کپڑوں کو لپیٹنے اور سمیٹنے سے منع فرمایاہے اور کپڑوں کواوپر کی طرف کھینچنا بھی کف ثوب کی ہی ایک صورت ہے چنانچہ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ:”قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُمِرتُ ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ و اشار بیدہ علی انفہ و الیدین و الرکبتین و اطراف القدمین و لا نکفِتَ الثیاب و الشعر“ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیاہے: پیشانی پراور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی مقدس ناک شریف کی طرف اشارہ فرمایااور دونوں ہاتھوں پراور دونوں گھٹنوں پراور دونوں پاؤں کے کناروں پراور یہ کہ ہم کپڑے اور بال نہ سمیٹیں۔(صحیح البخاری، جلد1، صفحہ182، حدیث812، مطبوعہ:لاھور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سوتے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

مجیب: ابورجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1073

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1444ھ/13ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہم بعض اوقات نماز پڑھتے ہیں اور سامنے بیڈ پہ کوئی سویا ہوتا ہے تو اس صورت میں وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سوتے شخص کا منہ اگر نمازی کی جانب ہو تو ایسی صورت میں اس کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کا منہ دوسری جانب ہو اور اس کی پیٹھ پیچھے کوئی نماز پڑھے تو اس میں حرج نہیں لیکن بچنا مناسب ہے، اس کی دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ کیا معلوم وہ نماز کے دوران اس کی طرف کروٹ لے لے، جس وجہ سے اس کا منہ اس کی طرف ہو جائے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ احتمال ہے کہ نیند کے دوران اس سے کوئی ایسی چیز صادر ہو، جس کی وجہ سے اسے ہنسی آجائے۔

اس بارے میں اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے، دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا منہ ہو جائے، دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو۔ المسئلۃ فی رد المحتار عن الغنیۃ، والوجہ الاول ممازدتہ" (فتاوی رضویہ جلد 5، صفحہ 346، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

وتر کی تیسری رکعت میں ثنا پڑھنا کیسا؟

مجیب: ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

فتوی نمبر: Web-844

تاریخ اجراء: 27 جمادی الاول 1444ھ/22 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

وتر کی نماز میں تیسری رکعت ثناء سے شروع کریں گے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وتر کی صرف پہلی رکعت میں تکبیر کے بعد ثنا پڑھیں گے دوسری یا تیسری رکعت کو ثناء سے شروع نہیں کریں گے، البتہ اگر کسی نے دوسری یا تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھ دی تو بھی نماز ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے: "دوسری رکعت میں ثنا و تعوذ نہ پڑھے۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ530، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

تشہد میں انگلی اٹھانا بھول جائیں، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-843

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1444ھ/12 جنوری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر تشہد میں انگلی اٹھانا بھول جائیں، تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے شہادت کی اُنگلی کے ذریعے اشارہ کرنا سنت ہے، لہذا اسے ترک نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی نے تشہد کے موقع پر انگلی سے اشارہ نہ کیا، تو بھی اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے: ''شہادت پر اشارہ کرنا (سنت ہے)، یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کرلے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ باندھے اور ''لا'' پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور ''اِلَّا'' پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں سیدھی کرلے۔ (بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ530، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں بھول کر انگلیاں چٹخانے کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر:WAT-1588

تاریخ اجراء: 07شوال المکرم1444ھ/28اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی نماز میں اپنی عادت کی وجہ سے بھول کر انگلیاں چٹخادے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے۔ جس نماز میں ایسا عمل کیا گیا، اسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔اب یہ عمل خواہ عادت کی وجہ سے کیا یا بغیر عادت کیا، دونوں صورتوں میں نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: ''نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لا تفرقع اصابعک وانت فی الصلاۃ۔" یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ (سنن ابن ماجہ)۔۔۔اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔'' (فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ183، شبیر برادرز، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کی چند موکدہ سنتیں بتادیں

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1320

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاولی 1444ھ/11 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کی چند موکدہ سنتیں بتادیجیے۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی بعض سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(1) تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا، سنت موکدہ ہے۔ منیۃ المصلی اور اس کی شرح غنیۃ المستملی میں ہے: " ولا یترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ موکدۃ ولواعتادترکہ یاثم **" اور تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کرے، اس لیے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، اگر اس کے ترک کی عادت بناتا ہے، تو گناہ کار ہوگا۔** (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص262، مطبوعہ: کوئٹہ)

(2) ثنا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "سبحانک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہوجاتی ہے مگر بلا ضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص182، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(3) علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ نے بنایہ شرح ہدایہ میں تعوذ پڑھنے کو بھی سنت موکدہ فرمایا۔ بنایہ میں ہے: " ظاھر الأمر یقتضي أن یکون التعوذ فرضا کما قال بہ عطاء، إلا **أن السلف أجمعوا علی أنہ سنۃ مؤکدۃ "** (الھدایۃ مع شرح البنایۃ، ج2، ص216، مطبوعہ: مکتبۃ رشیدیہ: کوئٹہ)

(4) قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ فتاوی امجدیہ میں ہے: "نماز میں درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، کہ قصداً ترک کرنا برا ہے، اور ایسا شخص مستحق ملامت و عتاب ہے" (فتاوی امجدیہ، ج01، ص75، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنت اور نفل نماز کی دوسری رکعت میں لمبی قراءت کرنا کیسا؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1214

تاریخ اجراء: 04ربیع الثانی1444ھ /31اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سنن و نوافل میں اگر نماز میں پہلے چھوٹی سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں بڑی سورت پڑھی تو اس کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سنن و نوافل کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی نسبت اتنی طویل قراءت کرنا کہ واضح فرق معلوم ہوتا ہو، مکروہ تنزیہی ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ: اگر دوسری رکعت میں بڑی سورت پڑھی اور دونوں سورتوں کی آیات ایک جیسی برابر ہیں تو تین آیات کی زیادتی سے کراہت آجائے گی اور دونوں کی آیات چھوٹی بڑی ہوں تو آیتوں کی تعداد کا اعتبار نہیں بلکہ حروف و کلمات کا اعتبار ہو گا یعنی اگر حروف و کلمات میں بہت زیادہ تفاوت ہو تو کراہت ہے اگرچہ تعداد میں دونوں سورتوں کی آیات برابر ہوں۔

نوٹ: ہاں یہ یاد رہے کہ جو قراءت، روایات سے ثابت ہے، وہ اس قاعدے سے مستثنی ہے، اسے اسی طریقے سے پڑھنا چاہیے۔

صدر الشریعہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دوسری رکعت کی قراءت پہلی سے طویل کرنا مکروہ ہے جبکہ بیّن فرق معلوم ہوتا ہو اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اگر دونوں سورتوں کی آیتیں برابر ہوں تو تین آیت کی زیادتی سے کراہت ہے اور چھوٹی بڑی ہوں تو آیتوں کی تعداد کا اعتبار نہیں بلکہ حروف و کلمات کا اعتبار ہے، اگر کلمات و حروف میں بہت تفاوت ہو کراہت ہے اگرچہ آیتیں گنتی میں برابر ہوں، مثلاً پہلی میں "اَلَمۡ نَشۡرَحۡ" پڑھی اور دوسری میں "لم یکن" تو کراہت ہے، اگرچہ دونوں میں آٹھ آٹھ آیتیں ہیں۔" (بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ548، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عورت کا فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنے کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-817

تاریخ اجراء: 25 جمادی الاولیٰ 1444ھ / 20 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورتوں کا بھی فرض نماز میں دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نماز میں اس طرح کا ہوا، کیا اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرائض میں بلا عذر سورتوں کی تکرار کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً کوئی اور سورت یاد ہی نہیں آرہی، تو کراہت نہیں، اسی طرح نوافل میں بھی کراہت نہیں۔ یہ حکم مرد و عورت سب کے لیے ہے، البتہ اس وجہ سے نماز کو لوٹانا واجب نہیں ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی، تو وہی پہلی پڑھے۔ نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا، بلا کراہت جائز ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 548، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کام کاج کی وجہ سے موکدہ اور غیر موکدہ سنتیں چھوڑنا

مجیب: ابو الفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1191

تاریخ اجراء: 25 ربیع الاول 1444ھ / 22 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کام کی مصروفیت کی وجہ سے سنّتِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ نماز چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جان بوجھ کر بلا عُذر شرعی سنت موکدہ کا ایک آدھ بار ترک کرنا بُرا ہے اور اگر عادت بنالی جائے، تو گناہ اور استحقاقِ عذاب کا باعث ہو گا کہ سنتِ مؤکدہ کو ایک آدھ بار ترک کرنے پر عتاب اور ترک کی عادت بنالینے پر استحقاقِ عذاب ہے لہٰذا صرف کام کاج کی مصروفیات کی وجہ سے سنّتِ مؤکدہ کا ترک جائز نہیں

اور غیر مؤکدہ سنتوں کا ترک اگرچہ گناہ نہیں ہے لیکن ان کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ان کے پڑھنے پر ثواب ہے اور ہر شخص ثواب و اجر کا محتاج ہوتا ہے اس لیے ان کے بھی ترک کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔

وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے یا اس کے ساتھ "ربنا ولک الحمد" بھی پڑھے؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1015

تاریخ اجراء: 29 صفر المظفر 1445ھ /16 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

امام رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے گا یا پھر "ربنا ولک الحمد" بھی کہے گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ رکوع سے اٹھتے وقت صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے۔

درمختار میں ہے:"ثم یرفع راسہ من رکوعہ مسمعا ویکتفی بہ الامام ویکتفی بالتحمید المؤتم ویجمع بینھما لو منفردا "یعنی: پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے رکوع سے اپنے سر کو اٹھائے۔ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ پر اکتفا کرے اور مقتدی تحمید (ربنا لک الحمد) پر اکتفا کرے اور اگر منفرد ہو تو دونوں کو جمع کرے۔(درمختار، جلد2، صفحہ 245۔246، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:"رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کے لیے اللھمّ ربّنا ولك الحمد کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔"(بہارشریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ 527، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

رکوع کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2019

تاریخ اجراء: 08 ربیع الاول 1445ھ / 25 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

رکوع کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی ہو جائے، اور رکوع کا سنت طریقہ یہ ہے کہ (کوئی مجبوری نہ ہو، تو) ٹانگیں سیدھی ہوں، پیٹھ سیدھی بچھ جائے اور رکوع میں نہ سر جھکایا جائے اور نہ اونچا ہو بلکہ سر پیٹھ کی سیدھ میں رہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ رکوع میں پیٹھ ایسی بچھی رہے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے، تو پیالہ ٹھہر جائے اور پانی نہ گرے۔ اور رکوع وغیرہ ارکانِ نماز میں ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرے رہنا واجب ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں رکوع کی سنتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا، اکثر لوگ کمان کی طرح ٹیڑھی کر لیتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔۔۔۔ رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے، تو ٹھہر جائے۔ رکوع میں نہ سر جھکائے، نہ اونچا ہو بلکہ پیٹھ کے برابر ہو۔" (بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 525-526، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں نماز کے واجبات میں ہے "تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی قدر ٹھہرنا۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 518، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کا سنت طریقہ

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2012

تاریخ اجراء: 04ربیع الاول1445ھ /21ستمبر2023ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر نماز میں دوسجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھتے وقت کسی شخص کے سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ نہ ہو سکیں تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

مَردوں کیلئے نماز میں دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں اور تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنا الٹا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُو کردے۔جو شخص جلسہ میں یا تشہد میں چاہے کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر کسی عذر کے، سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو نہ کرے تو ایسے شخص کی نماز تو بہر صورت ہو جائے گی، البتہ بغیر کسی عذر کے انگلیاں قبلہ رو نہ کرنے میں سنت کا ترک لازم آئے گا اور ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہو گا، ہاں اگر عذر کے سبب انگلیاں قبلہ رو نہ کر سکے، تو اب مکروہ بھی نہیں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں آیت یا سورت کی تکرار سے کیا مراد ہے؟

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-968

تاریخ اجراء: 16 ذوالحجۃ الحرام 1444ھ / 05 جولائی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں آیت یا سورت کی تکرار سے کیا مراد ہے؟ ایک دو رکعت والی نماز میں جو دو سورتیں پڑھی گئیں، تو کیا اگلی دو رکعتوں والی نماز میں ان سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھنی ہوں گی؟ اگر وہی سورتیں پڑھ لیں، تو کیا یہ تکرار کہلائے گی؟ کیا ایک ہی سورت کو ہر رکعت میں نہیں پڑھ سکتے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں آیت یا سورت کی تکرار سے مراد یہ ہے کہ ایک رکعت میں ایک ہی آیت یا سورت کو بار بار پڑھا جائے یا اسی نماز کی باقی رکعتوں میں بھی وہی آیت یا سورت پڑھی جائے۔ اگر دو رکعتی نماز میں دو سورتیں پڑھ لی ہیں، تو سلام پھیرنے کے بعد شروع کی جانے والی اگلی دو رکعتوں میں وہی سورتیں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ مخصوص سورتوں کی عادت بنالینا کہ وہی سورتیں ان رکعتوں میں پڑھی جائیں، دوسری نہ پڑھی جائیں، منع ہے۔ کبھی کبھار سورتیں تبدیل کرکے بھی نماز ادا کرلینی چاہیے۔

فرض نماز کی ہر رکعت میں بلا عذر ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو مکروہ نہیں، مثلاً دوسری کوئی سورت یاد ہی نہ ہو یا بروقت یاد نہ آرہی ہو یا بلا قصد وہی پہلی سورت دوبارہ شروع کردی یا پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے، جبکہ نفل نماز میں ایک ہی سورت کو ہر رکعت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 548،549، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رکوع کی حالت میں نظر کہاں رکھیں گے؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-1905

تاریخ اجراء: 28 محرم الحرام 1445ھ /16 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

رکوع میں جاکر کہاں نظر رکھنی ہوتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب رکوع میں جائیں تو اپنی نظر اپنے قدموں کی پشت پر رکھیں۔ درمختار میں ہے: "نظره إلى موضع سجوده حال قيامه، وإلى ظهر قدميه حال ركوعه۔" ترجمہ: حالتِ قیام میں سجدے کی جگہ نظر رکھنا اور حالتِ رکوع میں دونوں قدموں کی پُشت پر نظر رکھنا، آدابِ نماز میں سے ہے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، جلد 03، صفحہ 250، مطبوعه: دار الثقافة والتراث، دمشق)

بہارِ شریعت میں ہے "نماز کے مستحبات: (1) حالت قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر کرنا۔ (2) رکوع میں پُشت قدم کی طرف۔" (بہار شریعت، ج 01، حصہ 03، ص 538، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

جس کپڑے کو بلی چاٹ لے، اس میں نماز ہوگی یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1899

تاریخ اجراء: 03 صفر المظفر 1445ھ / 21 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بلی کپڑے کو چاٹ لے، تو نماز ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر بلی کپڑے کو چاٹ لے، تو چاہئے کہ اتنے حصے کو دھو کر نماز پڑھے، بغیر دھوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر اسی طرح پڑھی لی تو نماز ہو جائے گی، البتہ خلاف اولی ہو گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "ویکرہ أن تلحس الھرۃ في کف إنسان ثم یصلي قبل غسلھا" ترجمہ: یہ مکروہ ہے کہ بلی کسی انسان کی ہتھیلی کو چاٹے اور پھر وہ اسے دھوئے بغیر نماز پڑھ لے۔ (الفتاوی الھندیۃ، ج 01، ص 24، دار الفکر)

بہار شریعت میں ہے: "اگر کسی کا ہاتھ بلّی نے چاٹنا شروع کیا تو چاہیے کہ فوراً کھینچ لے یوہیں چھوڑ دینا کہ چاٹتی رہے مکروہ ہے اور چاہیے کہ ہاتھ دھوڈالے بے دھوئے اگر نماز پڑھ لی تو ہو گئی مگر خلافِ اَولیٰ ہوئی۔" (بہار شریعت، ج 01، ص 343، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز مکروہ تحریمی ہونے کے لئے مکروہ تحریمی فعل کا پوری نماز میں پایا جانا ضروری ہے یا کچھ وقت میں؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-946

تاریخ اجراء: 13ذیقعدۃ الحرام1444ھ/03جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے مکروہاتِ تحریمہ میں سے اگر کوئی مکروہ پوری نماز میں اول تا آخر پایا جائے، تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی یا نماز کے کسی جز یا حصہ میں پائے جانے سے بھی مکروہ ہو جائے گی؟ مثلاً: نماز سے پہلے ہی کسی کی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی تھی، اس نے نماز شروع کر دی، اب اگر وہ عملِ قلیل کے ذریعے آستین درست کر لے، تو اس کی نماز کراہت سے نکل جائے گی یا اب بھی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ ضروری نہیں کہ مکروہاتِ تحریمہ میں سے کوئی مکروہِ تحریمی نماز میں اول تا آخر پایا جائے، تو ہی نماز مکرو تحریمی ہو گی۔ نماز سے پہلے آستین آدھی کلائی سے زیادہ اوپر چڑھائی ہوئی تھی، اسی حالت میں نماز میں داخل ہوا، تو نماز شروع ہی کراہت تحریمی کے ساتھ ہوئی، اب اگر وہ عملِ قلیل کے ذریعے آستین درست کر لے، تو بھی اس کی نماز کراہت سے نہیں نکلے گی، یعنی اب بھی واجب الاعادہ ہو گی۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ624، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نمازی "ربناولک الحمد" کہنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1805

تاریخ اجراء: 18ذوالحجۃالحرام1444ھ/7جولائی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے تحمید (یعنی اللھم ربنا ولک الحمد) پڑھنا بھول جائے تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز پڑھتے ہوئے، مقتدی کیلئے صرف تحمید کہنا اور منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے شخص کیلئے رکوع سے اٹھتے ہوئے تسمیع و تحمید (یعنی سمع اللہ لمن حمدہ، اللھم ربنا ولک الحمد) دونوں کہنا سنت ہے اور سنت کے ترک سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ بہار شریعت میں ہے: "رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنا اور مقتدی کے لیے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔(بہار شریعت، حصہ3، صفحہ527، مکتبۃ المدینہ)

درمختار میں ہے: "ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سھوا" ترجمہ: سنت کا ترک نہ نماز کو فاسد کرتا ہے اور نہ ہی سجدہ سہو کو لازم کرتا ہے۔ (درمختار، جلد2، صفحہ207، دار المعرفۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں اشارے سے کسی بات کا جواب دینا کیسا؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1711

تاریخ اجراء: 16 ذوالقعدۃ الحرام 1444ھ/05 جون 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا نماز ادا کرتے ہوئے اشارہ کر سکتے ہیں، جیسے بچے کوئی چیز پوچھیں تو سر سے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیں، کیا اس سے نماز ٹوٹ جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں ہاتھ یا سر کے ذریعے اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لہذا اگر بچے کچھ پوچھیں تو نماز مکمل کرنے کے بعد ہی جواب دیا جائے، البتہ اگر کسی نے جواب دیدیا، تو نماز نہیں ٹوٹے گی، لیکن یہ عمل ضرور مکروہ ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "لو أشار يريد به رد السلام أو طلب من المصلي شيئا فأشار بيده أو برأسه بنعم أو بلا لا تفسد صلاته. هكذا في التبيين ويكره. كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج" ترجمہ: اگر نمازی نے سلام کا جواب اشارے سے دیا یا کسی نے نمازی سے کوئی چیز طلب کی اور نمازی نے اپنے ہاتھ یا سر سے ہاں یا ناں کا اشارہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، یونہی تبیین میں ہے، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ابن امیر الحاج کی شرح منیۃ المصلی میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 98، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیماری کی حالت میں نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2224

تاریخ اجراء: 12 جمادی الاول 1445ھ /27 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری بہن کو فالج ہو گیا ہے، گردن مکمل طور پہ اکڑ چکی ہے، وہ دائیں بائیں نہیں کر سکتی، اس صورت میں وہ نماز کا سلام کیسے پھیرے، اس حوالے سے ہمیں معلومات عطا فرمادیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب وہ گردن پھیرنے سے عاجز ہیں تو ان کے لئے گردن پھیرے بغیر صرف زبان سے دو مرتبہ الفاظ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ لینا کافی ہے۔

بحر الرائق میں ہے "ولفظ السلام۔۔۔ والخروج من الصلاۃ یحصل عندنا بمجرد لفظ السلام۔۔۔ وفي قوله لفظ السلام إشارة إلى أن الالتفات به يمينا ويسارا ليس بواجب، وإنما هو سنة" ترجمہ: اور لفظ "السلام" کہنا واجب ہے اور ہمارے نزدیک صرف السلام کہنے سے ہی نماز سے نکلنا حاصل ہو جائے گا اور مصنف کے قول لفظ السلام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دائیں بائیں سلام پھیرنا واجب نہیں، سنت ہے۔ (بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 318، دار الکتاب الإسلامي)

مراقی الفلاح میں ہے "یسن "الالتفات یمینا ثم یسارا بالتسلیمتین "ترجمہ: دونوں سلاموں کے وقت نمازی کا دائیں بائیں منہ پھیرنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، ص 102، المکتبۃ العصریۃ)

کسی نے غلط مسائل بیان کیے تھے، اس کے مسائل اور ان کی غلطی بیان کرتے ہوئے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "دائیں بائیں طرف سلام پھیرنا فرض ہے، **اس میں تین باتیں فرض کیں، سلام پھیرنا اور اس کا دائیں طرف ہونا اور بائیں طرف ہونا، اور یہ تینوں باطل ہیں ان میں کچھ فرض نہیں، لفظ سلام فقط واجب ہے اور داہنے بائیں منہ پھیرنا سنت۔**" (فتاوی رضویہ، ج 27، ص 611، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس مسجد میں قبر ہو اس میں نماز کا حکم

مجیب: مولانا اعظم عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2211

تاریخ اجراء: 01 جمادی الاول 1445ھ/16 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مسجد میں کوئی قبر ہو، تو کیا وہاں نماز ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر نمازی و قبر کے درمیان سترہ کی مقدار کوئی چیز مثلاً دیوار وغیرہ حائل ہو یا قبر سامنے نہ ہو، بلکہ دائیں بائیں یا پیچھے ہو، تو اس مسجد میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ جب نمازی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور درمیان میں کوئی چیز سترے کی مقدار حائل نہ ہو۔

مسجد نبوی شریف (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا روضہ انور ہے اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی قبر مبارک ہے لیکن ان کے گرد دیوار ہے لہذا اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں حرج نہیں اور پڑھی بھی جاتی ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: "کراہت اس وقت ہے کہ قبر سامنے ہو اور مصلّی اور قبر کے درمیان کوئی شے سُترہ کی قدر حائل نہ ہو ورنہ اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہو یا بقدر سُترہ کوئی چیز حائل ہو، تو کچھ بھی کراہت نہیں۔" (بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ 03، صفحہ 637، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پیاز کھا کر نماز پڑھنا منع ہے یا مسجد میں داخل ہونا؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1106

تاریخ اجراء: 01ربیع الثانی 1445ھ /17اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

پیاز کھا کر نماز پڑھنا منع ہے یا مسجد میں جانا؟ اور کتنی دیر تک مسجد میں نہیں جا سکتے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز کی حالت میں منہ میں بدبو ہونا مطلقاً مکروہ تحریمی ہے چاہے گھر میں ہوں یا مسجد میں، جبکہ مسجد میں اس حالت میں جانا چاہے نماز کے لیے جائے یا ویسے ہی، بہر صورت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔
مسواک یا پیسٹ وغیرہ کے ذریعے منہ کی بدبو دور کر کے جا سکتے ہیں اس میں کسی وقت کی قید نہیں بلکہ بدبو دور کرنے پر مدار ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”جو لوگ غیر خوشبو دار تمبا کو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے اس طرح تمبا کو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حُقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیّر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد 24، صفحہ 544، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پہ ارشاد فرماتے ہیں: ”بوئے بد سے مسجد کو بچانا واجب ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 16، صفحہ، 288 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا: ”اور جب منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام، نماز میں داخل ہونا منع۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 623، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں انگلیاں چٹخانے سے نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1104

تاریخ اجراء: 06ربیع الاول1445ھ /23ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

انگلیاں چٹخانے سے نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے تو کیا واجب الاعادہ بھی ہوگی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔ جس نماز میں ایسا عمل کیا، توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ نماز بھی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

فتاویٰ فقیہِ ملت میں ہے: ”نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا تفرقع اصابعک وانت فی الصلاۃ یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ (سنن ابن ماجہ)۔۔۔اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔“ (فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ183، شبیر برادرز، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں کچھ وقت کے لئے قضائے حاجت در پیش آئی پھر ختم ہوگئی تو کیا حکم ہے ؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1084

تاریخ اجراء: 29 صفر المظفر 1445ھ / 16 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں کچھ دیر کے لئے قضائے حاجت کی شدت ہوئی، نمازی نے روکے رکھا دو رکعت مکمل کی تو شدت ختم ہوگئی، تو کیا نماز واجب الاعادہ ہو گی ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کسی کو دورانِ نماز ریح، پیشاب یا پاخانہ کی شدت سے حاجت پیش آئی اور اس نے اسی حالت میں نماز مکمل کرلی اگرچہ بعد میں شدت ختم ہوگئی مگر اس کی وجہ سے وہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگئی اب اس نماز کا لوٹانا لازم ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: "شدت کا پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت، یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد 01، صفحہ 625، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہارِ شریعت میں ہے: "جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کیے ہر نماز مکروہ ہے مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔" (بہارِ شریعت، جلد 01، صفحہ 457، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چوری کئے ہوئے لباس میں نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1079

تاریخ اجراء: 27 صفر المظفر 1445ھ / 14 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

چوری کئے ہوئے لباس کو پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

چوری کئے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، لہذا اگر ایسے کپڑوں میں نماز پڑھ لی، تو جائز کپڑے پہن کر اس نماز کا اعادہ (دوہرانا) واجب ہے۔

امامِ اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت، شاہ امام احمد رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا: "لان الفساد مجاور" (کیونکہ فساد نماز سے باہر ہے) مگر نماز مکروہ تحریمی ہو گی "للاشتمال علی المحرم" (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کالصلوۃ فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء" (جس طرح مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم اور یہ برابر ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 292، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1064

تاریخ اجراء: 13 صفر المظفر 1445ھ / 31 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں ایک رکعت کے اندر سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور سورت ملانے سے پہلے آمین کے بعد پھر پڑھی تو کیا یہ دوبار پڑھنا درست ہے جبکہ اس کی عادت بنی ہوئی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن یعنی اچھا عمل ہے۔ البتہ مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا قراءت نہیں کرے گا اور بسم اللہ شریف بھی نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: "تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔" (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 423، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2045

تاریخ اجراء: 18 ربیع الاول 1445ھ / 05 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

چین والی گھڑی پہننے کے بارے میں علمائے اہلسنت کا اختلاف ہے، بعض علمائے کرام ومفتیانِ عظام کے نزدیک اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جبکہ بہت سے جید مفتیانِ کرام اور دار الافتا اہلسنت کے نزدیک چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔ البتہ! چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لہذا اختلاف سے بچنے کے لیے نماز پڑھتے وقت چین والی گھڑی اتار دینا بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

درہم سے کم مقدار میں مذی لگی ہو تو نماز کا حکم

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2364

تاریخ اجراء: 29 جمادی الثانی 1445ھ / 12 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی صاحب ترتیب شخص کے پائجامہ پر مختلف جگہ پر تھوڑی تھوڑی مذی لگ گئی جس کی کل مقدار ایک درہم سے کم بنتی ہے، تو نماز پڑھتے وقت وہ اسے تبدیل کرنا بھول گیا اور اسی کو پہنے ہوئے چار نمازیں پڑھ لیں۔ ان نمازوں کا کیا حکم شرعی ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر مختلف جگہوں پر لگی مذی کی مقدار کو جمع کرنے سے مجموعہ درہم کی مقدار سے کم تھا تو وہ چاروں نمازیں ادا ہو گئیں، ان کا اعادہ کرنا لازم نہیں، کیونکہ اگر نجاستِ غلیظہ کپڑے پر ایک درہم سے کم پر لگی ہو، تو اس کو دھونا سنت ہے اور اگر اسے پہن کر نماز پڑھ لی، تو اس نماز کا اعادہ سنت ہے، لازم نہیں۔ تو جب صاحب ترتیب کی نمازیں ادا ہو گئیں، تو اس کی ترتیب پر بھی کوئی فرق نہیں آیا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "کل ما یخرج من بدن الإنسان مما یوجب خروجه الوضوء أو الغسل فهو مغلظ کالغائط والبول والمني والمذي والودي والقیح والصدید والقيء إذا ملأ الفم" (الفتاوی الهندیة، الباب السابع فی النجاسة واحکامها، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة، جلد 1، صفحه 46، دار الفکر، بیروت)

درمختار میں ہے "(وعفا) الشارع (عن قدر درهم) وإن کره تحریما، فیجب غسله، وما دونه تنزیها فیسن، وفوقه مبطل فیفرض "ترجمہ: شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے (نجاستِ غلیظہ) درہم کی مقدار معاف قرار دی، اگرچہ اس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہو گی، پس اسے دھونا واجب ہے، اور درہم سے کم میں نماز مکروہ تنزیہی ہو گی، پس اسے دھونا سنت ہے اور درہم سے زائد نماز کو باطل کر دے گی پس اسے دھونا فرض ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الانجاس، ج 1، ص 317، 316، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا مرد کے برابر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1197

تاریخ اجراء: 22جمادی الاول1445ھ /07دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر مرد نماز پڑھ رہا ہو اور عورت اس کے ساتھ آکر کھڑی ہو جائے تو اس صورت میں مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے کیا یہ حکم جماعت کی صورت میں ہے یا پھر منفرد پڑھنے کی صورت میں بھی جیسے کہ گھر میں اگر شوہر اور بیوی اپنی اپنی نماز پڑھیں لیکن بیوی شوہر کے برابر میں ہو؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ حکم جماعت کی صورت میں ہے یعنی دونوں کسی ایک امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہوں یا عورت اسی مرد کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی ہو۔ البتہ اپنی اپنی نماز پڑھتے ہوئے بھی عورت کو پیچھے کھڑا ہونا چاہیے کہ برابر کھڑا ہونے کی صورت میں مرد کی نماز اگرچہ فاسد نہ ہو گی لیکن مکروہ ہو گی۔

عورت اگر مرد کے برابر ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس کی ایک شرط بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:” وہ نماز دونوں میں تحریمۃً مشترک ہو یعنی عورت نے اس کی اقتدا کی ہو یا دونوں نے کسی امام کی، اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو، تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں، تو فاسد نہ ہو گی، مکروہ ہو گی۔ “(بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ 587، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسجد میں رکھی پلاسٹک کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1163

تاریخ اجراء: 30ربیع الثانی1445ھ /15نومبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مسجد میں جو سبز رنگ کی پلاسٹک کی ٹوپیاں ہوتی ہیں، وہ پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد میں جو پلاسٹک کی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں انہیں پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ ایسا لباس پہن کر نماز ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے جسے پہن کر کوئی شخص معزز لوگوں کے سامنے جانا گوارا نہیں کرتا بلکہ اس کو باعثِ عیب وعار سمجھتا ہے۔ البتہ اس میں اگر نماز پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے پاس ایک خوبصورت سی ٹوپی رکھیں تاکہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عمدہ لباس کے ساتھ حاضری دیں۔

وقار الفتاویٰ میں ہے: ”مسجد میں بید کی یا کھجور کے پتوں کی جو ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، ان کو پہن کر کوئی مسجد سے باہر نکلنا اور لوگوں کے سامنے جانا گوارا نہیں کرے گا، لہٰذا ان کو اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہو گی۔“ (وقار الفتاوی، جلد2، صفحہ240، بزمِ وقار الدین، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دوسجدوں کے درمیان دعا پڑھنا

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2288

تاریخ اجراء: 07 جمادی الثانی 1445ھ/21 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ دو یا چار فرضوں کے دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نماز میں امام و مقتدی اور اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان دعائیہ الفاظ "اللھم اغفرلی" کہنا مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا کرنا مکروہ ہے۔ جب کوئی شخص اکیلے نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے دو سجدوں کے درمیان مطلقاً عربی میں دعا کرنا جائز ہے چاہے وہ دعا قدرے طویل ہو۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے: "ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجاً من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامداً، ولم أر من صرح بذلك عندنا، لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف" ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ امام احمد کے اختلاف سے بچنے کے لیے دو سجدوں کے درمیان مغفرت کی دعا مستحب ہو کیونکہ ان کے نزدیک جان بوجھ کر دو سجدوں کے درمیان دعا چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ ہمارے نزدیک اس بات کی کسی نے تصریح کی ہو البتہ اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے دو سجدوں کے درمیان دعا کے استحباب کی صراحت کی ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب: فی اطالۃ الرکوع، ج 02، ص 261، دار المعرفہ، بیروت)

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ دو سجدوں کے درمیان دعا کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "اللھم اغفرلی" کہنا امام و مقتدی و منفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 6، ص 182، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

واش روم کے اوپر بنے ہوئے فلیٹ میں نماز پڑھنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1122

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاول 1445ھ / 30 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بہار شریعت وغیرہ میں استنجا خانے کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی لکھا ہوا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ حکم موجودہ دور کے فلیٹوں میں بھی ہو گا؟ اگر ایک فلیٹ میں جس جگہ واش روم بنا ہوا ہو اور اس کے اوپر بنے ہوئے فلیٹ میں اس واش روم کی چھت پر کمرہ ہو تو کیا اوپر والے فلیٹ کے کمرے کے اس مقام پر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہو گا جبکہ نیچے والے فلور کے واش روم کی بدبو اوپر والے فلیٹ میں نہیں آتی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

استنجاخانے کی چھت پر نماز پڑھنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے کی وجہ استنجاخانے سے نکلنے والی بدبو ہے، چونکہ نیچے والے فلیٹ میں موجود استنجاء خانے کی بدبو اوپر والے فلیٹ میں نہیں جاتی اس لیے اوپر والے فلیٹ کے اس حصے پر نماز پڑھنے میں کراہت کا حکم نہیں ہو گا۔

در مختار میں ہے: "تکرہ فی کنیف وسطوحھا" یعنی: استنجاء خانے اور اس کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (در مختار، جلد 2، صفحہ 52، مطبوعہ پشاور)

علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ "وسطوحھا" کے تحت کراہت کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لخروج الرائحۃ الکریھۃ علی المصلی، والذی یظھر فی ھذا کراھۃ التنزیہ" یعنی: اُس بو کے نکلنے کی وجہ سے جو نمازی کو ناپسندیدہ ہوتی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، جلد 2، صفحہ 51، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں جماہی روکنے کے لیے تین بار ہاتھ اٹھانا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-2267

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاول 1445ھ /14 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں اگر جماہی آئے، تو کیا 3 بار ہاتھ اٹھا کر جماہی روک سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں جماہی (Yawn) آئے، تو منہ بند کیے رکھنا مستحب ہے اور ایک رُکن، مثلاً: قیام، رکوع، سجود، وغیرہ میں ایک ہاتھ کو بضرورت دو بار اٹھانے کی اجازت ہے، تین بار اٹھانے سے نماز ٹوٹ جائے گی، لہٰذا جماہی آئے، تو اولاً: اس کو ویسے ہی روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دانتوں سے ہونٹ کو دبا دیا جائے، پھر بھی نہ رکے، تو قیام میں سیدھے ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانپ لے اور قیام کے علاوہ اور مقامات پر بائیں ہاتھ کی پشت سے یا دونوں میں آستین سے اور بلاضرورت ہاتھ یا کپڑے سے مونھ ڈھانکنا، مکروہ ہے۔

بہار شریعت میں نماز کے مستحبات کے بیان میں ہے "جماہی آئے تو مونھ بند کیے رہنا اور نہ رُکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رُکے تو قیام میں داہنے ہاتھ کی پُشت سے مونھ ڈھانک لے اور غیر قیام میں بائیں کی پُشت سے یا دونوں میں آستین سے اور بلاضرورت ہاتھ یا کپڑے سے مونھ ڈھانکنا، مکروہ ہے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 538، مکتبۃ المدینہ)

بہار شریعت ہی میں ہے "نماز میں بالقصد جماہی لینا مکروہ تحریمی ہے اور خود آئے تو حرج نہیں، مگر روکنا مستحب ہے اور اگر روکے سے نہ رُکے تو ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہ رُکے تو داہنا یا بایاں ہاتھ مونھ پر رکھ دے یا آستین سے مونھ چھپالے، قیام میں دہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے موقع پر بائیں سے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 627، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تنہا نماز پڑھنے والا بھی سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہے گا؟

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2617

تاریخ اجراء: 22 رمضان المبارک 1445ھ / 02 اپریل 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے گا یا نہیں؟ جیسے امام صاحب کے پیچھے کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

تنہا نماز پڑھنے والا بھی سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہے گا، اس کے لیے بھی آمین کہنا سنت ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ”ویسن التأمین للإمام والمأموم والمنفرد“ ترجمہ: (سورہ فاتحہ کے بعد) آمین کہنا، امام و مقتدی و منفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے) سب کے لئے سنت ہے۔ (مراقی الفلاح، ص 97، المکتبۃ العصریۃ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ننگے سر اور پائنچے ٹخنے سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1464

تاریخ اجراء: 22رجب المرجب1445ھ /03فروری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مجھے نماز میں ٹوپی پہننے سے سر بھاری محسوس ہوتا ہے اور زیادہ دیر ٹوپی سر پر رکھوں تو سر درد کرنے لگ جاتا ہے اور بغیر ٹوپی کے خشوع و خضوع بھی بہتر ہوتا ہے تو کیا میں اسی طرح ٹوپی کے بغیر نماز پڑھ سکتا ہوں؟ اسی طرح شلوار ٹخنوں سے اوپر کرتا ہوں تو اوپر سے شلوار پیٹ پر چلی جاتی جس سے پیٹ پر گھٹن محسوس ہوتی اور خشوع و خضوع نہیں ملتا تو کیا بغیر شلوار اوپر کیے نماز پڑھ سکتا ہوں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

ننگے سر نماز پڑھنے کے حوالے سے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ”سستی سے ننگے سَر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو، مکروہِ تنزیہی (یعنی ناپسندیدہ) ہے اور اگر تحقیرِ نماز مقصود ہے، مثلاً نماز کوئی ایسی مُہتَم بالشان (یعنی اہم) چیز نہیں جس کے لئے ٹوپی، عمامہ پہنا جائے تو یہ کُفر ہے اور خُشوع خُضوع (یعنی نماز میں دل لگنے) کے لئے سَر برہنہ (یعنی ننگے سَر نماز) پڑھی تو مستحب ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 631، مکتبۃ المدینہ کراچی)

نیز تکبر کے ارادے سے نماز یا نماز کے علاوہ پائنچے ٹخنوں سے نیچے رکھنا ناجائز و گناہ ہے، لہذا ہمیشہ شلوار یا پینٹ اتنی اوپر باندھنی چاہئے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا نہ لٹکے، البتہ اگر شلوار یا پینٹ خود ہی نیچے ہو جاتی ہو اور تکبر کی نیت بھی نہ ہو تو یہ گناہ نہیں ہے، اور اس صورت میں نماز ہو جائے گی، خیال رہے کہ نماز میں ٹخنے ظاہر کرنے کے لئے پائنچے یا پینٹ اوپر یا نیچے سے فولڈ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ٹوپی نارمل ہلکے کپڑے یا جالی والی پہنیں تو سر میں بھاری پن پیدا نہیں ہو گا، نیز شلوار لمبی ہونے کی وجہ سے آپ کو یہ پرابلم ہوتی ہے لہذا شلوار اتنی ہی لمبائی میں سلوائیں کہ نارمل حالت میں ہی وہ ٹخنوں سے اوپر رہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ثناء سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھ لیں تو اب ثناء پڑھیں یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1402

تاریخ اجراء: 27 جمادی الثانی 1445ھ / 10 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ثنا سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا تو اب ثناء پڑھے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

تکبیر تحریمہ کے بعد پہلے ثنا پھر تعوذ پھر تسمیہ پڑھنا سنت ہے اگر کسی نے تکبیر کے بعد تعوذ پڑھنا شروع کر دی تو اب ثنا نہ پڑھے اس سے سجدہ سہو وغیرہ لازم نہیں ہو گا اور اس کی نماز بھی ہو جائے گی نیز یہ بھی یاد رہے کہ ثنا پڑھنا سنت موکدہ ہے، بلا عذر اس کے چھوڑنے کی عادت بنانا گناہ ہے۔

بہار شریعت میں نماز کی سنتیں بیان کرتے ہوئے صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”(۱۳) ثنا و (۱۴) تعوذ و (۱۵) تسمیہ و (۱۶) آمین کہنا اور (۱۷) ان سب کا آہستہ ہونا (۱۸) پہلے ثنا پڑھے۔ (۱۹) پھر تعوذ (۲۰) پھر تسمیہ۔“

مزید فرماتے ہیں: ”اگر ثنا و تعوذ و تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قراءت شروع کر دی تو اعادہ نہ کرے کہ ان کا محل ہی فوت ہو گیا، یوہیں اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا تو ثنا کا اعادہ نہیں۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ 522، 524، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

قضا نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت کا حکم؟

مجیب: مولانا احمد سلیم عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2437

تاریخ اجراء: 06 رجب المرجب 1445ھ / 18 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

قضا نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کچھ نہیں پڑھا جائے گا یا پوری تلاوت کی جائے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فرض نماز بطور قضا پڑھی جائے یا بطور ادا، دونوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے، واجب نہیں۔ اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا یا اتنی مقدار خاموش رہنا بھی جائز ہے، البتہ تسبیح پڑھنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔

اور اگر کسی نے فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھ لی، تو اس سے سجدہ سہو وغیرہ لازم نہیں ہو گا، خواہ اس نے جان بوجھ کر پڑھی ہو یا پھر بھولے سے۔ بلکہ منفرد یعنی تنہا نماز ادا کرنے والے کے لئے ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا افضل قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ امام کے لیے مکروہ ہے اور اگر مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حالتِ نماز میں ہاتھ یا پاؤں کی انگلیاں چٹخانے کا حکم؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12918

تاریخ اجراء: 30 ذوالحجۃ الحرام 1444ھ / 19 جولائی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالتِ نماز میں ہاتھ یا پاؤں کی انگلیاں چٹخانے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالتِ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہِ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے خواہ ہاتھ کی انگلیاں چٹخائی جائیں یا پاؤں کی۔

فتاوی ھندیہ میں ہے: "یکرہ ان یشبک اصابعہ وان یفرقع کذافی فتاوی قاضی خان والفرقعۃ ان یغمزھا او یمدھا حتی تصوت کذافی النھایۃ "یعنی تشبیکِ اصابع (ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا) اور انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے اور انگلیاں چٹخانا یہ ہے کہ ان کو دبائے یا کھینچے یہاں تک کہ آواز نکل آئے ایسا ہی نہایہ میں ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد 1، صفحہ 117، مطبوعہ: بیروت)

علامہ شیخ عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ مکروہاتِ نماز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والرابع والعشرون: فرقعۃ الاصابع ای غمزھا و مدھا من الید او الرجل لتصوت "یعنی چوبیسواں مکروہ: انگلیاں چٹخانا ہے یعنی ہاتھ یا پاؤں کی انگلیاں دبانا یا کھینچنا تاکہ وہ آواز کریں۔ (الجوھر الکلی شرح عمدۃ المصلی، صفحہ 223-224، مطبوعہ: بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "(10) انگلیاں چٹکانا (11) انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے" (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 625، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فوائدِ رضویہ میں ہے: "نماز میں انگلی چٹکانا گناہ و ناجائز ہے، یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لئے جا رہا ہے۔" (فوائد رضویہ من فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 1021، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نمازی کے دائیں، بائیں یا پیچھے تصویر ہو، تو نماز کا کیا حکم ہوگا

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-323

تاریخ اجراء: 09ذوالقعدۃالحرام1443ھ/09جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نمازی کے دائیں بائیں یا پیچھے تصویر ہو تو، کیا نماز مکروہِ تحریمی ہو گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تصویر پورے قد کی ہو مگر نمازی کے سامنے نہ ہو نمازی کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو اگرچہ بطورِ تعظیم آویزاں ہو۔اس صورت میں تشبہ نہ ہونے کی وجہ سے کراہتِ تحریمی لازم نہ آئے گی، ہاں تعظیم کے پائے جانے کی وجہ سے کراہتِ تنزیہی لازم آئے گی۔

سیدی اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ جد الممتار میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔

جد الممتار میں تصویر سے کراہت لازم ہونے سے متعلق ہے:" ان علۃ کراھۃ التحریم فی الصلاۃ ھو التشبہ بعبادۃ الوثن کمافی الھدایۃ والفتح وغیرھما وفی الاقتناء ھو وجودھا فی البیت علی جھۃ التعظیم وھو المانع للملائکۃ عن الدخول فیہ فمقطوع الرأس او الوجہ منتف فیہ الوجھان اما فاقد عضو آخر لا حیاۃ بدونہ کما تعارفوا فی 'فوطوغرافیا' من تصویر النصف الاعلی او الی الصدر فالتشبہ منتف لانھم لا یعبدون مقطوعا فتنتفی کراھۃ التحریم من الصلاۃ وفیھا الکلام ھنا ولا یلزم منہ انتفاءھا عن الاقتناء ان وجد التعظیم لان مدارھا فیہ ھذا لا التشبہ فتعلیق امثال صور النصف او وضعھا فی القزازات وتزیین البیت بھا کما ھو متعارف عند الکفرۃ والفسقۃ کل ذلک مکروہ تحریما ومانع عن دخول الملائکۃ وان لم تکرہ الصلاۃ ثم تحریما بل تنزیھا"یعنی نماز میں (تصویر کے مکروہ تحریمی ہونے کی) علت بتوں کی عبادت سے مشابہت ہے جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے اور (گھر میں تصویر کے رکھنے کے مکروہ تحریمی ہونے کی علت) تصویر کا تعظیم کے طور پر ہونا ہے اور یہ فرشتوں کے گھر میں داخل

ہونے سے مانع ہے تو سر کٹا ہوا یا چہرہ مٹی ہوئی (تصویر) میں دونوں علتیں منتفی ہیں رہی وہ تصویر کہ جس میں کوئی ایسا عضو نہ ہو کہ جس کے بغیر زندگی (ممکن) نہ ہو جیسا کہ عام طور پر 'فوٹو گراف والی تصویر' میں (بدن کا) اوپری نصف حصہ یا سینے تک (کا حصہ) ہوتا ہے، تو (ایسی تصویر میں) تشبہ نہیں ہے، اس لئے کہ (کفار) مقطوع بتوں کی عبادت نہیں کرتے (لہذا نماز بھی) مکروہ تحریمی نہیں ہوگی اور اس کے بارے میں یہاں کلام ہے اور اس سے (تصویر کے) بطور تعظیم رکھنے کے مکروہ تحریمی ہونے کا انتفاء لازم نہیں آتا اس لئے کہ (تصویر رکھنے کے مکروہ تحریمی ہونے) کا مدار یہ (تعظیم) ہے نہ کہ تشبہ (بالاوثان) تو آدھے قد کی تصویر کو لٹکانا اور اس کو محفوظ جگہوں میں رکھنا اور گھر کو اس سے مزین کرنا جیسا کہ کافروں اور فاسقوں کے ہاں رائج ہے یہ سب مکروہ تحریمی ہے اور فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے سے مانع اگرچہ اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوتی بلکہ تنزیہی ہوتی ہے۔ (جد الممتار، جلد:3، صفحہ:409، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ردالمحتار میں ہے: "والتعظیم اعم کما لو کانت عن یمینه او یساره۔۔۔ فانه لا تشبه فیها بل فیها تعظیم (ملتقطا)" یعنی تعظیم (تشبہ سے) عام ہے اگرچہ (تصویر) نمازی کے دائیں یا بائیں ہو کیونکہ (ان صورتوں میں) تشبہ نہیں ہے بلکہ تعظیم ہے۔ (ردالمحتار علی درمختار، جلد:2، صفحہ:419، مطبوعہ بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تراویح کی چار رکعت کے بعد اگر تسبیح تراویح نہ پڑھی، وقفہ نہ کیا تو کیا حکم ہوگا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-151

تاریخ اجراء: 11 رمضان المبارک 1443ھ /13 اپریل 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ چار رکعت تراویح پڑھ کر مرد حضرات تسبیح پڑھتے ہیں، مگر عورتیں تراویح پڑھتے ہوئے چار رکعت پر وقفہ بھی نہیں کرتیں اور یہ تسبیح بھی چھوڑ دیتی ہیں، اس صورت میں عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تراویح کی چار رکعتیں پڑھنے کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعت ادا کی ہیں، مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں، نیز اس بیٹھنے کے دوران اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے اتنی دیر خاموش بیٹھا جائے یا تلاوت، ذکر واذکار، درود پاک یا تسبیح وغیرہ کا ورد کیا جائے، لہذا عورتوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے، تاہم اگر کسی نے یہ وقفہ نہیں کیا یا تسبیح نہیں پڑھی تو ان پر کوئی پکڑ نہیں البتہ مستحب پر عمل کرکے اس ثواب کو حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "ہر چار رکعت پر اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں، پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو نہ بیٹھے۔ اس بیٹھنے میں اسے اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا چار رکعتیں تنہا نفل پڑھے جماعت سے مکروہ ہے یا یہ تسبیح پڑھے: سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحي الذي لا ینام ولا یموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح لا إلہ إلا اللہ نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 4، ص 690-691، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

نماز کے دوران کسی تحریر کو سمجھنا

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-773

تاریخ اجراء: 02ذیقعدۃالحرام1443ھ /02جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کے دوران کسی تحریر کو دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس پر سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تحریر کو دیکھ کر زبان سے نہ پڑھے، صرف سمجھے، تو کیا اس سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے دوران کسی تحریر کو دیکھا، اور سمجھا، لیکن زبان سے پڑھا نہیں، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، ہاں قصداً کسی تحریر کو دیکھنا اور بقصد سمجھنا مکروہ ہے کہ اعمال نماز کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا ہے، اور اگر وہ تحریر غیر دینی ہو، تو کراہت زیادہ ہے۔ ہاں اگر بلا قصد ہوا تو مکروہ بھی نہیں۔

درمختار میں ہے "(ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه) ولو مستفهما وإن كره" ترجمہ: نمازی کا کسی مکتوب کی طرف نظر کرنا اور اسے سمجھنا مفسدِ نماز نہیں اگرچہ وہ سمجھنے کے قصد سے نظر کرے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "(قوله وإن كره) أي لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلاة، وأما لو وقع عليه نظره بلا قصد وفهمه فلا يكره" ترجمہ: (مصنف کا قول ایسا کرنا مکروہ ہے) نمازی کے اس عمل میں مشغول ہونے کی وجہ سے جو اعمالِ نماز میں سے نہیں اور اگر اس کی نظر بلا قصد مکتوب پر پڑھی اور اسے سمجھا تو مکروہ نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج2، ص479، دار المعرفۃ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "اور (تحریر) جب غیر دینی ہو تو کراہت زیادہ۔" (بہار شریعت، ج01، حصہ03، ص609، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2058

تاریخ اجراء: 23 ربیع الاول 1445ھ / 10 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا فرض سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے جائیں، پھر ہاتھ، پھر ناک پھر پیشانی۔ اور دونوں ہاتھ، چہرہ کے برابر میں اس طرح ہوں کہ انگوٹھے کانوں کی سیدھ میں ہو جائیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کر دے اور سجدے سے اٹھنے میں اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے۔ نیز مرد کیلئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ وہ اپنے بازو کروٹوں سے، پیٹ رانوں سے جدا رکھے، اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے، ہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں جب صف میں ہو تو اب بازو کروٹوں سے جدا نہ کرے۔ اور عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کو کروٹوں سے، پیٹ کو رانوں سے، رانوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دے۔

بہار شریعت میں ہے: ”سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سجدہ کو جاتے، تو پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب اٹھتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔ اصحاب سُنن اربعہ اور دارمی نے اس حدیث کو وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 528، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت ہی میں ہے: ”مرد کے لیے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں، اور پیٹ رانوں سے اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے، مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔۔۔ (مگر) عورت سمٹ کر سجدہ

کرے، یعنی بازو کروٹوں سے ملادے، اور پیٹ ران سے، اور ران پنڈلیوں سے، اور پنڈلیاں زمین سے۔ ملتقطاً" (بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ 529-528، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنت مؤکدہ نماز بیٹھ کر ادا کرنا

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2297

تاریخ اجراء: 09 جمادی الثانی 1445ھ / 23 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا سنت مؤکدہ نماز بیٹھ کر ادا کی جا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سنت فجر میں قیام ضروری ہے بلا عذر بیٹھ کر نہیں ہوگی۔ اور تراویح بیٹھ کر بلا عذر پڑھنا مکروہ ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہوگی ہی نہیں۔

ان کے علاوہ بقیہ سنن مؤکدہ کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل بھی کھڑے ہو کر ہی ادا کیے جائیں، کیونکہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر کوئی عذر ہو تو سنن مؤکدہ بلا کراہت بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

تنویر الابصار میں ہے: "(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا)" ترجمہ: قیام پر قدرت کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا: "في غير سنة الفجر في الأصح كما قدمه المصنف، بخلاف سنة التراويح لأنها دونها في التأكد، فتصح قاعدا وإن خالف المتوارث وعمل السلف" ترجمہ: یعنی سنت فجر کے علاوہ نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے جیسا کہ مصنف نے پہلے بیان کیا۔ بخلاف نماز تراویح کے (یعنی تراویح کی نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے) کیونکہ اس کی تاکید سنت فجر کی بہ نسبت کم ہے لہذا اسے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اگرچہ یہ متوارث اور اسلاف کے عمل کے خلاف ہے۔ (در مختار شرح تنویر الابصار معہ رد المحتار، جلد 02، صفحہ 36، مطبوعہ بیروت)

مراقی الفلاح میں ہے: "(یجوز النفل) إنما عبر به لیشمل السنن المؤکدة وغیرها فتصح إذا صلاها (قاعدا مع القدرة علی القیام)۔۔۔یقال إلا سنة الفجر لما قیل بوجوبها وقوة تأکدها" ترجمہ: قیام پر قدرت ہونے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، اس مسئلے کو مطلق نفل کے ساتھ اس لیے بیان کیا تاکہ سنن مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کو بھی شامل ہو جائے لہذا جب سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ کو بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز درست ہو گی۔۔۔ ۔کہا گیا ہے کہ سنت فجر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس کو واجب بھی کہا گیا ہے اور اس کی تاکید زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ 151،152، مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ)

بہار شریعت میں ہے: "تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے، بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہو گی ہی نہیں۔" (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 04، صفحہ 693، مکتبۃ المدینہ)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر:Nor-12456

تاریخ اجراء:09ربیع الاول1444ھ/06اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکیلے فرض نماز پڑھتے ہوئے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ساتھ سورۂ نصر اور سورۂ لہب پڑھ لی، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تنہا فرض نماز پڑھنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ فرض کی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ دو سورتوں کو جمع نہ کرے، البتہ اگر جمع کر لے اور ان دونوں سورتوں کے مابین کسی سورت کا فاصلہ نہیں، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ پوچھی گئی صورت میں افضل یہی تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد دو سورتوں کو جمع نہ کیا جاتا، البتہ جبکہ دو سورتوں کو جمع کر لیا اور ان کے درمیان کوئی اور سورت موجود نہیں، تو اس میں بھی کوئی کراہت والی بات نہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے:"لو جمع بین السورتین فی رکعۃ لا یکرہ لما روی: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوتر بسبع سور من المفصل۔ والافضل ان لا یجمع"یعنی اگر کسی نے ایک رکعت میں دو سورتیں جمع کیں تو مکروہ نہیں، کیونکہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر ادا کیے، جس میں طوال مفصل کی سات سورتیں پڑھیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ ایک رکعت میں سورتوں کو جمع نہ کرے۔(بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ44، مطبوعہ :بیروت)

فتح القدیر میں ہے:"لو جمع بین السورتین فی رکعۃ لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا باس بہ"یعنی اگر ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کیا، تو ایسا کرنا مناسب نہیں اور اگر کر لیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(فتح القدیر، جلد 1، صفحہ352، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فرض کی ایک رکعت میں دو سورت نہ پڑھے اور منفرد پڑھ لے تو حرج بھی نہیں، بشرطیکہ ان دونوں سورتوں میں فاصلہ نہ ہو اور اگر بیچ میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ دیں، تو مکروہ ہے۔'' (بہار شریعت، جلد1، صفحہ549، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نمازی کے پیچھے جاندار کی تصویر والا اسکول بیگ ہو، تو نماز کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1446

تاریخ اجراء: 20 رجب المرجب 1445ھ / 01 فروری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی کمرے میں ایسا سکول بیگ موجود ہو جس پر جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو یا انسانوں کی شکل والے کارٹون بنے ہوئے ہوں اس صورت میں اس کمرے میں پڑھی جانے والی نماز مکروہ تحریمی ہو گی جبکہ ایسا بیگ نمازی کے پیچھے ہو؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیگ پر موجود تصویر اگر ایسی ہو کہ اسے زندہ تصور کیا جاسکے اور وہ پورے قد کی ہو مگر نمازی کے سامنے نہ ہو نمازی کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو اگرچہ بطورِ تعظیم آویزاں ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہو گی البتہ گھر میں ایسی تصویر بطور تعظیم رکھنا جائز نہیں ہے۔

جد الممتار میں تصویر سے کراہت لازم ہونے سے متعلق ہے: "ان علة كراهة التحريم في الصلاة هو التشبه بعبادة الوثن كما في الهداية والفتح وغيرهما وفي الاقتناء هو وجودها في البيت على جهة التعظيم وهو المانع للملائكة عن الدخول فيه فمقطوع الرأس او الوجه منتف فيه الوجهان اما فاقد عضو آخر لا حياة بدونه كما تعارفوا في 'فوطوغرافيا' من تصوير النصف الاعلى او الى الصدر فالتشبه منتف لانهم لا يعبدون مقطوعا فتنتفي كراهة التحريم من الصلاة وفيها الكلام هنا ولا يلزم منه انتفاءها عن الاقتناء ان وجد التعظيم لان مدارها فيه هذا لا التشبه فتعليق امثال صور النصف او وضعها في القزازات وتزيين البيت بها كما هو متعارف عند الكفرة والفسقة كل ذلك مكروه تحريما ومانع عن دخول الملائكة وان لم تكره الصلاة ثم تحريما بل تنزيها" یعنی نماز میں (تصویر کے مکروہ تحریمی ہونے کی) علت بتوں کی عبادت سے مشابہت ہے جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے اور (گھر میں تصویر کے رکھنے کے

مکروہ تحریمی ہونے کی علت) تصویر کا تعظیم کے طور پر ہونا ہے اور یہ فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہے تو سر کٹا ہوا یا چہرہ مٹی ہوئی (تصویر) میں دونوں علتیں منتفی ہیں رہی وہ تصویر کہ جس میں کوئی ایسا عضو نہ ہو کہ جس کے بغیر زندگی (ممکن) نہ ہو جیسا کہ عام طور پر 'فوٹو گراف والی تصویر' میں (بدن کا) اوپری نصف حصہ یا سینے تک (کا حصہ) ہوتا ہے، تو (ایسی تصویر میں) تشبہ نہیں ہے، اس لئے کہ (کفار) مقطوع بتوں کی عبادت نہیں کرتے (لہذا نماز بھی) مکروہ تحریمی نہیں ہوگی اور اس کے بارے میں یہاں کلام ہے اور اس سے (تصویر کے) بطور تعظیم رکھنے کے مکروہ تحریمی ہونے کا انتفاء لازم نہیں آتا اس لئے کہ (تصویر رکھنے کے مکروہ تحریمی ہونے) کا مدار یہ (تعظیم) ہے نہ کہ تشبہ (بالاوثان) تو آدھے قد کی تصویر کو لٹکانا اور اس کو محفوظ جگہوں میں رکھنا اور گھر کو اس سے مزین کرنا جیسا کہ کافروں اور فاسقوں کے ہاں رائج ہے یہ سب مکروہ تحریمی ہے اور فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے سے مانع اگرچہ اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوتی بلکہ تنزیہی ہوتی ہے۔ (جد الممتار، جلد:3، صفحہ:409، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ردالمحتار میں ہے: "والتعظیم اعم کمالو کانت عن یمینہ او یسارہ۔۔۔ فانہ لا تشبہ فیہا بل فیہا تعظیم (ملتقطا)" یعنی تعظیم (تشبہ سے) عام ہے اگرچہ (تصویر) نمازی کے دائیں یا بائیں ہو کیونکہ (ان صورتوں میں) تشبہ نہیں ہے بلکہ تعظیم ہے۔ (ردالمحتار علی درمختار، جلد:2، صفحہ:419، مطبوعہ: بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں ہلنا جھلنا کیسا ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1677

تاریخ اجراء: 04ذوالقعدۃالحرام1444ھ/25مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیانماز میں ہلنے سے نماز ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں بلاوجہ شرعی دائیں بائیں جھومنا مکروہ تنزیہی ہے، اس سے بچنا چاہئے، لیکن اس کے باوجود نماز ہو جائے گی۔ ہاں تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دینا اور کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃ وعلی یسراہ أخری. کذافي الذخیرۃ" ترجمہ: نماز میں دائیں طرف اور پھر بائیں طرف جھکنا مکروہ ہے، جیساکہ ذخیرہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیۃ، کتاب الصلاۃ، فصل فیمایکرہ فی الصلاۃ۔۔۔الخ، ج1، ص108، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "قولہ: "ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃ وعلی یسراہ أخری۔۔۔": أي بتوال وتواتر کماھوعادۃ الیھود وقد نھی عنہ النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وأما التراوح بین القدمین وھوأن یکون إعتمادہ ساعۃ علی الیمنی أکثروأخری علی الیسری فھذامن السنۃ حققہ العلامۃ ابن أمیر الحاج" ترجمہ: (ہندیہ کا قول کہ نماز میں دائیں طرف پھر بائیں طرف جھکنا مکروہ ہے) اس سے مراد ہے کہ پے در پے لگاتار دائیں بائیں جھکنا (یعنی جھومنا) مکروہ ہے جیساکہ یہود کی عادت ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، اور بہر حال دونوں قدموں کے مابین تراوح یعنی اکثر دائیں قدم پر زور دے کر ایک گھڑی جھکے رہنا اور کبھی بائیں قدم پر تو یہ سنت ہے، علامہ ابن امیر الحاج نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (التعلیقات الرضویۃ علی الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، فصل فیمایکرہ فی الصلاۃ، ص40، مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "داہنے بائیں جھومنا مکروہ ہے اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر یہ سُنّت

ہے۔"(بہار شریعت،ج 1،حصہ 3،ص 634،مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

فتوی نمبر:WAT-818

تاریخ اجراء:17 شوال المکرم 1443ھ/19 مئی 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں مردوں کے لیے قیام کی حالت میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا کہاں سے ثابت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مردوں کے لئے حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: "رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرۃ" ترجمہ: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب وضع الیمین علی الشمال، جلد1، صفحہ 427، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

سنن ابو داود اور دار قطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں (واللفظ للاول): "من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلاۃ تحت السرۃ" ترجمہ: نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے"۔ (سنن ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ، جلد1، صفحہ 201، مطبوعہ بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حجاج ابن حسان سے مروی، فرماتے ہیں: "سمعت ابا مجلز او سالتہ۔۔ کیف یضع؟ قال: یضع باطن کف یمینہ علی ظاہر کف شمالہ ویجعلھا اسفل من السرۃ" ترجمہ: میں نے ابو مجلز سے سنا، یا ان سے سوال کیا کہ نماز میں ہاتھ کیسے رکھیں، آپ نے فرمایا: اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انہیں ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب وضع الیمین علی الشمال، جلد1، صفحہ 427، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "ثلاثۃ من اخلاق الانبیاء، تعجیل الافطار، وتاخیر السحور، ووضع الاکف تحت السرۃ فی الصلاۃ" ترجمہ: تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی عادات سے ہیں: افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں ہتھیلیاں ناف کے نیچے رکھنا۔" (کنز العمال، حرف المیم، کتاب المواعظ والرقائق، باب الترغیبات، جلد 1، صفحہ 230، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

نماز میں کب بسم اللہ پڑھی جائے اور کب نہ پڑھی جائے۔

مجیب: ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-87

تاریخ اجراء: 05 جمادی الاولیٰ 1443ھ /10 دسمبر 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو، تو جس رکعت میں سورت پڑھنی ہوتی ہے، کیا سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھ سکتے ہیں؟ اور نماز کے اندر تسمیہ پڑھنا فرض، واجب یا سنت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کے لئے تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر سورت شروع سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ البتہ مقتدی پر چونکہ قراءت نہیں اور بسم اللہ قراءت کے تابع ہے لہذا مقتدی امام کے پیچھے بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: "تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے، قراءت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہرحال آہستہ پڑھی جائے۔" (بہارشریعت، جلد1، صفحہ423، مکتبۃ المدینہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ "مقتدی کو سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا "مقتدی کے لئے صرف سبحانک اللھم پڑھنا ہے اعوذ باللہ تابعِ قراءت ہے اور مقتدی پر قراءت نہیں، یونہی بسم اللہ۔ (فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ 72،71، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نماز کے سلام میں "وبرکاتہ" کے الفاظ کہنا بھی سنت ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13280

تاریخ اجراء: 05 شعبان المعظم 1445ھ / 16 فروری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نماز کے آخر میں سلام پھیرتے وقت "وبرکاتہ" کے الفاظ کہنا بھی سنت ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی نہیں! نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے "وبرکاتہ" کے الفاظ کا اضافہ کرنا سنت نہیں، اور فقہائے کرام نے ان الفاظ کا اضافہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

سنن ابو داؤد شریف کی حدیثِ مبارک میں نماز کے آخر میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يسلم عن يمينه، وعن شماله، حتى يرى بياض خده: «السلام عليكم ورحمة الله، السلام عليكم ورحمة الله" یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے اختتام پر اپنے دائیں اور بائیں یوں سلام پھیرتے کہ آپ کے رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی (اور یوں کہتے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (سننِ ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 261، مکتبہ عصریہ، بیروت)

نماز کے سلام میں "وبرکاتہ" کے الفاظ کا اضافہ کرنا مسنون نہیں۔ جیسا کہ منیۃ المصلی میں ہے: "فاذا فرغ من الادعية يسلم عن يمينه ويقول: السلام عليكم ورحمة الله، ولا يقول في هذا السلام، وبركاته۔۔۔ وعن يساره مثل ذلك" یعنی جب نمازی دعا سے فارغ ہو جائے تو دائیں طرف سلام پھیرے اور کہے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور اس سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ نہ کرے۔۔۔ اور اسی کی مثل بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بھی کہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت حلبۃ المجلی میں ہے:"**لایسن ذکر هذه الزیادة فی هذا السلام**"یعنی اس سلام میں وبرکاتہ کی زیادتی کرنا سنت نہیں ہے۔(حلبۃ المجلی فی شرح منیۃ المصلی، صفۃ الصلاۃ، ج02، ص208-206، مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

نمازی سلام کے آخر میں "وبرکاتہ" کے الفاظ کا اضافہ نہ کرے۔ جیسا کہ محیطِ برہانی، فتاوی عالمگیری، جامع الرموز، جوہرہ نیرہ، ومجمع الانہر وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے:"والنظم للاول "لا یقول فی هذا السلام فی آخره وبرکاته عندنا"یعنی ہمارے نزدیک نمازی سلام پھیرتے وقت سلام کے آخر میں وبرکاتہ کا اضافہ نہیں کرے گا۔(المحیط البرھانی، کتاب الصلاۃ، ج01، ص369، دار الکتب العلمیۃ)

بہار شریعت میں سننِ نماز کے تحت مذکور ہے:"السلام علیکم ورحمۃ اللہ دوبار کہنا(سنت ہے)۔۔۔۔ آخر میں وبرکاتہ بھی ملانا نہ چاہیے۔"(بہار شریعت، ج01، ص536-535، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت نماز میں ہاتھ کیسے باندھے؟

مجیب: ابوصدیق محمدابوبکرعطاری

فتوی نمبر: WAT-900

تاریخ اجراء: 14ذیقعدۃالحرام1443ھ/14جون2022ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت دوران نماز حالت قیام میں ہاتھوں کو کیسے رکھے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت نماز میں حالت قیام میں اپنے ہاتھ دونوں پستانوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ نیچے بایاں ہاتھ ہو اور اس کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ہو اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں کلائیوں کا کچھ حصہ پستانوں پر ہو کہ اسی میں اس کے لیے زیادہ ستر ہے۔

امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان "جد الممتار علی رد المحتار" میں عورت سینے کے کون سے حصے پر ہاتھ رکھے گی اس پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "أقول: الصدر من النحر إلى الثدْيين بإدخالهما، فيصدق الوضع على الصدر بالوضع على مافوق الثدْيين وليس بمرادٍ، وإنّما المراد الوضع على منتهى الصدر إلى جانب البطن، وهو موضع الثديين، واحتمال وضع اليدين على ثدي واحدٍ يرتفع بتثنية الثدي، واحتمال وضع يدٍ على ثديٍ وأخرى على أخرى بما مرّ من الأمر بوضع الكفّ على الكفّ، فلم يبق إلاّ أن تضع يديها بين ثدييها بحيث يكون شيء من الكفّين وبعض الساعدين على الثديين وهو المقصود، وكان الحكمة في ذلک -والله تعالى أعلم- أن لا يرى لثدييها حجم في الصّلاة" یعنی: میں کہتا ہوں: سینہ، گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں حصہ تک ہے، تو سینے پر ہاتھ رکھنا سے پستانوں سے اوپر والے حصے پر ہاتھ رکھنا صادق آئے گا اور یہ یہاں مراد نہیں، اور یہاں مراد سینہ کے آخری حصہ پر پیٹ کی جانب ہاتھ رکھنا ہے اور وہ پستانوں والی جگہ ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کا ایک پستان پر رکھنے کا احتمال ثدي کی تثنیہ کے ساتھ مرتفع ہو گیا، اور ایک پستان پر ایک ہاتھ اور دوسرے پر دوسرا رکھنے کا احتمال اس امر

جو پیچھے گزرا کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے سے مرتفع ہو گیا تو باقی نہ رہا مگر صرف یہ معاملہ کہ عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے پستانوں کے درمیان یوں رکھے کہ دونوں ہتھیلیوں اور دونوں کلائیوں کا بعض حصہ پستانوں پر ہو اور یہی یہاں مقصود و مراد ہے اور اس صورت میں یہ حکمت ہے کہ نماز میں عورت کے پستانوں کے ابھار میں سے کچھ بھی دیکھائی نہ دے ۔اور اللہ عزوجل زیادہ جاننے والا ہے۔(جدالممتار علی ردالمحتار، جلد3، صفحہ 187-188، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں سلام پھیرتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ پھیرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13096

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی1445ھ /08نومبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے چہرہ پھیرنے کا کیا حکم ہے؟واجب ہے یا سنت؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے چہرہ پھیرنا واجب نہیں البتہ سنت یہ ہے کہ پہلا سلام کہتے ہوئے سیدھی جانب چہرہ پھیرے اور دوسرا سلام کہتے ہوئے بائیں جانب چہرہ پھیرے۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا:"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم عن یمینہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حتی یری بیاض خدہ الایمن وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الایسر"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب یوں سلام پھیرتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور اپنی بائیں جانب منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے حتی کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔(مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، جلد2، صفحہ757، مطبوعہ:بیروت)

نہایۃ المراد، البحر الرائق و مجمع الانہر میں ہے:"أن الالتفات یمینا ویسارا غیر واجب بل ھو سنۃ"یعنی (سلام میں) دائیں و بائیں جانب التفات کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔(مجمع الانہر، جلد1، صفحہ133، بیروت)

مراقی الفلاح و نور الایضاح میں ہے:"(و) یسن (الالتفات یمینا ثم یسارا بالتسلیمتین) لأنہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم عن یمینہ فیقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الأیمن وعن یسارہ السلام علیکم حتی یری بیاض خدہ الأیسر"یعنی دونوں سلاموں کے ساتھ سیدھی جانب پھر بائیں

جانب منہ پھیرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی جانب سلام پھیرتے، تو کہتے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ کا دایاں رخسار دیکھا جاتا اور بائیں جانب کہتے السلام علیکم یہاں تک کہ آپ کا بایاں رخسار دیکھا جاتا۔ (مراقی الفلاح، صفحہ 102، المکتبۃ العصریۃ)

علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ۔ نماز کی سنتیں بیان کرتے ہوئے درِ مختار میں فرماتے ہیں: "تحویل الوجہ یمنۃ و یسرۃ للسلام "یعنی سلام کے لئے دائیں وبائیں جانب چہرہ پھیرنا (سنت ہے)۔ (الدر المختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 213، مطبوعہ: بیروت)

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " لفظ سلام فقط واجب ہے اور داہنے بائیں منہ پھیرنا سنت " (فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 611، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جلسہ استراحت کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1260

تاریخ اجراء: 19ربیع الثانی1444ھ/15نومبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز کی پہلی رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھنا کیا ضروری ہے؟ اور اگر نہ بیٹھا تو پھر کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احناف کے نزدیک پہلی یا تیسری رکعت میں دو سجدوں کے بعد تھوڑی دیر کے لیے بیٹھنا، جسے جلسہ استراحت کہتے ہیں، یہ خلاف سنت و مکروہ ہے،، لہذا جو نہ بیٹھا اس نے درست کیا اور سنت کے مطابق عمل کیا۔ سنن الترمذی میں ہے " عن أبي هريرة، قال: «كان النبي صلى الله عليه وسلم ينهض في الصلاة على صدور قدميه»: حديث أبي هريرة عليه العمل عند أهل العلم: يختارون أن ينهض الرجل في الصلاة على صدور قدميه" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کی انگلیوں پر اوپر اٹھ جاتے تھے۔ (امام ترمذی نے فرمایا): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث پر اہل علم کا عمل ہے کہ وہ اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے قدموں کی انگلیوں پر اوپر اٹھ جائے۔ (سنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب کیف النہوض من السجود، ج2، ص80، مطبوعہ: حلبی)

السنن الکبری للبیہقی میں ہے " عن عبد الرحمن بن يزيد قال: " رمقت ابن مسعود فرأيته ينهض على صدور قدميه، ولا يجلس إذا صلى في أول ركعة حين يقضي السجود" ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنکھ ٹیڑھی کر کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ جب آپ پہلی رکعت کے دونوں سجدے مکمل کر لیتے تھے تو بیٹھے بغیر اپنے قدموں کی انگلیوں پر اوپر اٹھ جاتے تھے۔ (السنن الکبری، جماع ابواب صفۃ الصلاۃ، باب کیف القیام من الجلوس، ج2، ص180، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے " عن النعمان بن أبي عياش قال: أدركت غير واحد، من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، «فكان إذا رفع رأسه من السجدة في أول ركعة والثالثة قام كما هو ولم يجلس

"ترجمہ: حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک سے زائد اصحابِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو پایا ہے کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھتے نہ تھے، جس حالت میں ہوتے، اسی حالت میں ہی کھڑے ہو جاتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلوات، ج 1، ص 347، مکتبۃ الرشد، الریاض)

ہدایہ میں ہے "قال: "فإذا اطمأن ساجدا کبر واستوی قائما علی صدور قدمیہ ولا یقعد" ترجمہ: نمازی جب سجدہ کرتے ہوئے مطمئن ہو جائے تو تکبیر کہے اور بیٹھے بغیر، اپنے قدموں کی انگلیوں پر اٹھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔(ہدایہ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج 1، ص 52، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ردالمحتار میں ہے: "الاعتماد وجلسۃ الاستراحۃ السنۃ عندنا ترکھما۔۔۔فیکرہ فعلھما تنزیھا" ترجمہ: سجدوں کے بعد اٹھتے ہوئے زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا اور جلسہ استراحت، ان دونوں کا چھوڑنا ہمارے نزدیک سنت ہے پس ان کا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔(ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 147، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا تکبیرِ قنوت میں ہاتھ اٹھانا واجب ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13202

تاریخ اجراء: 14 جمادی الثانی 1445ھ / 28 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تکبیرِ قنوت میں ہاتھ اٹھانا واجب ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تکبیرِ قنوت کہتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا واجب نہیں، بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

تکبیرِ قنوت کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنتِ مؤکدہ ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(ولا يسن) مؤكداً (رفع يديه إلا في) سبع مواطن كما ورد۔۔۔ ثلاثة في الصلاة (تكبيرة افتتاح وقنوت وعيد) "یعنی رفع یدین کرنا سات مواقع پر سنتِ مؤکدہ ہے جیسا کہ روایت میں بیان ہوا۔۔۔ ان میں سے تین مواقع نماز میں ہے تکبیرِ تحریمہ، تکبیرِ قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے وقت۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص263-262، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

مزید ایک دوسرے مقام پر تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(ويكبر قبل ركوع ثالثته رافعاً يديه) كما مر ثم يعتمد، وقيل كالداعي "یعنی نمازی وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں اٹھائے، جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے پھر انہیں باندھ لے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاتھوں کو دعا کی طرح اٹھائے۔

(رافعاً يديه) کے تحت ردالمحتار میں ہے: "أي سنة إلى حذاء أذنيه كتكبيرة الإحرام، وهذا كما في الإمداد عن مجمع الروايات لو في الوقت، أما في القضاء عند الناس فلا يرفع حتى لا يطلع أحد على تقصيره۔اھ "یعنی تکبیرِ قنوت میں سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے جیسا کہ تکبیرِ تحریمہ میں ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے، ایسا ہی حکم "امداد" میں "مجمع الروایات" کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے اور یہ اسی وقت ہے کہ جب وقت

میں نمازِ وتر ادا کرے۔ بہر حال اگر لوگوں کی موجودگی میں نمازِ وتر کی قضا پڑھے تو اس وقت اپنے ہاتھوں کو بلند نہ کرے تاکہ کوئی اُس کے گناہ پر مطلع نہ ہو۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص533، مطبوعہ کوئٹہ)

بدائع الصنائع میں ہے: "في الأصل إذا أراد أن يقنت كبر ورفع يديه حذاء أذنيه ناشرا أصابعه ثم يكفهما" یعنی اصل میں مذکور ہے کہ جب نمازی قنوت پڑھنے کا ارادہ کرے تو تکبیر کہے پھر اپنی انگلیاں پھیلاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرے پھر ان دونوں ہاتھوں کو باندھ لے۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، کتاب الصلاۃ، ج01، ص201، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہار شریعت میں سننِ نماز کے بیان میں ہے: "(۱) تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا۔۔۔۔ (۵) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا یوہیں (۶) تکبیر قنوت و (۷) تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔" (بہار شریعت، ج01، ص521-520، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: "تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔۔۔۔ البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے۔" (بہار شریعت، ج01، ص658-654، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اور بعد تسمیہ پڑھنا

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1875

تاریخ اجراء: 19محرم الحرام1445ھ/07اگست2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اور سورہ فاتحہ کے بعد سورت شروع کرنے سے پہلے تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام اور مُنفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے) دونوں کیلئے سورہ فاتحہ سے پہلے آہستہ آواز سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورت درمیان سے پڑھے تو بسم اللہ نہیں پڑھے گا اور اگر سورت بالکل شروع یعنی پہلی آیت کے پہلے لفظ سے شروع کرے تو اس سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا مستحب و مستحسن ہے۔ البتہ مقتدی امام کے پیچھے تسمیہ نہیں پڑھے گا کیونکہ تسمیہ قراءت کے تابع ہے اور مقتدی پر قراءت ہی نہیں لہذا مقتدی کیلئے تسمیہ بھی مسنون و مستحب نہیں۔ ہاں مسبوق (یعنی وہ مقتدی جس کی امام کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ رکعتیں رہ گئی ہوں) جب امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرے تو اب ہر رکعت کے شروع میں سورہ فاتحہ سے پہلے اور فاتحہ کے بعد سورت کے شروع میں تسمیہ پڑھ لے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ مقتدی نہیں رہا بلکہ منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا ہو گیا۔

نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے: "(و) تسن (التسمیۃ أول کل رکعۃ) قبل الفاتحۃ لأنہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتتح صلاتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم" ترجمہ: ہر رکعت کے شروع میں سورہ فاتحہ سے پہلے تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھنا سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی سننھا، صفحہ 260، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ردالمحتار میں ہے:"صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بأنہ إن سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سراًأو جھراًکان حسناعندابی حنفیۃ،ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی "ترجمہ:ذخیرہ اور مجتبی میں صراحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھے،چاہے سورت آہستہ پڑھی جائی ہو یابلند آواز سے توامام اعظم کے نزدیک یہ عمل مستحسن ہے۔محقّق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے راجح قرار دیا ہے۔(ردالمحتارعلی الدرالمختار،جلد2،صفحہ235،مطبوعہ:کوئٹہ)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:"سورہ فاتحہ کی ابتداء میں توتسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے،توان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے،پڑھے تو اچھا،نہ پڑھے توحرج نہیں"۔(فتاوی رضویہ،جلد6،صفحہ191،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

بہار شریعت میں ہے:"نماز میں اعوذ وبسم اللہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قراءت نہیں،لہٰذا تعوذ و تسمیہ بھی ان کے لیے مسنون نہیں،ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی ہو توجب وہ اپنی باقی رکعت پڑھے،اس وقت ان دونوں کو پڑھے"۔(بہار شریعت،حصہ3،صفحہ523،مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عصر اور عشاء کی سنتِ قبلیہ فرضوں کے بعد پڑھنا کیسا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor.12324

تاریخ اجراء: 29 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 29 جولائی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عصر اور عشاء کی سنتِ قبلیہ فرض نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں، تو فرض نماز ادا کرنے کے بعد ان کی قضا نہیں، لیکن اگر کوئی پڑھنا چاہے، تو اس میں تفصیل ہے: چنانچہ عصر کی نماز سے پہلے پڑھی جانے والی سنتیں اگر رہ جائیں، تو عصر کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے کہ یہ نفل ہیں اور عصر کی نماز کے بعد قصداً نوافل پڑھنا مکروہِ تحریمی و ناجائز ہے۔

عشاء سے پہلے پڑھ جانے والی سنتیں اگر فوت ہو جائیں اور عشاء کے فرض ادا کر لینے کے بعد اگر کوئی پڑھنا چاہے، تو وہ عشاء کے بعد کی دو سنتیں ادا کرنے کے بعد پڑھ سکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں، لیکن اس سے وہ سنتِ مستحبہ ادا نہیں ہو گی، جو عشا سے پہلے تھیں، بلکہ ایک نفل نماز ہو گی۔

مجمع الانھر میں ہے: ”النفل بعد الفجر والعصر مکروہ مطلقا“ یعنی فجر و عصر کے بعد نفل مطلقاً مکروہ ہیں۔

(مجمع الانہر، جلد1، صفحہ210، مطبوعہ: کوئٹہ)

در مختار و تنویر الابصار میں ہے: ” (کرہ نفل) قصدا ولو تحیۃ المسجد۔۔۔ ولو سنۃ الفجر (بعد صلاۃ فجر و) صلاۃ (عصر)“ یعنی فجر و عصر کی نماز کے بعد قصداً نفل پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ تحیۃ المسجد یا سنتِ فجر ہی ہوں۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ملتقطاً، جلد2، صفحہ 44۔45، مطبوعہ: کوئٹہ)

اس کے تحت علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”والکراھۃ ھنا تحریمیۃ أیضا کما صرح بہ في الحلیۃ ولذا عبر في الخانیۃ والخلاصۃ بعدم الجواز“ یعنی کراہت یہاں بھی کراہتِ تحریمی ہے جیسا کہ

حلیہ میں صراحت فرمائی اور اسی وجہ سے خانیہ و خلاصہ میں عدمِ جواز کے ساتھ تعبیر کیا۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ44، مطبوعہ: کوئٹہ)

بقیہ سنتوں کی قضا کے متعلق حکم بیان ہو جانے کے بعد سنتِ عصر کے متعلق علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم یبق من النوافل القبلیۃ الا سنۃ العصر ومن المعلوم انھا لا تقضی لکراھۃ التنفل بعد صلاۃ العصر "یعنی نوافلِ قبلیہ میں سے صرف سنتِ عصر باقی رہ گئی اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ قضا نہیں کی جائیں گی کیونکہ نمازِ عصر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ621، مطبوعہ: کوئٹہ)

عشاء کی سنتِ قبلیہ کے متعلق امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قولِ فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں، تو ان کی قضا نہیں۔ علامہ علائی درِ مختار میں فرماتے ہیں: اما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا۔ (عشا کے فرائض سے پہلے جو چار رکعتیں ہیں، وہ مستحب ہیں، ان کی قضا نہیں۔ت)، لیکن اگر کوئی بعد دو سنتِ بعدیہ کے پڑھے، تو کچھ ممانعت بھی نہیں، علامہ طحطاوی حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں: لا مانع من قضاء التی قبل العشاء بعدھا۔ (عشا کی پہلی سنتوں کو عشاء کے بعد ادا کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ت)۔ ہاں اس شخص سے وہ سننِ مستحبہ ادا نہ ہوں گی، جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں، بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہو گی" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ146، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صرف سترِ عورت چھپا کر نماز پڑھی تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1661

تاریخ اجراء: 29 شوال المکرم 1444ھ / 20 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ستر عورت یعنی مرد کا ناف سے لے کر گھٹنے تک (اس میں گھٹنا بھی شامل ہے) جسم کا حصہ چھپانا فرض ہے، میرا سوال یہ ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر گھر میں صرف اتنا حصہ ہی چھپا کر نماز پڑھی، بقیہ سارا جسم ننگا تھا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد نے کپڑے ہوتے ہوئے بلا وجہ شرعی جسم کا صرف ستر والا حصہ چھپا کر نماز پڑھی اور اوپر والا سارا جسم ننگا تھا تو نماز کا فرض تو ساقط ہو گیا۔ البتہ! نماز مکروہ تحریمی ہوئی یعنی اس طرح نماز پڑھنا گناہ ہے، جس سے توبہ کرنا اس پر لازم ہے اور اس کا اعادہ (لوٹانا) لازم ہے۔ اور اگر اس کا اعادہ نہ کیا تو دوسرا گناہ ہوگا۔

سیدی امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: "صرف پائجامہ پہنے بالائی حصّہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنیٰ تو ہو جاتی ہے فرض ساقط ہو گیا، مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لا یصلّی احد کم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقه من شیئ۔" رواہ شیخان عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه۔ "(تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا اس طرح پہن کر نماز نہ پڑھے کہ کندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: "نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن الصلوۃ فی السراویل وحدہ "(یعنی صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔)

خلاصہ وہندیہ وغیرہما میں ہے: لو صلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ۔(اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔)" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ642تا643، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کعبہ معظمہ کے سامنے نماز ادا کرنے میں نظر کہاں رکھے؟

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2363

تاریخ اجراء: 29 جمادی الثانی 1445ھ / 12 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نمازی حالتِ قیام میں نگاہ سجدہ کی جگہ رکھتا ہے، لیکن جو شخص کعبہ شریف کے عین سامنے نماز ادا کر رہا ہو، وہ بھی اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ رکھے گا یا پھر وہ کعبہ شریف کو دیکھے گا، اس کے لئے زیادہ بہتر کیا ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آدابِ نماز میں سے ہے کہ نمازی حالتِ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر رکھے، حالتِ رکوع میں قدموں کی پشت پر، سجدہ میں ناک پر اور حالتِ قعدہ میں اپنی گود پر نگاہ رکھے اور یہ حکم مطلق ہے، لہذا جو شخص کعبہ شریف کے سامنے نماز پڑھے، وہ بھی ان آداب کا خیال رکھتے ہوئے حالتِ قیام میں نگاہ سجدہ کی جگہ ہی رکھے کہ اس میں خشوع وخضوع برقرار رہے گا، ورنہ سامنے دیکھنے پر آمد و رفت کی وجہ سے خشوع وخضوع باقی نہ رہے گا۔

در مختار میں ہے: "(ولها آداب نظره الى موضع سجوده حال قيامه والى ظهر قدميه حال ركوعه والى ارنبة انفه حال سجوده والى حجره حال قعوده والى منكبه الايمن والايسر عند التسليمة الاولى والثانية" ترجمہ: نماز کے چند آداب ہیں، (ان میں سے یہ بھی ہے کہ) حالتِ قیام میں نظر سجدہ کی جگہ ہو، رکوع میں قدموں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے بانسے پر، قعدہ میں گود پر، پہلے سلام کے وقت دائیں کندھے پر اور دوسرے سلام کے وقت بائیں کندھے پر نظر ہو۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے: "لان المقصود الخشوع۔۔وفي ذلك حفظ له عن النظر الى مايشغله وفي اطلاقه شمول المشاهد للكعبة، لانه لا يامن مايلهيه" ترجمہ: ان تمام سے مقصود خشوع حاصل کرنا ہے،۔۔ اور اس میں نظر کو مصروف کر دینے والی چیزوں سے محفوظ رکھنا ہے اور اس مطلق حکم میں کعبہ کے سامنے

نماز پڑھنے والا بھی شامل ہے، کیونکہ وہاں بھی ایسی شے سے حفاظت مشکل ہے جو نماز سے توجہ ہٹا دے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، جلد2، صفحہ214، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کسی بھی دھات کا کڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

مجیب: مولانا آصف صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوال / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کئی نوجوانوں نے ہاتھوں میں لوہے، پیتل وغیرہ کا کڑا پہنا ہوتا ہے، اور ان میں سے جو نمازی ہوتے ہیں وہ اس کے ساتھ ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ شرعی راہنمائی درکار ہے کہ مرد کے لیے دھات کا کڑا پہننا کیسا ہے؟ اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کے لیے لوہے یا پیتل یا کسی بھی دھات کا کڑا پہننا، ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے، یعنی اس حال میں نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر کر لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جمعہ کی سنت قبلیہ کا ثبوت

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1137

تاریخ اجراء: 09ربیع الاول1444ھ/06اکتوبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جمعہ کے فرض سے پہلے جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں، اس کے متعلق زید یہ کہتا ہے کہ یہ سنتیں حدیث سے ثابت نہیں ہیں، کیا اس کی یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ سے پہلے اور بعد والی سنتیں پڑھنا ثابت ہے، ان سنتوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ سنتیں احادیث سے ثابت نہیں ہیں، غلط ہے۔ چنانچہ

سنن ابی داود میں ہے "عن نافع، قال: «كان ابن عمر يطيل الصلاة قبل الجمعة، ويصلي بعدها ركعتين في بيته، ويحدث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفعل ذلک»" ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جمعہ سے پہلے نماز کو طویل کرتے اور جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعات ادا کرتے اور بیان فرماتے کہ اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داود، تفریع ابواب الجمعۃ، ج01، ص294، بیروت)

علامہ نووی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الاحکام میں اسے درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "صحيح، رواه أبو داود بإسناد على شرط البخاري." ترجمہ: یہ روایت صحیح ہے۔ اسے ابو داود نے ایسی سند سے روایت کیا ہے، جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ (خلاصۃ الاحکام، باب الصلاۃ قبل الجمعۃ، ج02، ص813، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے: "عن ابن عباس، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم: «يركع قبل الجمعة أربعا، لا يفصل في شيء منهن" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے فرض سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتے اور ان کے چار رکعتوں کے مابین فاصلہ نہ

کرتے (یعنی یہ چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے)۔(سنن ابن ماجہ، جلد01، صفحہ358، مطبوعہ: دار الاحیاء الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ زین الدین العراقی اس کے متعلق لکھتے ہیں: "والمتن المذكور رواه أبو الحسن الخلعي في فوائده بإسناد جيد من طريق أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علي -رضي الله عنه- عن النبي -صلى الله عليه وسلم-" ترجمہ: میں کہتا ہوں: اور مذکورہ متن کو ابو الحسن الخلعی نے اپنے فوائد میں سند جید کے ساتھ یعنی ابو اسحاق سے انہوں نے عاصم بن ضمرہ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔(طرح التثریب فی شرح التقریب، ج03، ص42، دار الفکر العربی)

مصنف عبد الرزاق میں ہے "عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كان عبد الله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا، وبعدها أربعا" ترجمہ: ابو عبد الرحمن السلمی سے مروی ہے کہ فرمایا: حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالی عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے چار اور جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ قبل الجمعۃ وبعدھا، ج03، ص247، الھند)

الدرایۃ فی تخریج الہدایۃ میں اس کے متعلق ہے "وأخرج عبد الرزاق عن ابن مسعود أنه كان يأمر بذلك ورواته ثقات" ترجمہ: اور عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جمعہ سے پہلے چار رکعتوں کا حکم دیتے تھے۔ اور اس کے راوی ثقہ ومعتبر ہیں۔(الدرایۃ فی تخریج الھدایۃ، ج01، ص218، دار المعرفۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حرم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کو دیکھنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1301

تاریخ اجراء: 05 رجب المرجب 1445ھ / 17 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حرم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے آداب میں سے ہے کہ اپنی نگاہ کو حالت قیام میں موضع سجدہ سے آگے نہ لے جائیں، رکوع میں پشت قدم اور سجدہ میں ناک کی طرف، قعدہ میں گود کی طرف نگاہ رکھی جائے اور سیدھی جانب سلام پھیرتے ہوئے دائیں کندھے کی طرف جبکہ بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے نظر بائیں کندھے کی طرف ہو، خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے بھی اسی ادب کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھیں کیونکہ یہ حکم اس لئے بیان کیا گیا تاکہ نماز میں خشوع حاصل ہو اور کسی ایسی چیز پر نگاہ پڑنے سے حفاظت رہے جو نمازی کو غافل کر دے اور کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھنے والا بھی اس سے محفوظ نہیں لہٰذا اس کے لئے بھی نظر کے یہی آداب ہیں جو بیان ہوئے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "(نظره إلى موضع سجوده حال قيامه، وإلى ظهر قدميه حال ركوعه، وإلى أرنبة أنفه حال سجوده، وإلى حجره حال قعوده، وإلى منكبه الايمن والايسر عند التسليمة الاولى والثانية) لتحصيل الخشوع "یعنی حالتِ قیام میں نظر سجدہ کی جگہ کی طرف ہو، رکوع میں پُشتِ قدم کی طرف، سجدہ میں ناک کے اگلے حصہ کی طرف، حالتِ قعدہ میں گود کی طرف، پہلے سلام میں سیدھے کندھے کی طرف اور دوسرے سلام میں بائیں کندھے کی طرف ہو تاکہ خشوع حاصل ہو۔

ردالمحتار میں ہے: "فی ذلک حفظ له عن النظر إلى ما يشغله، وفي إطلاقه شمول المشاهد للكعبة لأنه لا يأمن ما يلهيه "یعنی اس حکم میں اس چیز کی طرف دیکھنے سے حفاظت ہے جو اس کو مشغول کر دے اور اس

اطلاق میں وہ شخص بھی شامل ہے جو کعبہ کو دیکھ رہا ہو کیونکہ وہ بھی اس چیز سے محفوظ نہیں جو اس کو غافل کر دے۔(رد المحتار علی الدر المختار، جلد2، صفحہ214، دار المعرفہ، بیروت)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:"ویفعل ھذا ولو کان مشاھدا للکعبۃ علی المذھب"یعنی نمازی اسی حکم پر عمل کرے گا اگرچہ وہ کعبہ کے سامنے ہو۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ277، مطبوعہ:بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے:"حالت قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر کرنا، رکوع میں پشتِ قدم کی طرف، سجدہ میں ناک کی طرف، قعدہ میں گود کی طرف۔"(بہار شریعت، جلد01، صفحہ538، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وقت کی تنگی کے باعث پیشاب وغیرہ کی شدت کے ساتھ پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12816

تاریخ اجراء: 13 شوال المکرم 1444ھ / 04 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب "اسلامی بہنوں کی نماز" کے صفحہ نمبر 119 اور 120 پر مذکور ہے: "(مکروہِ تحریمی نمبر 4 تا 6) پیشاب / پاخانہ / ریح کی شدت ہونا۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی شدت ہو تو وقت میں وسعت ہونے کی صورت میں نماز شروع کرنا ہی ممنوع و گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا ہے کہ فراغت اور وضو کے بعد نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز پڑھ لیجئے۔"

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ وقت کی تنگی کے سبب جب اس حالت میں نماز ادا کر لی جائے تو کیا اس نماز کا اعادہ بھی واجب ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے اس موقع پر ادا کی گئی نماز بھی مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی۔

تنویر الابصار مع الدر المختار کے مکروہاتِ صلاۃ میں ہے: "(صلاته مع مدافعة الاخبثین) او احدھما (او الریح)" یعنی پاخانہ اور پیشاب یا ان میں سے ایک یا ریح کی شدت کے وقت نماز ادا کرنا مکروہ (تحریمی) ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 492، مطبوعہ کوئٹہ)

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں اس سے متعلق مذکور ہے: "تکرہ مع مدافعة الاخبثین او الریح ۔۔۔۔ و الظاھر ان الکراھة تحریمیة لتجویز ھم رفض الصلاۃ لاجلھا و لا ترفض للمکروہ تنزیھاً۔" یعنی پاخانہ،

پیشاب یا ریح کی شدت کے ساتھ ادا کی گئی نماز مکروہ ہے۔۔۔۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں کراہت سے کراہتِ تحریمی مراد ہے، کیونکہ فقہاء اس کی وجہ سے نماز کو توڑنے کی اجازت دیتے ہیں جبکہ کسی مکروہ تنزیہی فعل کے لیے نماز کو نہیں توڑا جاتا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 276، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

وقت کی تنگی کے باعث ریح وغیرہ کی شدت کے ساتھ ادا کی گئی نماز بھی کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہو گی۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری، تبیین الحقائق، بنایہ شرح ہدایہ، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ کتبِ فقہیہ میں کچھ یوں مذکور ہے: "والنظم للاول" ویکرہ۔۔۔ أن یدخل في الصلاۃ وھو یدافع الأخبثین وإن شغله قطعھا و کذا الریح وإن مضی علیھا أجزأہ وقد أساء **ولو ضاق الوقت بحیث لو اشتغل بالوضوء یفوتہ یصلي؛ لأن الأداء مع الکراھۃ أولی من القضاء** "یعنی پاخانہ یا پیشاب کی شدت کی حالت میں نماز میں داخل ہونا مکروہِ تحریمی ہے اگر نماز شروع کر دی تو اسے توڑ دے۔ یہی حکم ریح کا بھی ہے، پس اگر اس نے نماز جاری رکھی تو نماز ادا ہو جائے گی لیکن اس نے برا کیا۔ اور اگر وقت تنگ ہو اس طرح کہ وضو کر کے نماز میں مشغول ہونے کی صورت میں وہ نماز فوت ہونے کا خدشہ ہو تو اب اسی حالت میں نماز پڑھ لے، کیونکہ نماز کو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کرنا اسے قضا کر دینے سے بہتر ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 107، مطبوعہ پشاور)

بہارِ شریعت میں ہے: "شدت کا پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت، یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی ہے۔ (بہارِ شریعت، ج 01، ص 625، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ در مختار میں ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریمیۃ تجب اعادتھا" ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے: "**الظاھر انہ یشمل نحو مدافعۃ الاخبثین مما لم یوجب سجودا اصلا**" ظاہر ہے کہ وجوب اعادہ کا حکم پیشاب پاخانہ روکنے جیسی صورتوں کو بھی شامل ہے جن میں سجدہ سہو بالکل واجب نہیں ہوتا۔ (در مختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 182، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "**جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کیے ہر نماز مکروہ ہے** مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو **مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔**" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 457، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جاندار کی تصویر والے لباس میں نماز پڑھنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2228

تاریخ اجراء: 15 جمادی الاولی 1445ھ /30 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جس لباس پر جاندار کی تصویر ہو، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز اگر جاندار کی تصویر والے لباس کے اوپر کوئی دوسرا کپڑا اڑھک کر نماز پڑھی جائے، تو اب نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس لباس پر جاندار کی ایسی تصویر ہو جس میں اُس کا چہرہ موجود ہو اور وہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو چہرہ واضح ہو تو ایسا لباس پہننا شرعاً جائز نہیں، اور ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ البتہ اگر وہ تصویر مٹادی جائے یا اُس کا سر یا چہرہ مکمل کاٹ دیا جائے یا اُس پر سیاہی وغیرہ کوئی رنگ لگا دیا جائے جس سے اس کا سر یا چہرہ مٹ جائے، یا اُس تصویر والے لباس پر کوئی دوسرا کپڑا پہن یا اوڑھ لیا جائے جس سے وہ تصویر چھپ جائے تو اب نماز مکروہ تحریمی نہ ہو گی۔

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: "(ولبس ثوب فیه تماثیل) ذی روح۔۔۔ لا یکرہ (لو فی یدہ) عبارۃ الشمنی بدنه؛ لانها مستورۃ بثیابه (أو علی خاتمه) بنقش غیر مستبین۔ قال فی البحر ومفادہ کراھة المستبین لا المستتر بکیس أو صرۃ أو ثوب آخر (أو کانت صغیرۃ) لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما، وھی علی الارض (أو مقطوعة الرأس أو الوجه)" ملتقطاً۔ ترجمہ: اور ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی ہے جس میں جاندار کی تصویر ہو۔۔۔ اور اگر نمازی کے ہاتھ پر تصویر ہو، شمنی کی عبارت میں ہے نمازی کے بدن پر ہو تو نماز مکروہ نہ ہو گی کیونکہ یہ کپڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ یا تصویر انگوٹھی پر ہو ایسے نقش کے ساتھ جو واضح نہ ہو۔ بحر میں فرمایا کہ اس (یعنی تصویر کے چھپ جانے والی) علت کا مفاد یہ ہے کہ کراہت نظر آنے والی تصویر میں ہے، نہ کہ اُس تصویر میں جو بٹوے یا تھیلی یا دوسرے کپڑے سے چھپی ہو۔ (یونہی نماز مکروہ نہ ہو گی اس

صورت میں کہ)وہ تصویر چھوٹی ہو کہ جس کے اعضاء کی تفصیل کھڑے ہو کر دیکھنے والے پر ظاہر نہ ہو، اس حال میں کہ تصویر زمین پر ہو۔ یاوہ تصویر ایسی ہو کہ اُس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو۔(تنویر الابصار مع در مختار، جلد1، صفحہ504-502، مطبوعہ: کوئٹہ)

در مختار کی مذکور عبارت "أو ثوب آخر" کے تحت رد المحتار میں ہے: "بان کان فوق الثوب اللذی فیه صورة، ثوب ساتر له فلا تكره الصلاة فيه لاستتارها الثوب "ترجمہ: یعنی جس کپڑے میں تصویر ہو، اس کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ہو جو اس تصویر کو چھپانے والا ہو تو اب (دوسرے) کپڑے کے اُس تصویر کو چھپا دینے کی وجہ سے، تصویر والے کپڑے میں نماز مکروہ نہ ہو گی۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد1، صفحہ504، مطبوعہ: کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہِ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹا دی جائے یا اس کا سر یا چہرہ بالکل محو کر دیا جائے، اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے پکے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے، دھل نہ سکے تو ایسے ہی پکے رنگ کی سیاہی اس کے سر یا چہرے پر اس طرح لگا دی جائے کہ تصویر کا اتنا عضو محو ہو جائے صرف یہ نہ ہو کہ اتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو ومنافی صورت نہ ہو گا۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ567، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے کا شرعی حکم؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13038

تاریخ اجراء: 29ربیع الاول1445ھ /16اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی اگر تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، تو کیا اس صورت میں وہ نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟ یا پھر سجدہ سہو کر لینے سے بھی نماز درست ادا ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو اٹھانا سنتِ مؤکدہ ہے، لہٰذا بلا عذر شرعی جان بوجھ کر تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھانا، اِساءت (یعنی برا عمل) ہے جبکہ اس کی عادت بنالینا، ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ اگر کوئی تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت بھول کر یا جان بوجھ کر ہاتھوں کو بلند نہ کرے، بہر صورت اس کی نماز ہو جائے گی، نہ تو نماز کو دہرانا لازم ہوگا اور نہ ہی سجدہ سہو واجب ہوگا کہ نماز کی کسی سنت کو ترک کر دینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا سنتِ مؤکدہ ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "**(ولا یسن) مؤکداً (رفع یدیہ الا فی) سبعۃ مواطن** کما ورد، بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظر اللسعی **ثلاثۃ فی الصلوۃ (تکبیرۃ افتتاح** وقنوت وعید و) خمسۃ فی الحج (استلام) الحجر (والصفا، والمروۃ وعرفات، الجمرات)۔ "یعنی سات مقامات پر ہاتھ اٹھانا سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ وارد ہوا، اس پر بنا کرتے ہوئے کہ صفا و مروہ سعی کو دیکھتے ہوئے ایک ہی ہیں، تین نماز میں ہیں، تکبیر تحریمہ، تکبیر قنوت، عید کی تکبیر اور پانچ حج میں، استلام حجر، صفا، مروہ، عرفات اور جمرات کے وقت۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج02، ص263-262، مطبوعہ کوئٹہ)

جد الممتار میں ہے: "لا یترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ مؤکدۃ ولو اعتاد ترکہ یاثم "یعنی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کرے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کی عادت بنائی تو گنہگار ہوگا۔ (جد الممتار، باب صفۃ الصلوۃ، ج03، ص177، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہارِ شریعت میں ہے "تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا(سنن نماز میں سے ہے)۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص520، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ جیسا کہ محیطِ برہانی، بحر الرائق وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "والنظم للاول" إن ترك رفع اليدين جاز۔ "یعنی اگر تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو بلند نہ کیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ (المحيط البرهاني، کتاب الصلاة، ج01، ص291، دار الكتب العلمية، بيروت)

سنن و مستحبات کو ترک کرنے پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حلبی کبیری میں ہے: "لا يجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ والتسمية والثناء والتامين "یعنی سنن و مستحبات جیسے تعوذ، تسمیہ، ثنا اور آمین کے چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (حلبی کبیری، ص455، سہیل اکیڈمی، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ترکِ سنت سے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج08، ص216، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "سنن و مستحبات مثلاً: تعوذ، تسمیہ، ثنا، آمین، تکبیراتِ انتقال کے ترک سے بھی سجدۂ سہو نہیں، بلکہ نماز ہو گئی۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص709، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنتِ غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درودِ ابراہیمی و دعائے ماثورہ پڑھنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-494

تاریخ اجراء: 18 صفر المظفر 1444ھ / 15 ستمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سنت غیر مؤکدہ کی تیسری رکعت کے شروع میں ثناء و تعوذ پڑھنا سنت موکدہ ہے یا نہیں؟ اس کو چھوڑنے والا گناہ گار ہو گا یا نہیں؟ نیز قعدہ اولی میں تشہد کے بعد درود پاک و دعائے ماثورہ نہ پڑھنے والا گناہ گار ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سنت غیر موکدہ کی تیسری رکعت کے شروع میں ثناء و تعوذ پڑھنا سنت موکدہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ یونہی قعدہ اولی میں التحیات کے بعد درود پاک، اور دعا پڑھنا بھی سنت موکدہ نہیں، لہذا انھیں چھوڑنے کی عادت بنانے والا شخص گناہ گار نہیں ہو گا البتہ بہتر ہے کہ ان سب کو پڑھا جائے۔

سنت غیر موکدہ اور نوافل کی تیسری رکعت میں ثنا پڑھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے حلبۃ المجلی میں ہے: "فقام من القعدۃ الاولی الی الرکعۃ الثالثۃ فانہ یستحب لہ ان یبتدی الثالثۃ بالاستفتاح والتعوذ۔۔۔۔فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ۔۔لا یصلی علی النبی فی القعدۃ الاولی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل "یعنی جب نمازی سنت غیر موکدہ کے قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ تیسری رکعت کو ثناء اور تعوذ کے ساتھ شروع کرے۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے کی چار رکعتوں کے قعدہ اولی میں درود پاک نہیں پڑھے گا اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہیں پڑھے گا اس کے علاوہ چار رکعت والے تمام نوافل میں یہ پڑھے گا۔ (حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ182، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے نوافل وغیرہ کے پہلے قعدہ میں درود پاک ودعا پڑھنے کے متعلق سوال ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "پڑھنا بہتر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ443، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سجدے میں جاتے وقت کپڑا سمیٹنا اور اٹھتے وقت کپڑا درست کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-887

تاریخ اجراء: 10 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ /10 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سجدے میں جاتے وقت شلوار کو اوپر کرنا یا قمیص کو سمیٹنا، اسی طرح رکوع یا سجدے سے اٹھتے وقت ایک یا دونوں ہاتھوں سے قمیص کو درست کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سجدے میں جاتے وقت شلوار اوپر کی طرف کھینچنا یا قمیص کا دامن سمیٹنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے کہ یہ کفِ ثوب میں داخل ہے جس سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے اور ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

البتہ! رکوع سے اٹھنے کے بعد یا سجدہ سے قیام کی طرف آنے کے بعد کبھی کبھار کپڑا جسم سے چپک جاتا ہے، تو اسے عمل قلیل کے ذریعہ چھڑانے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ عمل مفید ہے اور ایک ہاتھ سے باآسانی ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال نہ کیا جائے کہ ضرورت ایک ہاتھ سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر دوسرے ہاتھ کو بھی استعمال کرنا بے فائدہ ہوگا اور نماز میں عمل قلیل غیر مفید کا ارتکاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اگر دونوں ہاتھوں کا استعمال اس انداز سے کیا کہ دور سے کوئی دیکھے تو اس کا ظن غالب یہی ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو یہ صورت عمل کثیر والی ہو گی، جس کی بناء پر نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں مکروہات تحریمیہ کے بیان میں ہے "کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا، اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو اور اگر بلاوجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ۔ (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 624، مکتبۃ المدینہ)

بہار شریعت میں مکروہات تنزیہیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ہر وہ عمل قلیل کہ مصلی کے لئے مفید ہو جائز ہے اور جو مفید نہ ہو، مکروہ ہے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 631، مکتبۃ المدینہ)

نماز کے دوران دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز نگلنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2113

تاریخ اجراء: 06 ربیع الثانی 1445ھ /22 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نماز سے پہلے اگر دانتوں میں بوٹی کا ریشہ ہو اور دوران نماز وہ ریشہ دانت سے نکل کر حلق سے نیچے اتر جائے یا کوئی شخص اسے اتار لے تو نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر نماز شروع کرنے سے پہلے دانتوں میں بوٹی وغیرہ کے ریشے ہوں اور دورانِ نماز کوئی شخص اسے نگل لے تو اس کے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ اگر وہ چنے کی مقدار کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر وہ چنے کی مقدار سے کم ہو تو ایسی صورت میں نماز نہیں ٹوٹے گی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر بوٹی وغیرہ کا ریشہ معمولی مقدار میں ہونے کی وجہ سے بغیر نگلے، خود سے حلق میں اتر جائے تو اب اصلاً کوئی حرج نہیں۔

نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے: "أو اكل مابين اسنانه وكان دون الحمصة بلا عمل كثير كره ولا تفسد لعسر الاحتراز عنه" ترجمہ: یا جب دانتوں کے درمیان سے کوئی چیز عمل کثیر کے بغیر کھالی اور وہ چنے کی مقدار سے کم تھی تو یہ مکروہ ہے اور نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔

اس کے تحت حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "قوله: (وكان دون الحمصة) أما اذا كان قدر الحمصة فاكثر افسدها كما يفسد الصوم فما يفسدها يفسده ومالا فلا۔ قوله: (بلا عمل كثير) أما اذا كان مضغه كثيرا فلا خلاف في الفساد كما في البحر بخلاف ابتلاع القليل بعمل قليل لانه تبع لريقه، ولا يمكن الاحتراز عنه" ترجمہ: اور ان کا قول: چنے کی مقدار سے کم ہو۔ بہر حال جب وہ چنے کی مقدار جتنا یا اس سے زائد ہو تو وہ نماز کو فاسد کر دے گا جیسے روزے کو فاسد کر دے گا۔ لہذا جو روزے کو فاسد کر دے تو وہ نماز کو بھی فاسد کر دیتا ہے اور جو روزے کو فاسد نہ کرے تو وہ نماز کو بھی فاسد نہیں کرے گا۔ اور ان کا قول کہ بغیر عمل کثیر

کے۔ بہر حال جب اسے خوب چبایا تو اب (عمل کثیر کے پائے جانے کی وجہ سے) نماز کے فساد میں اختلاف نہیں جیسا کہ بحر میں ہے۔ بر خلاف قلیل مقدار کو عمل قلیل کے ذریعے نگلنے کے، کیونکہ یہ تھوک کے تابع ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں۔ **(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 341، دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مرد پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1109

تاریخ اجراء: 27 صفر المظفر 1444ھ / 24 ستمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر مرد کے بال لمبے ہوں تو کیا وہ پونی باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کا پونی باندھ کر نماز پڑھنا ناجائز و حرام ہے اور اس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی کہ حدیث پاک میں اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے، نیز اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے پر حدیث پاک میں لعنت فرمائی گئی ہے۔

در مختار میں ہے"(وصلاته مع ۔۔۔ عقص شعره)"ترجمہ: بالوں کی چوٹی بنا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے"(قوله وعقص شعره إلخ) أي ضفره وفتله، والمراد به أن يجعله على هامته ويشده بصمغ، أو أن يلف ذوائبه حول رأسه كما يفعله النساء في بعض الأوقات، أو يجمع الشعر كله من قبل القفا ويشده بخيط أو خرقة كي لا يصيب الأرض إذا سجد؛ وجميع ذلك مكروه، ولما روى الطبراني «أنه - عليه الصلاة والسلام - نهى أن يصلي الرجل ورأسه معقوص» " وأخرج الستة عنه - صلى الله عليه وسلم - «أمرت أن أسجد على سبعة أعضاء، وأن لا أكف شعرا ولا ثوبا»"ترجمہ: (مصنف کا قول: بالوں کی چوٹی بنانا) بالوں کو گوندھنا اور ان کی لٹ بنانا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں کو سر پر اکٹھا کر کے گوند کے ساتھ باندھ دے، یا بالوں کی مینڈھیوں کو سر کے گرد لپیٹ دے جیسا کہ بعض اوقات عورتیں کرتی ہیں یا تمام بالوں کو گدی کی جانب سے جمع کر کے دھاگے یا کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ باندھے تاکہ سجدہ کی حالت میں وہ زمین پر نہ لگیں اور یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے بالوں کی چوٹی

بنائی ہو،اور صحاح ستہ میں حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور بال اور کپڑے کو نہ سمیٹوں۔(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ،باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا،ج 1،ص 642،641،دار الفکر،بیروت)

بہار شریعت میں ہے "جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور نماز میں جوڑا باندھا، تو فاسد ہو گئی۔" (بہار شریعت،ج 1،حصہ 3،ص 625،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مرد کیلئے کندھوں سے نیچے تک بال بڑھانا بھی ناجائز و حرام اور گناہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے،اور حدیثِ مبارک میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔اور اس صورت میں بھی نماز مکروہ ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سینہ تک بال رکھنے والے کی امامت اور اس کی پیچھے پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: "سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام، اور عورتوں سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے۔۔۔ حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور، مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔(فتاوی رضویہ،ج 6،ص 611،610،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شرٹ کے پیچھے جاندار کی تصویر بنی ہو تو اسے پہن کر یا اسے الٹا کر کے نماز پڑھنا

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1182

تاریخ اجراء: 23جمادی الاول1445ھ /08دسمبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شرٹ پر جاندار کی تصویر بنی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی جبکہ تصویر پیٹھ پر ہے؟ نیز ایسے کپڑے کو الٹا کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس لباس پر جاندار کی ایسی تصویر ہو جس میں اُس کا چہرہ موجود ہو اور وہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو چہرہ واضح ہو تو ایسا لباس پہننا شرعاً جائز نہیں، اور ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ البتہ اگر وہ تصویر مٹا دی جائے یا اُس کا چہرہ مکمل کاٹ دیا جائے یا اُس پر سیاہی وغیرہ کوئی رنگ لگا دیا جائے جس سے اس کا چہرہ مٹ جائے، یا اُس تصویر والے لباس پر کوئی دوسرا کپڑا پہن یا اوڑھ لیا جائے جس سے وہ تصویر چھپ جائے تو اب نماز مکروہ تحریمی نہ ہو گی۔

اگر کپڑا الٹا کر کے نماز پڑھی جس سے تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ تحریمی نہیں ہو گی البتہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گی نیز الٹا کپڑا پہن کر نماز ادا کرنا بارگاہ الٰہی کے آداب کے خلاف ہے، ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا مستحب ہو گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہِ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹا دی جائے یا اس کا سر یا چہرہ بالکل محو کر دیا جائے، اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے پکے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے دھل نہ

سکے تو ایسے ہی پکے رنگ کی سیاہی اس کے سر یا چہرے پر اس طرح لگا دی جائے کہ تصویر کا اتنا عضو محو ہو جائے صرف یہ نہ ہو کہ اتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو و منافیِ صورت نہ ہو گا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 567، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ میں ہے: "کپڑا الٹا پہننا اوڑھنا خلافِ معتاد میں داخل ہے اور خلافِ معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربارِ عزت احق بادب و تعظیم ہے۔ واصلہ کراھۃ الصلٰوۃ فی ثیاب مھنۃ قال فی الدر و کرہ صلٰوتہ فی ثیاب مھنۃ ا قال الشامی و فسرھا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ و لا یذھب بہ الی الاکابر۔ اصل یہ ہے کہ کام و مشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے در میں ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں ہے وہ کپڑے جو آدمی گھر پہنتا ہے مگر ان کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا۔ (ت)

اور ظاہر کراہتِ تنزیہی، فان کراھۃ التحریم لا بدلھا من نھی غیر مصروف عن الظاھر کما قال ش فی ثیاب المھنۃ والظاھر ان الکراھۃ تنزیھیۃ۔ اس وجہ سے کہ کراہتِ تحریمی کے لئے ایسی نہی کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر سے مؤول نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت تنزیہی ہے۔ (ت)"
(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 358۔359، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

کراہت تنزیہی کے سبب نماز کا اعادہ مستحب ہونے کے متعلق فتاویٰ شامی میں ہے: "ذكر في الإمداد بحثا أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة مندوبة بترك سنة اهـ ونحوه في القهستاني، بل قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب اهـ۔ "یعنی "امداد" میں اس پر بحث موجود ہے کہ نماز کے کسی واجب کو ترک کرنے پر اس نماز کا اعادہ واجب ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ نماز میں کسی سنت کے ترک پر اس نماز کا اعادہ مستحب ہو الخ، اور اسی کی مثل "قہستانی" میں مذکور ہے، بلکہ صاحب "فتح القدیر" نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ وہ کراہت اگر تحریمی ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر تنزیہی ہو تو اس نماز کا اعادہ مستحب ہے۔" (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 02، صفحہ 183، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عذر کے سبب امام کا قعدے میں چوکڑی مار کر بیٹھنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12527

تاریخ اجراء: 22 ربیع الآخر 1444ھ / 18 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ٹانگ کا مسئلہ ہے کہ میں قعدے میں دو زانو ہو کر نہیں بیٹھ سکتا لہٰذا میں قعدہ میں چوکڑی مار کر بیٹھتا ہوں۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا میں اس صورت میں جماعت کروا سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دورانِ نماز، قعدہ میں بلا عذرِ شرعی چار زانو بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں سنّت طریقے کا ترک ہے، سنّت طریقہ یہ ہے کہ الٹا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور سیدھا پاؤں کھڑا رکھے اور اس کی انگلیاں قبلہ رُو ہوں۔ ہاں اگر عذر کے سبب نمازی چار زانو بیٹھتا ہے تو مکروہ نہیں۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ پوچھی گئی صورت میں آپ کا قعدہ میں چوکڑی مار کر بیٹھنا شرعاً مکروہ نہیں، لہٰذا اگر آپ امامت کے اہل ہیں تو آپ جماعت کروا سکتے ہیں۔

بلا عذرِ شرعی نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: ”ولا یتربّع الا من عذر لانّ فیہ ترک سنۃ القعود“ یعنی نمازی بلا عذر چوکڑی مار کر نہ بیٹھے کیونکہ اس طرح بیٹھنا ترک سنت ہے۔

سنت کے تحت بنایہ میں ہے: ”وھی افتراش رجلہ الیسریٰ والجلوس علیھا ونصب الیمنیٰ وتوجیہ اصابعہ الی القبلۃ واما فی حالۃ العذر فلانہ یبیح ترک الواجب فاولیٰ ان یبیح ترک المسنون“ یعنی نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنا بایاں پاؤں بچھادے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کو رکھے البتہ عذر کی حالت میں چار زانو بیٹھنے کی اجازت ہے کیونکہ عذر میں جب واجب چھوڑنے کی اجازت ہے تو سنّت چھوڑنے کی تو بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔ (البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، ج02، ص511، مطبوعہ ملتان)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(و) کرہ (التربع) تنزیھاًلترک الجلسة المسنونة (بغیر عذر) "یعنی بلا عذر نماز میں چار زانو بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ بیٹھنے کے مسنون طریقے کا ترک ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت فتاوی شامی میں ہے:"(قولہ: بغیر عذر) اما بہ فلا؛ لان الواجب یترک مع العذر فالسنة اولی "یعنی عذر کی صورت میں چار زانو بیٹھنا مکروہ نہیں کیونکہ جب عذر کے سبب واجب چھوڑا جاسکتا ہے تو سنت بدرجہ اولی چھوڑی جاسکتی ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص498، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"نماز میں بغیر عذر چار زانو بیٹھنا مکروہ ہے اور عذر ہو تو حرج نہیں۔" (بہار شریعت، ج01، حصہ3، ص632، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "زید ایک سنی درسگاہ کا طالبِ علم ہے۔ مسائلِ شرعیہ ضروریہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ صحیح الطہارت اور صحیح القراءت ہے۔ مگر کمر سے پیر تک مرض جھولہ اور فالج کے باعث لاٹھی کے سہارے لنگڑاتے ہوئے چلتا ہے۔ نماز کا قیام اور رکوع تو سنت کے مطابق ادا کرتا ہے۔ لیکن سجدہ کی حالت میں بوجہ مجبوری داہنے پاؤں کے انگوٹھے کا محض سرا لگتا ہے اور دوسرے پیر کی چار انگلیوں کے صرف سرے لگتے ہیں پیٹ نہیں لگ پاتے باقی فرائض سنت کے مطابق ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں زید مذکور، عالم اور غیر عالم کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں۔" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"وقتِ مجبوری جب پورا قیام فرض (کمافی الاحدب) اور استقراء علی الارض (کمافی الاعرج) حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی امامت درست ہے تو حالتِ سجدہ میں صرف انگوٹھا یا بعض واجب انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگنا صحت امامت کے لیے کب حرج بن سکتا ہے؟ بلاشبہ یہاں بھی امامت صحیح اور درست ہے اقتداء کرنے میں حرج نہیں۔" (فتاوی فیض الرسول، ج01، ص282-281، شبیر برادرز، لاہور، ملخصاً و ملتقطاً)

واضح رہے کہ امامت کی چند شرائط ہیں جن کا خیال رکھنا امام بننے کے لئے ضروری ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"امام اُسے کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو، قراءت صحیح ہو، سُنّی صحیح العقیدہ ہو، فاسق نہ ہو، اس میں کوئی بات نفرتِ مقتدیان کی نہ ہو، مسائلِ نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔" (فتاوی رضویہ، ج10، ص619، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے:''مرد غیر معذور کے امام کے لیے چھ شرطیں ہیں: (۱) اسلام۔ (۲) بلوغ۔ (۳) عاقل ہونا۔ (۴) مرد ہونا۔ (۵) قراءت۔ (۶) معذور نہ ہونا۔'' (بہار شریعت، ج01، ص560-561، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جمعہ میں آخری دو سنتیں مُؤکدہ ہیں یا غیر مُؤکدہ؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Aqs- 2319

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر1444ھ /22ستمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نمازِ جمعہ میں فرضوں کے بعد جو چار سنتیں پڑھی جاتی ہیں، ان کے بعد والی دو سنتیں مُؤکدہ ہیں یا غیر مُؤکدہ ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ جمعہ میں فرضوں سے پہلے والی چار سنتیں بِالِاتفاق سنتِ مُؤکدہ ہیں، البتہ فرضوں کے بعد والی سنتوں میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا کے نزدیک فرضوں کے بعد صرف چار رکعات سنتیں ہیں اور وہ مؤکدہ ہیں، ان کے علاوہ سنتیں نہیں ہیں، جبکہ امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے نزدیک فرضوں کے بعد ان چار رکعات سنتِ مؤکدہ کے بعد مزید دو سنتیں ہیں، لیکن آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے نزدیک بھی یہ مؤکدہ نہیں، غیر مؤکدہ ہیں، ان کا پڑھنا افضل ہے اور ان کو پڑھنے کا ہی اہتمام کرنا چاہیے، یہی موقف زیادہ احتیاط والا، افضل اور مختار ہے اور اسی پر اکثر مشائخ کا عمل ہے۔

جمعہ کے فرضوں سے پہلے والی چار سنتوں کے بارے میں سنن ابن ماجہ میں ہے: ”عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرکع قبل الجمعۃ اربعا لا یفصل فی شیء منھن“ ترجمہ: حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جمعہ سے پہلے اکٹھی چار رکعتیں بلا فصل ادا فرماتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجمعہ، صفحہ79، مطبوعہ کراچی)

جمعہ کے بعد والی چار سنتوں سے متعلق سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا“ ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھے، تو اس کے بعد چار رکعات (سنتیں) پڑھے۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الجمعۃ، جلد1، صفحہ288، مطبوعہ کراچی)

جمعہ کے بعد دو رکعات کے بارے میں ابن ماجہ شریف میں ہے:"عن سالم عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین "ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الجمعہ، صفحہ 79، مطبوعہ کراچی)

بخاری شریف کے مشہور شارح علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے بعد چار رکعات والی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"وھو قول أبي حنیفة، ومحمد، وقال أبو یوسف: یصلي أربعا بتسلیمة، ورکعتین آخرین بتسلیمة أخری "ترجمہ: اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کے بعد) ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے، پھر ایک اور سلام کے ساتھ دو رکعتیں (مزید) پڑھے۔(شرح ابی داؤد للعینی، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ بعد الجمعۃ، جلد4، صفحہ 474، مطبوعہ ریاض)

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے جہاں بھی جمعہ کی سنت مؤکدہ کو شمار فرمایا، تو صرف پہلے اور بعد والی چار چار رکعات کو سنتِ مؤکدہ شمار فرمایا، چنانچہ کنز الدقائق میں سنت مؤکدہ کے بارے میں ہے:"والسنۃ قبل الفجر و بعد الظھر والمغرب والعشاء رکعتان و قبل الظھر والجمعۃ و بعدھا اربع "ترجمہ: دو رکعت فجر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور چار ظہر سے پہلے اور چار جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد سنت (مؤکدہ) ہیں۔(کنز الدقائق مع بحر الرائق، جلد2، صفحہ 83، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:"واما السنۃ قبل الجمعۃ و بعدھا فقد ذکر فی "الاصل" واربع قبل الجمعۃ واربع بعدھا و کذا ذکر الکرخی "ترجمہ: بہر حال جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں، تو اس بارے میں "کتاب الاصل" میں ذکر کیا گیا ہے کہ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعات جمعہ کے بعد (سنتِ مؤکدہ) ہیں۔(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل: صفۃ القراءۃ فی سنن الصلوۃ، جلد1، صفحہ 285، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جمعہ کے بعد چار کے علاوہ سنتوں کی نفی کرتے ہوئے علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"انا نقول السنۃ بعدھا اربع رکعات لا غیر لما روینا"ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد سنت صرف چار ہی رکعتیں ہیں، ان کے علاوہ نہیں، اس حدیث کی وجہ سے جو اس بارے میں ہم نے روایت کی ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل: صفۃ القراءۃ فی سنن الصلوۃ، جلد1، صفحہ 285، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درمختار میں فرماتے ہیں:"وسن مؤکدا۔۔اربع قبل الجمعۃ واربع بعدھابتسلیمۃ"ترجمہ:جمعہ سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعات اور جمعہ کے بعد ایک سلام کے ساتھ چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں۔(درمختار مع ردالمختار، کتاب الصلوۃ، جلد2صفحہ545،مطبوعہ کوئٹہ)

بعد والی سنتیں بھی پڑھناروایات میں موجود ہے، چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:"قال ابویوسف ینبغی ان یصلی اربعاثم رکعتین کذاروی عن علی رضی اللہ عنہ"ترجمہ:امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :مناسب یہ ہے کہ نمازی جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھے، پھر دو رکعات (بھی) پڑھے، جیسا کہ طرح حضرت علی سے مروی ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ،فصل:صفۃ القراۃفی سنن الصلوۃ،جلد1،صفحہ285،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اسی طرح بحر الرائق میں منیۃ المصلی کے حوالے سے ہے:"وفی منیۃ المصلی والافضل عندناان یصلی اربعاثم رکعتین"ترجمہ:منیۃ المصلی میں ہے:ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کے نمازی جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے پھر دو پڑھے۔(البحرالرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الصلوۃ،باب الوتر والنوافل،جلد2،صفحہ53،مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولاناالشاہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ جمعہ کے دن کتنی رکعات سنت پڑھنی چاہیے؟فرضوں سے پہلی کتنی اور فرضوں کے بعد کتنی رکعات پڑھنی چاہیے؟تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:"دس سنتیں ہیں۔چار پہلے،چار بعد۔ھی منصوص علیھن فی المتون قاطبۃ وقد صح بھن الحدیث فی صحیح مسلم (مُتون میں ان کے حوالے سے قطعاً نص وارد ہے اور صحیح مسلم شریف میں ان کے بارے میں حدیثِ پاک بھی موجود ہے)اور دو بعد کو اور، کہ بعدِ جمعہ چھ سنتیں ہوناہی حدیثاًوفقہاًاَثبت واَحْوط، مختار ہے،اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں،ان دو سے مؤکد تر ہیں۔"(فتاوی رضویہ،ج8،ص292،رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"جمعہ کی سنت بعدیہ میں اختلاف ہے۔اصل مذہب میں چار ہیں،وعلیہ المتون(متون اسی پر ہیں)اور اَحْوَط و افضل چھ ہیں۔وھوقول الامام ابی یوسف وبہ اخذاکثر المشائخ کمافی فتح اللہ المعین عن النھرعن العیون والتجنیس وھوالمختار کمافی جواھر الاخلاطی وھوالثابت بالحدیث کمابیناہ فی فتاوٰنا(ترجمہ:)امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور اسی پر اکثرمشائخ کا عمل ہے، جیسا کہ فتح اللہ المعین میں نہر سے اور وہاں عیون اور تجنیس سے ہے اور یہی مختار ہے، جیسا

کہ جواہر الاخلاطی میں ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ ہمارے فتاویٰ میں اس کی تفصیل ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ326، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاویٰ نوریہ میں ہے:"بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار رکعتیں سنت ہیں، جو ایک سلام کے ساتھ یعنی چار اکٹھی پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے چھ رکعتیں آئی ہیں، لہٰذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ میں چار بھی آجائیں گی، مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو پڑھے۔" (فتاوی نوریہ، جلد1، صفحہ558، دار العلوم حنفیہ فریدیہ، اوکاڑہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دعائے قنوت بھولنے کی صورت میں ادھوری چھوڑ کر نماز مکمل کی، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12840

تاریخ اجراء: 02ذیقعدۃ الحرام 1444ھ / 23 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے وتر میں دعائے قنوت پڑھنا شروع ہی کی تھی کہ وہ اس دعا کو بھول گیا زید نے پیچھے سے الفاظ دہرائے لیکن اُسے دعا یاد نہیں آئی جس پر زید نے مجبوراً دعائے ماثورہ پڑھ کر نماز پوری کی پھر آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا۔

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس صورت میں زید کی وہ نمازِ وتر درست ادا ہو گئی؟؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ وتر میں مشہور دعائے قنوت پڑھنا سنت ہے اگر نمازی نے اس معروف دعا کی جگہ کوئی اور دعا پڑھ لی جب بھی اس کا دعائے قنوت والا واجب ادا ہو جائے گا۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کی وہ نمازِ وتر درست ادا ہوئی ہے اور زید پر سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوا کہ واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو بھولے سے چھوڑنے کی بنا پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے جبکہ یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

وتر میں مشہور دعائے قنوت پڑھنا سنت ہے۔ جیسا کہ مختار میں ہے: ”ویسن الدعاء المشھور“ یعنی (وتر میں) مشہور دعا پڑھنا سنت ہے۔ (درمختار مع الرد المحتار، کتاب الصلوۃ، ج 02، ص 534، مطبوعہ کوئٹہ)

مشہور دعائے قنوت کے علاوہ نمازی نے کوئی اور دعا پڑھ لی، جب بھی اس کا واجب ادا ہو جائے گا۔ جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے: ”القنوت الواجب یحصل بای دعاء کان، قال فی النھر: واما خصوص اللھم انا نستعینک فسنۃ فقط، حتی لو اتی بغیرہ جاز اجماعا“ یعنی قنوتِ واجب کسی بھی دعا سے حاصل ہو جاتا ہے،

صاحبِ نہر نے فرمایا: کہ خاص دعا یعنی اللھم انا نستعینک، یہ پڑھنا سنت ہے، اگر کسی نے اس کے علاوہ کوئی اور دعاء پڑھ لی، تو بالاجماع جائز ہے۔(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلوۃ،ج02،ص200،مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں اس متعلق مذکور ہے:"واتفقوا علی أنہ لو دعا بغیرہ جاز "یعنی فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی اس (مشہور دعا) کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے، تو یہ بھی جائز ہے۔(البحر الرائق، کتاب الصلوۃ،ج01،صفحہ526،مطبوعہ کوئٹہ)

مشہور دعائے قنوت کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہ ہونے کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے:

"نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا۔ دعائے قنوت اگر یاد نہیں، یاد کرنا چاہیے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو، تو اللھم اغفرلی تین بار کہہ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ آئے، تو صرف یارب تین بار کہہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔"(فتاوی رضویہ،ج07،ص485،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے:"دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے، جب بھی حرج نہیں۔"(بہارِ شریعت،ج01،ص654،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس مصلے پر سمتِ قبلہ دکھانے والا کمپاس نصب ہو، اس پر نماز پڑھنا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13297

تاریخ اجراء: 26 شعبان المعظم 1445ھ / 08 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا عمرہ سے واپس آتے ہوئے ایک جائے نماز لے کر آئے جو انہوں نے مجھے تحفے میں دی ہے۔ اس جائے نماز کے درمیان میں قبلہ کی سمت دکھانے والا کمپاس نصب ہے، نماز ادا کرتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑتی ہے، کیا اس جائے نماز پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اللہ پاک نے قرآن مجید میں کامیاب مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر ہر مسلمان کو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنا چاہئے۔ ظاہری اعضا میں خشوع کا معنی یہ ہے کہ نمازی کے تمام اعضا سکون میں ہوں اور نظر قیام کی حالت میں مقامِ سجدہ پر، حالتِ رکوع میں پشتِ قدم پر، حالت سجود میں ناک کی طرف اور حالتِ قعدہ میں اپنی گود کی طرف ہو۔ اب اگر ایسے مصلے پر نماز پڑھی جائے گی جس پر قبلہ کی سمت دکھانے والا کمپاس نصب ہے، تو اس صورت میں خاشعین کی طرح نماز پڑھتے ہوئے قیام، رکوع اور قعود کی حالت میں بار بار نظر اس کمپاس کی طرف اٹھے گی، توجہ اسی طرف مبذول ہوتی رہے گی، جس کی وجہ سے خشوع و خضوع میں خلل واقع ہو گا، لہٰذا ایسے مصلے پر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہو گا یعنی ایسے مصلے پر نماز پڑھنا اگرچہ گناہ نہیں ہے، لیکن اس پر نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے۔

اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲" ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (سورۂ مومنون، آیت 2۔1)

تفسیر ابی سعود، تفسیر بیضاوی اور تفسیر روح البیان میں ہے:"خائفون من اللہ متذللون لہ ملزمون ابصارھم مساجدھم "یعنی اللہ پاک سے ڈرتے ہیں، اس کے لئے عاجزی اختیار کرتے ہیں، اپنی نگاہوں کو اپنے سجدوں کی جگہ جما کر رکھتے ہیں۔(تفسیر روح البیان، جلد6، صفحہ 66، دار الفکر)

تفسیر کبیر و تفسیر خازن میں ہے: واللفظ للخازن:"لا بد من الجمع بين أفعال القلب والجوارح وهو الأولى فالخاشع في صلاته لا بد وأن يحصل له الخشوع في جميع الجوارح ,فأما ما يتعلق بالقلب من الأفعال فنهاية الخضوع والتذلل للمعبود ولا يلتفت الخاطر إلى شيء سوى ذلك التعظيم. وأما ما يتعلق بالجوارح فهو أن يكون ساكناً مطرقاً ناظراً إلى موضع سجوده "یعنی خشوع میں افعالِ قلب و افعالِ اعضا کو جمع کرنا ضروری ہے اور یہی زیادہ بہتر ہے، لہٰذا خاشع کے لئے ضروری ہے کہ اسے تمام اعضا میں خشوع حاصل ہو، بہر حال جن افعال کا تعلق دل کے ساتھ ہے، تو ان میں معبود کے لئے خضوع و عاجزی کی انتہا ہو اور اس کی تعظیم کے علاوہ دل کسی دوسری چیز کی التفات نہ کرے اور جن افعال کا تعلق اعضا کے ساتھ ہے، تو وہ سکون کے ساتھ، سر جھکائے ہوئے اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے ہوئے ہو۔(تفسیر خازن، جلد3، صفحہ 267، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مبسوط میں ہے:"لما نزل قوله تعالى: {قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿1﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿2﴾} قال أبو طلحة رضي الله عنه ما الخشوع يا رسول الله قال: "أن يكون منتهى بصر المصلي حال القيام موضع سجوده". ثم فسر الطحاوي في كتابه فقال في حالة القيام ينبغي أن يكون منتهى بصره موضع سجوده وفي الركوع على ظهر قدميه وفي السجود على أرنبة أنفه وفي القعود على حجره "یعنی جب اللہ پاک کا یہ فرمان "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿1﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿2﴾ "نازل ہوا، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خشوع کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز پڑھنے والے کی نگاہ حالتِ قیام میں اس کے سجدہ کی جگہ ہو۔ پھر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: مناسب یہ ہے کہ حالتِ قیام میں نگاہ کی انتہا موضعِ سجدہ ہو، رکوع میں پشتِ قدم پر ہو، سجود میں ناک کے اگلے حصہ کی طرف اور قعدہ میں گود کی طرف۔(المبسوط، جلد1، صفحہ 25، دار المعرفۃ، بیروت)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد علامہ علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"أن هذا كله تعظيم وخشوع "یعنی یہ تمام کا تمام تعظیم و خشوع ہے۔(بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ 215، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:"(و) تکرہ بحضرۃ کل (ما یشغل البال) کزینۃ (و) بحضرۃ ما (یخل بالخشوع)"یعنی ہر وہ چیز جو دل کو مشغول کرے جیسے زینت اور جو چیز خشوع میں خلل ڈالے، اس کی موجودگی میں نماز مکروہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، صفحہ131، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

وقار الفتاوی میں ہے:"نقش و نگار والی جانمازوں پر نماز پڑھنا اچھا نہیں کہ توجہ ان کی طرف رہے گی، اور خشوع و خضوع میں فرق آئے گا" (وقار الفتاوی، جلد2، صفحہ514، بزمِ وقار الدین، کراچی)

وقار الفتاوی میں ہے:"نمازیوں کے آگے اتنی اونچائی تک کہ خاشعین کی طرح نماز پڑھنے میں جہاں تک نظر آجاتا ہے شیشے لگانا یا کوئی ایسی چیز لگانا جس سے نمازی کا دھیان اور التفات ادھر جاتا ہو، مکروہ ہے۔ لہذا اتنی اونچائی تک کے شیشے ہٹالینا چاہییں، ان شیشوں میں اپنی شکل جو نظر آتی ہے اس کے احکام تصویر کے نہیں، لہذا نماز مکروہِ تحریمی نہ ہوگی مگر مکروہِ تنزیہی ہے۔" (وقار الفتاوی، جلد2، صفحہ258، بزمِ وقار الدین، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنت غیر مؤکدہ کے قعدہ اولی میں درودِ پاک اور دعا کا حکم

ریفرنس نمبر: Gul 2375

تاریخ: 15-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سنت غیر موکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود پاک اور دعا پڑھنا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ؟ نیز اس کو چھوڑنے کی عادت بنانے والا شخص گنہگار ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سنت غیر موکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود پاک اور دعا پڑھنا سنت موکدہ نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔ پڑھنا بہتر ہے، لہذا اس کو چھوڑنے کی عادت بنانے والا شخص گنہگار نہیں ہو گا۔

سنت غیر موکدہ اور نوافل کی تیسری رکعت میں ثنا پڑھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے حلبۃ المجلی میں ہے:"فقام من القعدۃ الاولیٰ الی الرکعۃ الثالثۃ فانہ یستحب لہ ان یبتدی الثالثۃ بالاستفتاح والتعوذ"یعنی جب نمازی سنت غیر موکدہ کے قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ تیسری رکعت کو ثناء اور تعوذ کے ساتھ شروع کرے۔ (حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ182، نوریہ رضویہ پبلشرز، لاھور)

نوافل وغیرہ کی دوسری رکعت میں درود پاک اور دعا پڑھنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فتاوی رضویہ میں ہے:"پڑھنا بہتر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ443، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

10جمادی الاولی1443ھ/15دسمبر2021ء

ریفرینس نمبر: Pin 5880　　بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　تاریخ: 05-11-2018

جیکٹ واسکٹ کی زِپ، بٹن کُھلے ہوں، تو نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر قمیص کے اوپر جیکٹ یا واسکٹ پہنی ہو اور اس کی زِپ یا بٹن کھول کر نماز پڑھیں، تو کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟　　**سائل: فاروق عطاری (راولپنڈی)**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں! اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "انگرکھے پر جو صدری یا چُغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے، تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے، کہ یہ خلاف معتاد نہیں۔"
(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 386، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "اس طرح کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ نیچے کرتے کا سارا بٹن بند ہے اور اُوپر شیروانی یا صَدری کا کل یا بعض بٹن کھلا ہے، تو حرج نہیں۔"　　(فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 174، شبیر برادرز، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

26 صفر المظفر 1440ھ/05 نومبر 2018ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: kan-14548		بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ		تاریخ: 07-11-2019

رکوع سے اٹھنے کے بعد کیا کلمات پڑھیں ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ جب رکوع سے کھڑے ہوتے ہیں، تو "ربنالک الحمد" پڑھتے ہیں اور بعض لوگ "ربنا ولک الحمد" پڑھتے ہیں۔ برائے کرم اصلاح فرمائیں کہ صحیح کلمات کیاہیں؟ **سائل: محمد اقبال (بہادر آباد)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دونوں طرح کے الفاظ درست ہیں، دونوں سے سنت اداہو جائیگی، البتہ بہتر یہ ہے کہ "اللھم ربنا ولک الحمد" پڑھیں۔

قومہ کی حمد میں چار طرح کے الفاظ منقول ہیں: سب سے افضل "اللھم ربنا ولک الحمد" ہے یعنی "اللھم" اور "واؤ" دونوں کے ساتھ، پھر "اللھم ربنالک الحمد" یعنی واؤ کے بغیر، پھر "ربنا ولک الحمد" یعنی کلمہ "اللھم" کے بغیر پھر "ربنالک الحمد" یعنی "اللھم" اور واؤ کے بغیر۔

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "والمراد بالتحمید واحد من اربعۃ الفاظ، افضلھا اللھم ربنا ولک الحمد، کما فی المجتبی ، ویلیہ اللھم ربنا لک الحمد ،ویلیہ ربنا ولک الحمد ویلیہ ربنالک الحمد " یعنی قومہ میں حمد کرنے سے مراد چار طرح کے الفاظ میں سے کوئی ایک طرح کے الفاظ پڑھنا ہے: ان میں سے افضل "اللھم ربنا ولک الحمد" ہے جیسا کہ مجتبی میں ہے اس کے بعد "اللھم ربنا

لک الحمد" ہے، اس کے بعد" ربناولک الحمد" ہے اور اس کے بعد" ربنالک الحمد" ہے۔

(البحر الرائق، جلد1، صفحہ553، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ عالم بن علاء اندرپتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فتاوی تاتار خانیہ میں لکھتے ہیں:" وفی الکافی : صفة التحمید ربنا لک الحمد ، ربنا ولک الحمد ، اللھم ربنا لک الحمد ، اللھم ربنا ولک الحمد، وھو الاحسن ، والکل منقول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم" یعنی کافی میں ہے کہ تحمید کی صفت اس طرح ہے:" ربنا لک الحمد ، ربنا ولک الحمد ، اللھم ربنا لک الحمد ، اللھم ربنا ولک الحمد" اور یہ آخری بہت اچھا ہے اور تمام الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں۔

(فتاوی تاتارخانیہ، جلد1، صفحہ539، مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے:" ربنالک الحمد سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر واؤ ہونا بہتر ہے اور اللھم ہونا اس سے بہتر اور سب میں بہتر یہ ہے کہ دونوں ہوں۔"

(بہارشریعت، حصہ3، صفحہ527، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــہ

ابو حمزہ محمد حسان عطاری

09ربیع الاول1441ھ/07نومبر2019ء

دارالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: Pin 6081　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 23-03-2019

عمامہ باندھنے میں درمیان سے ٹوپی کو کُھلا چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ عمامہ باندھنے کے بعد اگر اوپر سے ٹوپی کو نہ چھپایا، تو اس حالت میں نماز پڑھنا، یونہی بعض لوگ صرف ٹوپی کی سائیڈوں پر ہی عمامہ باندھتے ہیں، اوپر عمامہ شریف نہیں ہوتا، اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا ان پر اعتجار کا حکم لگے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں بیان کردہ دونوں صورتوں میں نماز پڑھنا جائز ہے کہ یہ اعتجار کے حکم میں نہیں، کیونکہ اعتجار کی صورت یہ ہے کہ سر کے اردگرد عمامہ یا رومال اس طرح باندھا جائے کہ سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے اور کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو، جبکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سر ٹوپی سے چھپا رہتا ہے۔

مبسوط للسرخسی میں ہے:"ویکرہ ان یصلي وھو معتجر لنھي الرسول علیہ الصلاۃ والسلام عن الاعتجار في الصلاۃ وتفسیرہ ان یشد العمامۃ حول راسہ ویبدي ھامتہ مکشوفاً" ترجمہ: اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ اعتجار میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اعتجار یہ ہے کہ عمامے کو سر کے اردگرد باندھا جائے اور درمیانی حصہ کھلا رہے۔"

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصلوۃ، باب مکروھات الصلوۃ، جلد 1، صفحہ 31، مطبوعہ بیروت)

تبیین الحقائق میں ہے:"ویکرہ الاعتجار وھو ان یکور عمامتہ ویترک وسط راسہ مکشوفاً"

ترجمہ: اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامے کو سر پر باندھا جائے اور سر کا درمیانی حصہ کھلا چھوڑ دیا جائے۔"

(تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، جلد 1، صفحہ 164، مطبوعہ ملتان)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہوتا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اسی صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو۔"

(فتاوی امجدیہ، حصہ 1، صفحہ 399، مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی)

واللہ تعالی اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

15 رجب المرجب 1440ھ 23 مارچ 2019ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:FMD-1469 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ:15-07-2019

سجدے میں جاتے ہوئے یا رکوع و سجدے سے اٹھتے ہوئے کپڑا درست کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ سجدے میں جاتے وقت شلوار کو اوپر کرنا یا قمیص کو سمیٹنا، اسی طرح رکوع یا سجدے سے اٹھتے وقت ایک یا دونوں ہاتھوں سے قمیص کو درست کرنا کیسا ہے؟

سائل: محمد عبد اللہ (G-5، نیو کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سجدے میں جاتے وقت ایک ساتھ دونوں ہاتھوں سے شلوار اوپر کی طرف کھینچنا یا قمیص کا دامن سمیٹنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے کہ یہ کفِ ثوب میں داخل ہے جس سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے اور ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

البتہ رکوع سے اٹھنے کے بعد یا سجدہ سے قیام کی طرف آنے کے بعد کبھی کبھار کپڑا جسم سے چپک جاتا ہے، تو اسے عملِ قلیل کے ذریعہ چھڑانے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ عمل مفید ہے اور ایک ہاتھ سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال نہ کیا جائے کہ ضرورت ایک ہاتھ سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر دوسرے ہاتھ کو بھی استعمال کرنا بے فائدہ ہو گا اور نماز میں عمل قلیل غیر مفید کا ارتکاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

یاد رہے کہ اگر دونوں ہاتھوں کا استعمال اس انداز سے کیا کہ دور سے کوئی دیکھے تو اس کا ظن غالب یہی ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو یہ صورت عمل کثیر ہو گی، جس کی بناء پر نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ او لحیتہ او جسدہ وان یکف ثوبہ بان یرفع ثوبہ من بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود کذا فی معراج الدرایۃ ولا باس بان ینفض ثوبہ کیلا یلتف بجسدہ فی الرکوع" یعنی نمازی کا اپنے کپڑے، داڑھی یا جسم کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے اور کپڑا سمیٹنا یوں کہ سجدہ کا ارادہ کرتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑا اٹھا لے یہ بھی مکروہ ہے۔ جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے اور کپڑا جھاڑنا تا کہ رکوع میں جسم سے چپک نہ جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، جلد1، صفحہ105، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ردالمحتار میں نقل فرماتے ہیں: "قال فی النھایۃ وحاصلہ ان کل عمل ھو مفید للمصلی فلا باس بہ، اصلہ ماروی ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یوذیہ فکان مفیدا وفی زمن الصیف کان اذا قام من السجود نفض ثوبہ یمنۃ او یسرۃ لانہ کان مفیدا کی لاتبقی صورۃ۔ فاما مالیس بمفید فھو عبث " یعنی نہایہ میں ہے "حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ عمل کہ جو نمازی کے لیے مفید ہو، اسے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی اصل یہ روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نماز میں پسینہ آیا تو آپ نے پونچھ لیا یعنی ہاتھ پھیر کر صاف کر دیا، چونکہ یہ تکلیف کا باعث ہے لہٰذا یہ مفید عمل ہے اور گرمی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب سجدہ سے قیام فرماتے تو دائیں یا بائیں طرف سے کپڑا چھڑا لیتے کہ یہ بھی مفید عمل ہے تاکہ جسم کی ہیئت ظاہر نہ ہو۔ رہا وہ عمل کہ جو مفید نہ ہو تو وہ عبث و مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ490، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت مکروہات تحریمی کے بیان میں ہے: "کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا، اگرچہ گرد سے بچانے کے لیے کیا ہو اور اگر بلاوجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ624، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: "کپڑا سمیٹنا جیسا کہ ناواقف لوگ سجدہ میں جاتے ہوئے آگے یا پیچھے کے کپڑے کو اٹھاتے ہیں، یہ مفسد نماز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ جس نماز میں ایسا کیا گیا، اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد1، صفحہ276، مطبوعہ شبیر برادرز)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں نماز کے مکروہات تنزیہی کی صورتوں کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "ہر وہ عمل قلیل کہ مصلی کے لئے مفید ہو جائز ہے اور جو مفید نہ ہو، مکروہ ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ631، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

11 ذو القعدۃ الحرام 1440ھ / 15 جولائی 2019ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: Sar 6711　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 30-07-2019

فرضوں کی تیسری، چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ کیا خاموش بھی رہ سکتے ہیں؟ **سائل: محمد زبیر عطاری (فیصل آباد)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا افضل ہے، واجب نہیں اور تین بار سبحان اللہ کہنا یا اتنی مقدار خاموش کھڑا رہنا بھی جائز ہے، لیکن تسبیح پڑھنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔

چنانچہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظھر فی الأولیین بأم الکتاب، وسورتین، وفی الرکعتین الأخریین بأم الکتاب" بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں تلاوت فرماتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ تلاوت فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب یقرأ فی الاخریین، ج1، ص107، مطبوعہ کراچی)

اور فرض کی آخری دو رکعتوں میں کچھ بھی نہ پڑھنے کے بارے میں مؤطا امام مالک میں ہے: "أن عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما جھر فیہ، وفیما یخافت فیہ فی الأولیین، ولا فی الأخریین، واذا صلی وحدہ قرأ فی الأولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ، ولم یقرأ فی الأخریین شیئا" ترجمہ: بے شک عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے جہری اور خفی دونوں نمازوں میں پہلی دو رکعتوں اور آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں کرتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ساتھ میں سورت کی قراءت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے

(مؤطا امام مالک، باب افتتاح الصلاۃ، ص62، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ)

مصنفِ عبد الرزاق میں ہے:"عن عبید اللہ بن أبي رافع قال کان یعني علیا یقرأ في الأولیین من الظھر والعصر بأم القرآن وسورۃ، ولا یقرأ في الأخریین "ترجمہ: عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہراور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور ساتھ میں سورت کی قراءت کرتے تھے اور آخری رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاہ، باب کیف القراءۃ فی الصلاۃ، ج2، ص100، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:"ما قرأ علقمة في الرکعتین الأخریین حرفاقط"ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ (فرض کی) آخری دو رکعتوں میں ایک حرف بھی نہ پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاہ، باب کیف القراءۃ فی الصلاۃ، ج2، ص100، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں تسبیح پڑھنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:" یقرأ في الأولیین، ویسبح فی الأخریین "ترجمہ: کہ (نمازی) پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاہ، من کان یقول یسبح فی الاخریین، ج1، ص327، مطبوعہ ریاض)

درمختار میں ہے:" واکتفی المفترض فیما بعد الأولیین بالفاتحة فانھاسنة علی الظاھر ولو زاد لا بأس به (وھو مخیر بین قراءۃ) الفاتحة.... (وتسبیح ثلاثا) وسکوت قدرھا"ترجمہ: چار رکعت فرض پڑھنے والے کے لیے پہلی دو رکعت کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا کافی ہے اور یہ بظاہر سنت بھی ہے اور اگر سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملالی تو کوئی حرج نہیں اور نمازی کو سورہ فاتحہ پڑھنے اور تین مرتبہ تسبیح کہنے اور اس مقدار چپ رہنے میں اختیار ہے۔

(درمختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص270، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر قادری عطاری

26ذیقعدہ1440ھ/30جولائی2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرنس نمبر: Har 4901 | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | تاریخ: 01-09-2018

جرسی کے نیچے آستین فولڈ رہ گئی، تو نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سردیوں میں کپڑوں کے اوپر جرسی پہنتے ہیں اور وضو کے بعد جرسی تو نیچے کر لیتے ہیں، لیکن آستین بعض اوقات فولڈ رہ جاتی ہے، کیا اسے بھی درست کرنا ضروری ہو گا اور نیچے نہ کرنے کی صورت میں نماز مکروہِ تحریمی ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کپڑا فولڈ کر کے یعنی موڑ کر نماز پڑھنے سے حدیثِ پاک میں منع فرمایا گیا ہے اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ ہو گی۔ پھر حدیثِ پاک میں مطلقاً کپڑا فولڈ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، چاہے اوپر والا ہو یا نیچے والا، لہٰذا ابلا کراہت نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو گا کہ جرسی کے ساتھ ساتھ اندر قمیص کی آستین بھی نیچے کر لی جائے۔ اگر صورتِ مسئولہ میں جرسی کی آستین کے نیچے قمیص کی آستین آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھی ہوئی ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ ہو گی۔

حدیث شریف میں ہے:" قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُمِرتُ ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ واشار بیدہ علی انفہ والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولا نکفِتَ الثیاب والشعر " نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی مقدس ناک شریف کی طرف اشارہ فرمایا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کے کناروں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بال نہ سمیٹیں۔

(صحیح البخاری، جلد1، صفحہ182، حدیث812، مطبوعہ لاھور)

مرقاۃ المفاتیح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیثِ پاک کے آخری الفاظ کے تحت فرماتے ہیں: " ومن کفتهما ان یعقص الشعروان یشمر ثوبه۔ ملخصا" کپڑے اور بال سمیٹنے میں سے ہے، اس کا بالوں کا جُوڑا بنانا اور کپڑا سمیٹنا۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد 2، صفحہ 561، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: "یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیه" کپڑا سمیٹنے میں اس کی آستینیں چڑھانا بھی داخل ہے۔ **(البحر الرائق، جلد 2، صفحہ 42، مطبوعہ کوئٹہ)**

حلبۃ المُجلی میں ہے: "ینبغی ان یکرہ تشمیرھا الی ما فوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا" آستینوں کا آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھائے ہونا بھی مکروہ ہونا چاہیے، کیونکہ کپڑا سمیٹنا اس پر بھی صادق آتا ہے۔

(حلبۃ المجلی، جلد 2، صفحہ 287، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: " تمام متونِ مذہب میں ہے: " کرہ کف ثوبه" تو لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے، تو اعادہ کیا جائے۔ کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ (جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔)"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 310، 311، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: " کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔"

(بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 624، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

عبدہ المذنب ابو الحسن فضیل رضا عطاری عفی عنہ

20 ذو الحجۃ الحرام 1439ھ/01 ستمبر 2018ء

ریفرینس نمبر: Lar6671　　بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ: 10-07-2017

عورت کا جوڑا باندھنا کیسا اور نماز کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے سر پر جُوڑا باندھنا جائز ہے اور اس حال میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس طرح کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ "قُربِ قیامت عورتوں کے سر اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے" اور اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عورت کا اپنے سر پر جُوڑا باندھنا حرام ہے۔ اگر یہ روایت درست ہے، تو کیا اس میں اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح سر ہوں گے، اس سے مراد عورتوں کے جُوڑے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کا سر پر جُوڑا باندھنا شرعاً جائز ہے اور اس کے لیے اس حالت میں نماز ادا کرنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، البتہ مردوں کو حالتِ نماز میں جُوڑا باندھنا ممنوع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے: "عن أبي رافع قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصلي الرجل ورأسه معقوص" ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اس حال میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کہ اس نے سر کے بالوں کا جُوڑا بنایا ہو۔　　(مصنف عبد الرزاق الصنعانی، جلد2، صفحہ183، المجلس العلمی)

حضرت علامہ زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1031ھ) فیض القدیر میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: " قال الزين العراقي : والنهي خاص بالرجل دون المرأة " ترجمہ: امام زین عراقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (نماز میں جُوڑا باندھنے کی) ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ عورتوں سے۔　　(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، باب المناھی، جلد6، صفحہ348، مطبوعہ مصر)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " جُوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے۔ حدیث میں صاف نهى الرجل ہے۔ عورت کے بال عورت ہیں، پریشان ہوں گے، تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے، جب اس میں حرج نہیں، جُوڑے میں کیا حرج ہے۔ مرد کے لیے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاۃ وغیرہ اور عورت ہرگز اس کی مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: ھو مختص بالرجال دون النساء۔　　(فتاوی رضویہ جلد7، صفحہ298 رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

رہی بات سوال میں مذکور حدیث پاک کی۔ یہ روایت درست ہے اور اس مفہوم کی روایت کئی کُتبِ احادیث جیسے صحیح مسلم، مسند احمد، مسند ابی یعلی، صحیح ابن حبان، المعجم الاوسط، السنن الکبری للبیہقی، شعب الایمان وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

اور اس حدیث کے یہ الفاظ کہ "ان عورتوں کے سر بختی اونٹنیوں کے کوہانوں سے مشابہ ہوں گے" اس جملے کی شرح میں شارحین حدیث کے کئی اقوال ہیں۔ بعض شارحین نے جو اس کی شرح جُوڑے سے کی ہے، مراد وہ جُوڑا ہے، جو سر پر بالوں کے اوپر کوئی کپڑا لپیٹ کر اتنا بلند کر لیا جائے کہ وہ مردوں کے عمامے سے مشابہ ہو جائے یا بے جا اسراف کر کے بالوں پر کپڑا لپیٹا جائے یا تھوڑے بالوں کا کپڑے کے ساتھ یوں جوڑا بنانا کہ لوگوں کو دھوکا ہو کہ یہ مکمل جُوڑا بالوں کا ہے یا بطورِ تکبر جُوڑا باندھنا اور یہ سب کام مردوں سے مشابہت، اسراف، لوگوں کو دھوکا دینا اور تکبر کرنا، حرام ہیں۔

حضرت علامہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے الفاظ (رؤوسھن کأسنمۃ البخت المائلۃ) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:"ارادبہ انھن یغطین رؤوسھن بالخمر والعمامۃ والعصابۃ حتی تشبہ اسنمۃ البخت۔۔۔ ویجوز ان یقال: اراد بقولہ (رؤوسھن کأسنمۃ البخت) انھن یکثرن عقاص شعورھن حتی بالاسنمۃ "ترجمہ: وہ عورتیں اپنے دوپٹوں، عماموں اور پٹیوں کے ساتھ اپنے سروں کو ڈھانپ لیں گی حتی کہ وہ اونٹنیوں کے کوہانوں سے مشابہ ہو جائیں گے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان کہ ان عورتوں کے سر بختی اونٹنیوں کی طرح ہوں گے، سے مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے بالوں کے جُوڑے کثرت سے بنائیں گی، یہاں تک کہ وہ کوہانوں سے مشابہ ہو جائیں گے۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، جلد6، صفحہ334، مطبوعہ کندھار)

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی القاہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1031ھ) تحریر فرماتے ہیں:

" وفی روایۃ کأسنمۃ البخت أی اللائي یجعلن علی رؤوسھن ما یکبرھا ویعظمھا من الخرق والعصائب والخمر حتی تصیر تشبہ العمائم قال ابن العربي: وھذا کنایۃ عن تکبیر رأسھا بالخرق حتی یظن الرائي أنہ کلہ شعر وھو حرام۔۔۔ وھن ارتکبن عدۃ محرمات: التشبہ بالرجال والاسراف والاعجاب وغیرھا "یعنی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے سر بختی اونٹنیوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے یعنی وہ اپنے سروں پر کوئی ایسی چیز رکھیں گی، جو اسے اونچا کر دے اور کپڑوں، پٹیوں اور دوپٹوں کے ساتھ سروں کی بلندی اتنی ہوگی، حتی کہ وہ مردوں کے عماموں کے مشابہ ہو جائیں گے۔ امام ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: (اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح سر ہوں گے) یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ اپنے سروں کو کپڑے سے اونچا کریں گی کہ دیکھنے والا گمان کرے گا کہ یہ تمام بال ہیں اور یہ (لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا) حرام ہے۔۔۔ یہاں انہوں نے متعدد حرام افعال کا ارتکاب کیا: مردوں سے مشابہت، اسراف اور غرور و تکبر وغیرہ۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد1، صفحہ306، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

محمد ھاشم خان عطاری مدنی

15شوال المکرم1438ھ/10جولائی 2017ء

مقتدی کا ثناء کے بعد تعوذ وتسمیہ پڑھنا کیسا؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مقتدی ثناء کے بعد تعوذ وتسمیہ (اعوذ باللہ اور بسم اللہ) بھی پڑھے گا یا نہیں؟ اگر پڑھ لے، تو کیا اس کے نماز ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام اور منفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے) کے لیے ثناء کے بعد، قراءت سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھنا سنت ہے، جبکہ مقتدی کے لیے امام کے پیچھے تعوذ وتسمیہ پڑھنا سنت نہیں، کیونکہ تعوذ وتسمیہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قراءت نہیں، لہذا مقتدی تعوذ وتسمیہ نہیں پڑھے گا۔

یاد رہے کہ جب امام جہراً (بلند آواز سے) قراءت نہ کر رہا ہو، تو اس وقت مقتدی کا تعوذ وتسمیہ پڑھنا فقط خلاف سنت قرار پائے گا اور اگر امام نے جہراً قراءت شروع کر دی، تو اب مقتدی کے لیے تعوذ وتسمیہ پڑھنا جائز ہی نہیں ہو گا، جس طرح جہری قراءت شروع ہونے پر مقتدی کے لیے ثناء پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اب اس پر خاموشی سے تلاوت سننا واجب ہے۔

ہاں مسبوق امام کے سلام کے بعد جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے، تو اب اس پر قراءت لازم ہے، لہذا اب اس کے لیے قراءت سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھنا سنت ہو گا۔

کنز الدقائق میں ہے: "وتعوذ سرا للقراءۃ فیأتی بہ المسبوق لا المقتدی" اور قراءت کے لیے آہستہ آواز میں تعوذ پڑھے، مسبوق تعوذ پڑھے گا، مقتدی نہیں پڑھے گا۔

کنز کی مذکورہ بالا عبارت کے تحت بحر الرائق میں ہے: "یعنی أن التعوذ سنۃ القراءۃ فیأتی بہ کل قاریء للقرآن لأنہ شرع لھا صیانۃ عن وساوس الشیطان فکان تبعا لھا" یعنی تعوذ قراءت کی سنت ہے، پس قرآن پڑھنے والا ہر شخص تعوذ پڑھے گا کیونکہ تعوذ شیطانی وساوس سے حفاظت کے لیے مشروع ہے، لہذا یہ قراءت کے تابع ہو گئی۔

(کنز الدقائق مع بحر الرائق، جلد1، صفحہ538تا542، مطبوعہ کوئٹہ)

حلبی کبیر میں ہے: "عند أبی حنیفۃ ومحمد التعوذ تبع للقراءۃ فکل من یقرأ یأتی بہ لأن شرعیتہ لھا قال تعالی: ﴿فإذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ﴾ الآیۃ فلا یأتی بہ المقتدی لأنہ لا یقرأ بخلاف الإمام والمنفرد" امام اعظم

اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک تعوذ قراءت کے تابع ہے، تو ہر وہ شخص جو قراءت کرے تعوذ پڑھے، کیونکہ تعوذ قراءت کے لیے مشروع ہوئی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو" پس مقتدی تعوذ نہیں پڑھے گا، کیونکہ وہ قراءت نہیں کرتا بخلاف امام اور منفرد کے۔" **(حلبی کبیر، صفحہ304، مطبوعہ لاهور)**

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ "مقتدی کو سبحٰنک اللھم پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: "مقتدی کے لیے صرف سبحٰنک اللھم پڑھنا ہے، اعوذ باللہ تابع قراءت ہے اور مقتدی پر قراءت نہیں، یونہی بسم اللہ، درمختار میں ہے: "وتعوذ لقراءة لا المقتدی لعدمھا وکما تعوذ سمی غیر المؤتم" ہاں مسبوق یعنی جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی، جب وہ اپنی پڑھے، تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے کہ اب اس کے ذمہ قراءت ہے۔ **(فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ72،71، مکتبہ رضویہ، کراچی)**

امام کی جہری قراءت شروع ہونے کے بعد مقتدی کے لیے ثناء پڑھنا جائز نہیں، یہ حکم بیان کرتے ہوئے فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "إذا أدرک الإمام فی القراءة فی الرکعة التی یجھر فیھا لا یأتی بالثناء کذا فی الخلاصة ھو الصحیح کذا فی التجنیس وھو الأصح ھکذا فی الوجیز للکردری سواء کان قریبا أو بعیدا أو لا یسمع لصممه ھکذا فی الخلاصة "مسبوق جب امام کو جہری نماز میں قراءت کرتے ہوئے پائے تو ثنا نہ پڑھے، اسی طرح خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے، اسی طرح تجنیس میں ہے اور یہی اصح ہے، اسی طرح امام کردری کی وجیز میں ہے۔ خواہ وہ قریب ہو یا دور یا بہرہ ہونے کی وجہ سے نہ سن رہا ہو، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ **(فتاویٰ ھندیہ، جلد1، صفحہ91،90، مطبوعہ کوئٹہ)**

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

26 ذو الحجۃ الحرام 1441ھ/17 اگست 2020ء

نمازِ پنجگانہ میں اگر جنازہ والی ثناء پڑھ لی، تو نماز کا حکم

دارالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر:5514 تاریخ:03-09-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز پنجگانہ کی ثناء میں "وتعالی جد ک" کے بعد "وجل ثناؤ ک" پڑھ لیا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نماز جنازہ کے علاوہ عام نمازوں کی ثنا میں اَولیٰ یہ ہے کہ "وجل ثناؤ ک" کے لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے، بلکہ مشہور الفاظ ہی پر اقتصار کیا جائے کہ ثنا سے متعلق مشہور روایات میں "وجل ثناؤ ک" کے لفظ کا اضافہ نہیں ہے البتہ اگر کسی نے ثنا میں اس لفظ کا اضافہ کر دیا تو اس میں بھی حرج نہیں نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔

تنویر الابصاراور شرح در مختار میں ہے: "(وقرا) کما کبر(سبحانک اللھم) تارکا وجل ثناؤک الا فی الجنازۃ" اور تکبیر کہنے کے فوراً بعد " سبحانک اللھم " پڑھے "وجل ثناؤک" کو چھوڑتے ہوئے مگر نماز جنازہ میں یہ بھی پڑھے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ (تارکا۔۔۔الخ) کے تحت فرماتے ہیں: "ھوظاھرالروایۃ۔بدائع۔لانہ لم ینقل فی المشاھیر، کافی، فالاولی ترکہ فی کل صلاۃ محافظۃ علی المروی بلا زیادۃ وان کان ثناء علی اللہ تعالی، بحر وحلیۃ" یہی ظاہر الروایہ ہے۔ بدائع۔ کیونکہ مشہور روایات میں یہ منقول نہیں ہے۔کافی۔ لہٰذا بلا اضافہ مروی روایت پر محافظت کرتے ہوئے تمام نمازوں میں اس کا ترک اولی ہے، اگر چہ یہ بھی اللہ تعالی کی ثناء ہے۔بحر وحلیہ۔

(تنویر الابصارودرمختارمع ردالمحتار، ج2، ص231، مطبوعہ کوئٹہ)

نہرالفائق میں ہے:"وظاهر الروایة انه یقتصر علی المشهور ولم یذکر فی المشاهیر وجل ثناؤک وقد قال ابو حفص:انه مکروہ وقال مشایخنا:لایؤمر به ولا ینهی عنه کذا فی المعراج"اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ وہ مشہور ثناء پر اقتصار کرے گا اور مشہور روایات میں وجل ثناؤک مذکور نہیں اور ابو حفص نے فرمایا:کہ وہ مکروہ ہے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ نہ اس کے پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے پڑھنے سے روکا جائے گا۔اسی طرح معراج میں ہے۔

(نہرالفائق،ج1،ص208،مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں رقمطراز ہیں:" تحریمہ کے بعد فوراً ثنا پڑھے اور ثنا میں "وجل ثناؤک"غیر جنازہ میں نہ پڑھے۔"

(بہارشریعت،ج1،ص523،مطبوعہ مکتبۃالمدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

03محرم الحرام1441ھ/03ستمبر2019ء

ہیٹر اور چولہے کے سامنے نماز کا حکم

1

ریفرنس نمبر:Aqs 1768 تاریخ:21-01-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گیس والے ہیٹر کے سامنے نماز کا حکم؟ نیز ہیٹر کے ساتھ چولہے بھی استعمال کیے جاتے ہیں، ان کے سامنے نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

گیس کے ہیٹروں میں عموماً ایک جالی لگی ہوتی ہے اور وہ جالی آگ کی وجہ سے سرخ ہو جاتی ہے، لیکن وہاں نہ تو انگارے ہوتے ہیں اور نہ ہی بھڑکتی ہوئی آگ ہوتی ہے، لہٰذا اگر نمازی کے سامنے اس قسم کا چلتا ہوا ہیٹر ہو، تو اس میں کراہت نہیں، کیونکہ مجوسی (یعنی آگ کی پوجا کرنے والے لوگ) اِس کی پوجا نہیں کرتے اور اگر بھڑکتی ہوئی آگ یا دہکتے انگاروں کا تنور یا چولہا وغیرہ سامنے ہو، تو یہ **مکروہِ تنزیہی** ہے، کیونکہ مجوسی سامنے بھڑکتی ہوئی آگ یا دہکتے انگارے رکھ کر پوجا کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کے ساتھ مشابہت ہوگی۔

چنانچہ محیط برہانی پھر بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:"ان توجه الی سراج او قندیل او شمع لا یکرہ۔۔۔ بخلاف اذا توجه الی تنور او کانون فیه نار تتوقد فانه یکرہ لانه یشبه العبادۃ لانه فعل المجوس فانھم لا یعبدون الا نارا موقدۃ" ترجمہ:اگر کسی نے چراغ، لالٹین یا شمع کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، تو یہ مکروہ نہیں، بخلاف اس صورت میں کہ جب تنور یا ایسے چولہے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، جس میں آگ بھڑک رہی ہو، تو یہ مکروہ ہے کہ اس میں آگ کی عبادت سے مشابہت ہے، کیونکہ یہ مجوسیوں کا فعل ہے کہ وہ بھڑکتی آگ ہی کو پوجتے ہیں۔

(البنایہ، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، فصل فی العوارض، ج2، ص549، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی قاضی خان میں ہے: "ویکرہ ان یصلی وبین یدیه تنور او کانون فیه نار موقودۃ لانه یشبه عبادۃ النار وان کان بین یدیه سراج او قندیل لا یکرہ لانه لا یشبه عبادۃ النار" تنور یا ایسا چولہا، جس میں

بھڑکتی آگ ہو، تواس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ آگ کی عبادت کے مشابہ ہے اور اگر نمازی کے سامنے چراغ یالالٹین ہو، تواس میں کراہت نہیں، کیونکہ یہ آگ کی عبادت کے مشابہ نہیں۔
(فتاوی قاضیخان، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی الصلاۃ ومایکرہ فیھاومالایکرہ، ج1، ص112، مطبوعہ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "شمع یاچراغ یاقندیل یالیمپ یالالٹین یافانوس نماز میں سامنے ہو، توکراہت نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یابھٹی یاچولہا یاانگیٹھی سامنے ہوں، تومکروہ کہ مجوس ان کو پوجتے ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج24، ص619، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اس مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مکروہاتِ تنزیہیہ کے بیان میں فرماتے ہیں: "جلتی آگ نمازی کے آگے ہونا باعث کراہت ہے، شمع یاچراغ میں کراہت نہیں۔" (بہارِشریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ636، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمدقاسم عطاری

23جمادی الاولی1441ھ/21جنوری2020ء

امام کا ہر نماز کے بعد قبلہ سے پِھر کر بیٹھنا کیسا؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر: Har 5620 تاریخ: 31-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب ہر فرض نماز کے بعد دائیں جانب رخ کرکے بیٹھتے ہیں اور پھر دعا کرواتے ہیں، اس پر بعض مقتدیوں کو اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم صرف فجر و عصر کی نماز کے لیے ہے، اس کے علاوہ بقیہ فرض نمازیں کہ جن میں فرض کے بعد سنن و نوافل پڑھے جاتے ہیں، ان میں رخ پھیرنے کا حکم نہیں ہے۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

امام کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رُو اسی حالت پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے، اس کے لیے سنت یہ ہے کہ دائیں یا بائیں جانب رخ کرکے بیٹھے یا اگر پیچھے محاذات میں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو، تو مقتدیوں کی طرف رخ کرکے بیٹھے۔ احادیث طیبہ میں یہ تینوں طریقے مذکور ہیں، البتہ ان میں افضل یہ ہے کہ دائیں جانب رخ کرکے بیٹھے۔ نیز یہ رخ پھیرنے کا حکم صرف فجر و عصر کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں امام صاحب کا عمل سنت کے مطابق ہے اور بعض مقتدیوں کا غلط مسئلہ بتا کر اعتراض کرنا درست نہیں۔ ان پر بغیر تحقیق کے غلط مسئلہ بتانے کے گناہ سے توبہ ضروری ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ”واذا فرغ الامام من الصلاۃ ، اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی الصلوات کلھا الخ“ یعنی جب امام نماز سے فارغ ہو تو فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ وہ تمام نمازوں میں قبلہ رو اپنی جگہ بیٹھا نہ رہے۔ (فتاوی تاتارخانیہ، ج2، ص192، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ”بعدِ سلام (امام کا) قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے، شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے، مگر جب کوئی مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو، تو مشرق کو یعنی جانبِ مقتدیان منہ نہ کرے، بہر حال پھرنا مطلوب ہے، اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا، تو مبتلائے کراہت و تارکِ سنت ہوگا۔“ (فتاوی رضویہ، ج6، ص205، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: "سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی موںھ کرکے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔" (بہار شریعت، ج1، ص537، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ظہر، مغرب اور عشاء کی فرض نماز کے بعد رخ پھیر کر دعا مانگنے سے متعلق فتاوی امجدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "ان نمازوں میں بھی دائیں بائیں انصراف کرکے دعا مانگنا جائز، بلکہ احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت اور سنت ہے، البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں مختصر دعا مانگے اور فجر و عصر کے بعد ادعیہ طویلہ واذکار کثیرہ کی بھی اجازت ہے۔ حلیہ میں تصریح ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد بھی انصراف کرے کہ علت مشترک ہے اور احادیث کے اطلاق سے یہی ثابت۔ ملخصا" (فتاوی امجدیہ، ج1، ص79، مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

غلط مسئلہ بیان کرنے سے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "جھوٹا (یعنی غلط) مسئلہ بیان کرنا، سخت شدید کبیرہ ہے، اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے۔۔۔ اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ وہ فتوی دے۔ ملخصا"

(فتاوی رضویہ، ج23، ص711،712، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

02 ربیع الاول 1441ھ/31 اکتوبر 2019ء

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

مرد کے لیے کڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل کئی نوجوانوں نے ہاتھوں میں لوہے، پیتل وغیرہ کا کڑا پہنا ہوتا ہے اور ان میں سے جو نمازی ہوتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ شرعی رہنمائی درکار ہے کہ مرد کے لیے دھات کا کڑا پہننا کیسا ہے؟ اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مرد کے لیے لوہے یا پیتل یا کسی بھی دھات کا کڑا پہننا، ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی اس حال میں نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر کر لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (متوفی 1340ھ) مرد کے لیے ریشم کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم مکروہ تحریمی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "بعینہٖ یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے، جیسے ریشمیں کمر بند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں **تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے** کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 307، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: "اسی طرح مردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا **یا چھلّے پہننا بھی ناجائز**

ہے۔" (بہار شریعت، جلد3، صفحہ428، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "سونے یا چاندی یا کسی بھی دھات کی ڈِبیہ میں تعویذ پہننا مرد کو جائز نہیں۔ اِسی طرح کسی بھی دھات کی زَنجیر خواہ اُس میں تعویذ ہو یا نہ ہو مرد کو پہننا ناجائز و گناہ ہے۔ اِسی طرح سونے، چاندی اور اسٹیل وغیرہ کسی بھی دھات کی تختی یا کڑا جس پر کچھ لکھا ہوا ہو یا نہ لکھا ہوا ہو، اگرچہ اللہ کا مبارک نام یا کلِمہ طیِّبہ وغیرہ کُھدائی کیا ہوا ہو اُس کا پہننا مرد کے لیے ناجائز ہے۔"

(فیضان سنت، صفحہ70، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو واصف محمد آصف عطاری

23 شوال المکرم1441ھ/15جون2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

دورانِ نماز قبلہ سے منہ پھیرنے سے نماز کا حکم

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر:Nor-11390
تاریخ:06-03-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب "نماز کے احکام" کے صفحہ 195 پر مذکور ہے:"اگر صرف منہ قبلہ سے پھرا تو واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف منہ کرلے اور نماز نہ جائے گی **مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔**"

میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں فقط یہ فعل مکروہِ تحریمی ہے یا پھر نماز بھی مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی؟؟ حوالے کے ساتھ رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اولاً تو یہ یاد رہے کہ نمازی کا نماز میں بلا عذر اپنے چہرے کو قبلہ سے پھیر دینا شرعاً مذموم اور نماز کے مکروہاتِ تحریمیہ میں سے ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیثِ پاک میں ہے:"عن عائشة، قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الالتفات في الصلاة؟ فقال: هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد" یعنی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں چہرہ پھیرنے کے حوالے سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بندے کی نماز سے ایک حصہ اچک لینا ہے جسے شیطان اس کی نماز میں سے اُچک لیتا ہے۔"

(صحیح البخاری، ابواب صفة الصلاة، ج01، ص191، مطبوعہ قاھرۃ)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک نقل فرمانے کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمۃ فتاویٰ شامی میں نقل فرماتے ہیں:"وقيده في الغاية بأن: يكون لغير عذر، **وينبغي أن تكون تحريمية كما هو ظاهر الأحاديث** "بحر" "یعنی "غایہ" میں اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب نمازی کا ایسا کرنا بغیر کسی عذر کے سبب ہو، اور نمازی کا ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہونا چاہیے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے "بحر"۔

(ملخصاً از ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص495-494، مطبوعہ کوئٹہ)

غنیۃ المستملی میں اس حوالے سے مذکور ہے: "(ولو حول وجھہ) عنھا کان (علیہ) واجباً (ان یستقبل القبلۃ من ساعتہ ولا تفسد) صلوتہ بذلک التحویل ولکن یکرہ اشد الکراھۃ لما روی البخاری۔۔۔الخ "یعنی اگر نمازی نے اپنے چہرے کو قبلہ سے پھیر لیا تو اب اس پر واجب ہے کہ وہ اسی وقت اپنے چہرے کو قبلہ کی طرف کرلے اور اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن اس کا (بلا عذر) ایسا کرنا شدید مکروہ ہے، کراہت کی وجہ بخاری شریف کی حدیثِ پاک ہے۔۔۔الخ۔ (ملتقطاً از غنیۃ المستملی، الشرط الرابع استقبال القبلۃ، ص 196، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نماز کے مکروہاتِ تحریمیہ میں سے 13 نمبر مکروہِ تحریمی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، **کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض۔**"

(بہار شریعت، ج 01، ص 626، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اس حوالے سے فرماتے ہیں: "اگر صرف مونھ قبلہ سے پھیرا، تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف کرلے اور نماز نہ جائے گی، مگر بلا عذر مکروہ ہے۔"

(بہار شریعت، ج 01، ص 491، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور نماز میں اگر کسی مکروہِ تحریمی فعل کا ارتکاب کیا جائے، تو اس صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں بھی وہ نماز مکروہِ تحریمی و واجب الاعادہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "ذکر في الإمداد بحثا أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة مندوبة بترك سنة اهـ ونحوه في القهستاني، بل قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب اهـ "یعنی "امداد" میں اس پر بحث موجود ہے کہ نماز کے کسی واجب کو ترک کرنے پر اس نماز کا اعادہ واجب ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ نماز میں کسی سنت کے ترک پر اس نماز کا اعادہ مستحب ہو الخ، اور اسی کی مثل "قہستانی" میں مذکور ہے، بلکہ صاحب "فتح القدیر" نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ وہ کراہت اگر تحریمی ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر تنزیہی ہو تو اس نماز کا اعادہ مستحب ہے۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، ج 02، ص 183، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

21 رجب المرجب 1442ھ / 06 مارچ 2021ء

نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر: Pin 4365 تاریخ: 28-01-2016

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد میں لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں، تو سردی کی وجہ سے اوپر چادر اوڑھے ہوتے ہیں، بعض سر کے اوپر سے اور بعض فقط کندھوں کے اوپر سے اوڑھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعض تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ چادر کے اندر رکھ کر باندھ لیتے ہیں، اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ:

(1) فقط کندھوں پر چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(2) قیام میں ہاتھ چادر کے اندر باندھ کر نماز پڑھنا کیسا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) نماز کی حالت میں چادر سر کے اوپر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہیے کہ یہ ہی سنت ہے اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نمازیوں کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، جو سر کے اوپر سے چادر نہیں لیتے، البتہ اگر کوئی فقط کندھوں کے اوپر سے چادر اوڑھ کر نماز پڑھتا ہے، تو اس کی نماز درست ہے۔

نماز میں سر پر چادر نہ لینے والوں کے متعلق کنز العمال میں ہے: "لا ینظر اللہ الی قوم لا یجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلاۃ" ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس قوم کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔" (کنز العمال، ج 7، ص 516، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح کا سوال ہوا، تو ارشاد فرمایا: "چادر اوڑھنے میں بہتر یہ ہے کہ سر سے اوڑھے، اس طرح سے اوڑھنا مطابق سنت ہے اور کندھے سے اگر اوڑھی جب بھی نماز ہو جائے گی، نماز میں کراہت نہیں۔" (فتاوی امجدیہ، ج 1، ص 200، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

(2) نماز کے دوران قیام کی حالت میں چادر کے اندر ہاتھ باندھ لینا جائز ہے، کیونکہ نماز کے دوران ہاتھ ننگے رکھنا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ سردی وغیرہ عذر نہ ہو، تو ہاتھ چادر سے باہر نکال کر ہی باندھے جائیں۔

جواز پر یہ دلیل ہے جو مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ:"رفع یدیه حین دخل فی الصلاة کبر ،وصف همام حیال اذنیه ثم التحف بثوبه ،ثم وضع یده الیمنی علی الیسری ،فلما اراد ان یرکع اخرج یدیه من الثوب" ترجمہ: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوئے تو ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی (ہمام نے کہا کہ کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے) پھر اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹا اور دائیں ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ لیا، پھر جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا، تو اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے نکال لیا۔ (صحیح مسلم، ج1، ص173، مطبوعہ کراچی)

"التحف بثوبه" کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:"اخرج یده من الکم حین کبر للاحرام، ولما فرغ من التکبیر ادخل یدیه فی کمیه، قال ابن الملک ولعل التحاف یدیه بکمیه لبرد شدید" یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے لیے آستین سے اپنے ہاتھ مبارک نکالے، جب تکبیر سے فارغ ہوئے، تو پھر آستین میں ہاتھوں کو داخل کر لیا، ابن ملک نے فرمایا شاید ہاتھوں کو لپیٹنا شدید سردی کے باعث تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج2، ص657، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ہے:"یجوز ادخالهما فی الکمین فی غیر حال التکبیر لکن الاولی اخراجهما فی جمیع الاحوال" ترجمہ: تکبیر تحریمہ کے علاوہ دونوں ہاتھوں کو آستینوں میں داخل کرنا، جائز ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نماز کے تمام احوال میں دونوں ہاتھ آستین سے باہر رکھے جائیں۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج1، ص91، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

17 ربیع الثانی 1437ھ 28 جنوری 2016ء

پائنچے فولڈ کر کے نماز پڑھانے کا حکم

1

ریفرنس نمبر:SAR-7569 تاریخ:01-11-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام صاحب پائنچوں سے شلوار فولڈ کر کے نماز پڑھاتے ہیں۔ ہم نے امام صاحب سے گزارش کی کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ وہ جواباً کہتے ہیں کہ دین میں اتنی سختی نہیں ہے اور اب تک اِسی انداز میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نماز میں کپڑا پائنچوں سے فولڈ کرنے کے متعلق رہنمائی فرمائیں کہ کیا اسلام اِس کی اجازت دیتا ہے یا ممنوع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

پینٹ، شلوار یا پاجامے کو نیچے سے فولڈ کر کے یا اوپر سے گُھرس کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوتی ہے، یعنی اس طرح نماز پڑھنا گناہ ہے اور اُسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے، لہذا اب تک جتنی نمازیں مذکورہ حالت میں ادا کی گئیں، اُنہیں دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور امام کا جواب بالکل غلط اور بے موقع ہے، جب اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے صاف الفاظ میں منع کیا تو اس کے آگے کسی امام مسجد کی تو کیا، امامِ زمانہ کی بھی جرأت نہیں کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کو نہ مانے اور اس کی بجائے یہ باطل جملہ کہے کہ دین میں اتنی سختی نہیں۔ کوئی حدیث سے جاہل ہو، تو جُدا بات ہے، ایسے کو حدیث اور حکم شرع بتا دیا جائے، لیکن حدیث معلوم ہونے کے بعد کوئی ایسا کہے، تو اسے اپنے ایمان ہی کی فکر کرنی چاہیے۔ دین میں کتنی سختی ہے اور کتنی نرمی ہے، یہ سب سے زیادہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جانتے ہیں اور رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیضان سے فقہائے کرام جانتے ہیں۔ جانتے بوجھتے ایسا رویہ تکبر کی علامت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تکبر کا معنی ہی یہ بیان کیا ہے کہ لوگوں کو حقیر جاننا اور حق بات قبول نہ کرنا۔ دین میں یقیناً نرمی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔"

(پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت185)

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔"

(پارہ3، سورۃ البقرۃ، آیت286)

لیکن احکام شریعت کے شارح و شارعِ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں کپڑا فولڈ کرنے کے متعلق فرماتے ہیں: "أمرت أن أسجد على سبعة، لا أكف شعرا و لا ثوبا." ترجمہ: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور اپنے بالوں اور کپڑوں کو نہ لپیٹوں۔

(صحیح البخاری، جلد1، باب لا یکف ثوبہ فی الصلاۃ، صفحہ163، مطبوعہ دار طوق النجاۃ، بیروت)

علامہ محمد بن ابراہیم حلبی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:956ھ/1049ء) لکھتے ہیں: "یکرہ أن یکف ثوبہ وھو في الصلاۃ أو یدخل فیھا وھو مکفوف کما إذا دخل وھو مشمر الکم أو الذیل۔" ترجمہ: حالتِ نماز میں نمازی کو کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے، یونہی اگر وہ نماز شروع ہی اِس انداز میں کرے کہ اُس نے کپڑا فولڈ کیا ہوا ہو، جیسا کہ جب کوئی یوں نماز شروع کرے کہ اُس کی آستین یا دامن چڑھا ہوا ہو۔ (غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی، فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلاۃ، صفحہ 348، مطبوعہ لاہور)

علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں: "کرہ کفہ" ترجمہ: کپڑے کو لپیٹنا مکروہِ (تحریمی) ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد2، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، صفحہ 490، مطبوعہ کوئٹہ)

اِس کے تحت علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "حرر الخیر الرملي مایفید أن الکراھۃ فیہ تحریمیۃ۔" ترجمہ: جو علامہ خیر الدین رملی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تحریر کیا ہے وہ اِس فعل کے مکروہِ تحریمی ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ (ردالمحتار مع درمختار، جلد2، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، صفحہ 490، مطبوعہ کوئٹہ)

امامِ اہلسنَّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) سے "کفِ ثوب" کی ایک صورت یعنی آستینوں کو نصف کلائیوں سے اوپر تک فولڈ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق سوال ہوا، تو آپ نے جواباً لکھا: "ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے۔ تمام متونِ مذہب میں ہے: "کرہ کفہ" ترجمہ: کپڑوں کو لپیٹنا مکروہ ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو، اگرچہ رَکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے، تو اعادہ کی جائے۔ کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کمافی الدر وغیرہ۔ ترجمہ: جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔" ملتقطاً
(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ309، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

خلیلِ ملت، مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1405ھ/1985ء) لکھتے ہیں: "شلوار کو اوپر اُڑس لینا یا اس کے پائنچہ کو نیچے سے لوٹ لینا، یہ دونوں صورتیں کفِ ثوب یعنی کپڑا سمیٹنے میں داخل ہیں اور کفِ ثوب یعنی کپڑا سمیٹنا مکروہ اور نماز اِس حالت میں ادا کرنا، مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ کہ دہرانا واجب، جبکہ اِسی حالت میں پڑھ لی ہو اور اصل اس باب میں کپڑے کا خلافِ معتاد استعمال ہے، یعنی اس کپڑے کے استعمال کا جو طریقہ ہے، اس کے برخلاف اُس کا استعمال۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔
(فتاوی خلیلیہ، جلد1، صفحہ246، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

25 رَبیعُ الاوَّل 1443ھ/01 نومبر 2021ء

چاندی کی دو انگوٹھیاں پہننا کیسا اور ایسے شخص کی امامت کا حکم

ریفرنس نمبر: Aqs 1788 تاریخ: 18-02-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کے لیے چاندی کی دو انگوٹھیاں پہننا کیسا ہے؟ نیز چاندی کی ہی دو انگوٹھیاں پہننے والے شخص کو امام بنانا، اس کا نماز پڑھانا کیسا؟ اگر جائز نہیں ہے، تو اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی ہو، اس کے متعلق کیا شرعی حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مرد کے لیے چاندی کی صرف ایک انگوٹھی جائز ہے، وہ بھی ایسی کہ جو ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو اور اس میں نگینہ لگا ہو۔ دو یا ایک سے زیادہ انگوٹھیاں پہننا اگرچہ تمام انگوٹھیاں چاندی کی ہوں، اگرچہ ان سب کا وزن ملا کر ساڑھے چار ماشے سے کم ہو، پھر بھی جائز نہیں ہے۔ ایک سے زیادہ انگوٹھیاں پہننے والا شخص فاسق معلن ہے، اس کو امام بنانا ناجائز و گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے اور ساتھ توبہ کرنا بھی لازم ہے۔

حدیث پاک میں ہے: سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک شخص لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوا، تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: " مالي أرى عليك حلية أهل النار ثم جاءه وعليه خاتم من صفر فقال: مالي أجد منك ريح الأصنام، ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب فقال: مالي ارى عليك حلية أهل الجنة؟ قال: من أي شيء أتخذه؟ قال: من ورق ولا تتمه مثقالا " ترجمہ: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ پھر وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوئے، تو فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ پھر وہ سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے، تو فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جنتیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ (یعنی یہ تو اہل جنت، جنت میں پہنیں گے) تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو۔ (یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی انگوٹھی ہو)۔

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، جلد 1، صفحہ 441، مطبوعہ لاھور)

مجمع الانہر میں ہے: " ويجوز للنساء التحلي بالذهب والفضة لا يجوز للرجال الا الخاتم من الفضة ملخصاً "

ترجمہ: عورتوں کے لیے سونے چاندی کے زیور پہننا جائز ہے۔ مردوں کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی کے علاوہ (سونا چاندی

وغیرہ پہننا) ناجائز ہے۔ ملخصاً

(مجمع الانھر، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، جلد2، صفحہ535، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننے کے متعلق امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے، سونے، چاندی، پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام وناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ307، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ کن لوگوں کی امامت ناجائز ہے؟ تو جواباً آپ علیہ الرحمۃ دو انگوٹھیاں پہننے والے شخص کے فاسق معلن ہونے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "**فاسق معلن مثلاً:** داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا۔۔۔یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ626، رضافاونڈیشن، لاھور)

فاسق معلن کو امام بنانے کے متعلق غنیۃ المستملی میں ہے: "لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" ترجمہ: اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا، تو وہ گنہگار ہوں گے، اس بناء پر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت، کراہتِ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی، فصل فی الامامۃ، صفحہ442، مطبوعہ کوئٹہ)

کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی نماز کے متعلق در مختار میں ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" ترجمہ: ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اس کا اعادہ واجب ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، واجبات الصلوٰۃ، جلد2، صفحہ182، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

24 جمادی الاخری 1441ھ/18 فروری 2020ء

نماز میں آمین آہستہ آواز میں ہو یا بلند؟

ریفرنس نمبر: Sar 6744

تاریخ: 04-09-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا چاہیے یا باآوازِ بلند؟ بعض افراد کا کہنا ہے بلند آواز سے آمین کہنا چاہیے نہ کہ آہستہ آواز سے۔ برائے مہربانی جو حق ہے وہ واضح فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

نماز خواہ جہری ہو یا سری اور نمازی امام ہو یا مقتدی یا منفرد ان سب کے لیے آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "اذا فرغ من الفاتحة قال آمين و السنة فيه الاخفاء والمنفرد والامام سواء وكذا المأموم اذا سمع "ترجمہ: اور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہو تو آمین کہے اور آمین کہنے میں سنت یہ ہے کہ آہستہ کہے اور امام، منفرد کا ایک ہی حکم ہے اور ایسے ہی مقتدی کے لئے بھی آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے جب وہ سنے۔
(فتاوی عالمگیری، کتاب الصلوۃ، ج01، ص74، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: "آمین سب کو آہستہ کہنا چاہیے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا۔ یہی سنت ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص332، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

اور نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا دلائل نقلیہ یعنی آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوالِ صحابہ، آثارِ تابعین رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اپنے رب سے دعا مانگو گڑگڑاتے اور آہستہ۔ (القرآن، سورۃ الاعراف، آیت نمبر 55)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ کرنی چاہیے اور آمین بھی دعا ہے، لہذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہیے، جیسا کہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "فانه دعاء، فان معناه على ما قال الحسن اللهم أجب، وفي قوله

تعالی ﴿قَدۡ أُجِيبَت دَّعۡوَتُكُمَا﴾ ما یدل علیه ، فان موسی علیه السلام کان یدعو وھارون کان یؤمن، والخفاء فی الدعاء أولی قال اللہ تعالی ﴿ ٱدۡعُوا۟ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعࣰا وَخُفۡيَةً ﴾ وقال علیه الصلاۃ والسلام : خیر الدعاء الخفی وخیر الرزق ما یکفی "ترجمہ: بیشک آمین دعا ہے، کیونکہ امام حسن کے فرمان کے مطابق آمین کہنا اس معنی میں ہے کہ اے ہمارے رب! قبول فرما اور اللہ عزوجل کا فرمان (تم دونوں کی دعا قبول ہوئی) اس کی تائید کرتا ہے، کیونکہ اس میں موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام اس دعا پر آمین کہتے تھے اور دعا میں اِخفاء جہر سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو" اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بہتر دعا وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔"

(المبسوط، کتاب الصلوۃ، باب مکروھات الصلوۃ، ج 01، ص 130، مطبوعہ کوئٹہ)

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن کبری، مسند امام احمد اور موطا امام مالک میں ہے اور الفاظ صحیح بخاری کے ہیں: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال اذاامن الامام فامنوافانہ من وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری، ج 01، ص 108، مطبوعہ کراچی۔ الصحیح لمسلم، باب التسمیع والتحمید والتامین، ج 01، ص 176، مطبوعہ کراچی۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل التامین، ج 01، ص 162، مطبوعہ لاھور۔ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب التامین وراء الامام، ج 01، ص 143، مطبوعہ لاھور۔ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 147، مطبوعہ لاھور۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 61، مطبوعہ کراچی۔ سنن الکبری، ج 02، ص 56، مطبوعہ مکہ۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ج 02، ص 238، مطبوعہ قاھرہ۔ موطا امام مالک، باب ماجاء فی التامین، صفحہ 69، مطبوعہ کراچی)

صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، اور موطا امام مالک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال: اذاقال الامام ﴿غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ الملئکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام ﴿غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ کہے تو تم "آمین" کہو، کیونکہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے موافق

ہو گا،اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری، ج 01، ص 108، مطبوعہ کراچی۔ سنن ابو داؤد، باب التامین، ج 01، ص 143، مطبوعہ لاھور۔ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 147، مطبوعہ لاھور۔ موطا امام مالک، باب ماجاء فی التامین، صفحہ 70، مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی معافی اس نمازی کے لیے ہے، جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو اور فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں، لہٰذا ہماری آمین کی آواز بھی آہستہ ہی ہونی چاہیے تاکہ فرشتوں سے موافقت کی وجہ سے گناہوں کی معافی ہو جائے۔

امام احمد، امام ابو داؤد طیالسی، امام ابو یعلی موصلی، امام طبرانی، امام دار قطنی، اور امام حاکم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "عن وائل ابن حجر انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین واخفی بھا صوتہ" ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) پر پہنچے تو آمین کہا اور آہستہ آواز سے آمین کہا۔

(مسند احمد، ج 04، ص 316، مکتبہ اسلامیہ، بیروت۔ مسند ابو داؤد طیالسی، رقم الحدیث 1024، ج 01، ص 253، مطبوعہ دار المعرفہ۔ بیروت۔ طبرانی کبیر، رقم الحدیث 38، ج 22، ص 09، مطبوعہ بیروت۔ سنن الکبری للبیہقی، ج 02، ص 57، مطبوعہ مکۃ المکرمہ۔ مستدرک للحاکم، رقم الحدیث 2913، ج 02، ص 253، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت بحوالہ جاء الحق)

جامع ترمذی میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "عن علقمہ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال امین و خفض بھا صوتہ" ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔ (جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التامین، ج 01، ص 162، مطبوعہ لاھور)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے: "عن أبی وائل قال لم یکن عمر وعلی رضی اللہ تعالی عنھما یجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین" ترجمہ: حضرت ابو وائل فرماتے ہیں ہے کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین جہر سے نہ کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الاذان، ج 06، ص 75، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت حماد رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ:" قال اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ وسبحانک اللھم و بحمد ک و آمین "ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: امام چار چیزیں آہستہ کہے: (1) اعوذ باللہ (2) بسم اللہ (3) سبحانک اللھم و بحمد ک (4) آمین۔

(نصب الرایہ، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، جلد 01، صفحہ 325، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

آہستہ آواز سے آمین کہنے پر عقلی دلیل بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"عقل بھی چاہتی ہے کہ آمین آہستہ کہی جاوے، کیونکہ آمین قرآن کی آیت یا کلمہ قرآن نہیں، اسی لئے نہ جبریل امین اسے لائے، نہ قرآن کریم میں لکھی گئی، بلکہ دعا اور ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء التحیات درود ابراہیمی۔ دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔ یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ پڑے۔ یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے، احادیث صحیحہ کے بھی، صحابہ کرام کے عمل کے بھی اور عقل سلیم کے بھی۔ رب تعالی عمل کی توفیق دے۔" (جاء الحق، صفحہ 521، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر قادری عطاری

04 محرم الحرام 1441ھ/04 ستمبر 2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نماز میں کتنی قراءت کرنا سنت ہے؟

ریفرنس نمبر:SAR7600 تاریخ:22.11.2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام کو کس نماز میں کتنی قراءت کرنا سنت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وقت کی کمی اور نمازیوں کے تکلیف میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، تو امام اور منفرد کے لیے سنّت ہے کہ فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل میں سے، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل میں سے اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے کسی سورت کی قراءت کریں اور اگر وقت کم ہے، تو وقت کی رعایت کرتے ہوئے قراءت کی جائے اور اگر سنّت قراءت کرنے سے کسی نمازی کے آزمائش میں پڑنے کا خوف ہے، تو اتنی طویل قراءت کرنا، جائز نہیں، لہذا ایسی صورتِ حال میں اتنی قراءت کرنا ہی سنّت ہے، جس سے مقتدیوں کو آزمائش کا سامنا نہ ہو، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک دفعہ ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر فرمایا، کیونکہ اس بچے کی ماں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے نماز ادا کر رہی تھی۔

طوال، اوساط اور قصارِ مفصل کی تفصیل:

طوالِ مفصل: "سورۃ الحجرات" سے "سورۃ البروج" سے پہلے تک۔

اوساطِ مفصل: "سورۃ البروج" سے "سورۃ البینۃ" سے پہلے تک۔

قصارِ مفصل: "سورۃ البینۃ" سے "سورۃ الناس" تک۔

نماز میں مسنون قراءت کے متعلق سنن نسائی شریف میں ہے: "عن سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ عن ابی ھریرۃ قال: ما صلیت وراء أحد أشبہ صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فلان، قال سلیمان: کان یطیل الرکعتین الاولیین من الظھر، ویخفف الاخریین، ویخفف العصر، ویقراء فی

المغرب بقصار المفصل، ویقراء في العشاء بوسط المفصل ویقراء فی الصبح بطول المفصل"

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، وہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا نہیں کی جو فلاں سے زیادہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مشابہ نماز ادا کرتا ہو، حضرت سلیمان نے فرمایا کہ (جس امام کی بات کی تھی) وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتے اور دوسری دو رکعتوں میں ہلکی، عصر میں کچھ کم قراءت کرتے اور مغرب کی نماز میں قصارِ مفصل سے، عشا میں اوساطِ مفصل اور صبح کی نماز یعنی فجر میں طوالِ مفصل سے قراءت کرتے تھے۔

(سنن النسائی، تخفیف القیام والقراءۃ، جلد1، صفحہ154، مطبوعہ لاھور)

قراءتِ مسنونہ کی مقدار بیان کرتے ہوئے علامہ شمس الدین تمر تاشی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1004ھ) لکھتے ہیں: "یسن فی الحضر لامام ومنفرد طوال المفصّل فی الفجر والظهر واوساطه فی العصر والعشاء وقصاره فی المغرب ای فی کل رکعة سورة" ترجمہ: حالتِ اقامت میں امام اور منفرد دونوں کے لیے فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے، یعنی ہر رکعت میں اِن میں سے ایک سورت (پڑھی جائے گی)۔

(تنویر الابصار ودرمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ317، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "قرآن عظیم سورۂ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے، اس کے تین حصے ہیں، حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل، سنّت یہ ہے کہ فجر وظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر وعشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کی ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے، اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا وتکلیف وحرج ہو گا، تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے، جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں "انا اعطینا" و "قل ھواللہ احد" ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا

ترک کرنا صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ331، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

دورانِ قراءت مقتدیوں کی پریشانی کا لحاظ کرنے کے متعلق صحیح بخاری شریف میں ہے:" عن ابی مسعود الانصاری قال: قال رجل: یارسول اللہ لا اکاد ادرک الصلاۃ مما یطول بنا فلان، فما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی موعظۃ اشد غضبا من یومئذ، فقال: ایھا الناس انکم منفرون فمن صلی بالناس فلیخفف فان فیھم المریض والضعیف وذا الحاجۃ" ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہو سکتا ہے کہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکوں اس سبب سے کہ فلاں شخص ہمیں طویل قراءت کے ساتھ نماز پڑھاتا ہے، (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ) میں نے نصیحت کرنے کے لحاظ سے اُس دن سے زیادہ کبھی نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جلال میں نہیں دیکھا، آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم (لوگوں کو) متنفّر کرتے ہو، تو جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے اُسے چاہیے کہ قراءت میں تخفیف کرے، کیونکہ نمازیوں میں مریض، کمزور اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رای ما یکرہ، جلد1، صفحہ19، مطبوعہ کراچی)

اِس حدیثِ مبارک کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:855ھ/1451ء) لکھتے ہیں:" وانما غضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کرہ التطویل فی الصلاۃ من اجل ان فیھم المریض ونحوہ فاراد الرفق والتیسیر بامتہ ولم یکن نھیہ علیہ الصلوۃ والسلام من التطویل لحرمتہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یصلی فی مسجدہ ویقراء بالسور الطوال مثل سورۃ یوسف وذلک لانہ کان یصلی معہ اجلۃ اصحابہ ومن اکثر ھمہ طلب العلم والصلاۃ" ترجمہ: بلاشبہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غضب اس لیے فرمایا کہ آپ نے جماعت میں بیمار وغیرہ کے موجود ہونے کی وجہ سے نماز کے طول دینے کو ناپسند جانا تھا، تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت پر نرمی اور سہولت کا ارادہ فرمایا اور آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قراءت لمبی کرنے سے منع فرمانا بنفسہ اُس تلاوت کے حرام ہونے کی وجہ سے ہرگز نہیں تھا، کیونکہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو خود اپنی مسجد میں امامت کرواتے ہوئے لمبی

سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے، مثلاً سورۃ یوسف اور یہ (یعنی طویل قراءت اس لیے فرماتے) کہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جلیل القدر صحابہ اور وہ لوگ نماز ادا کیا کرتے تھے کہ جن کا طلبِ علم اور نماز کے لیے سب سے زیادہ جذبہ ہوا کرتا تھا۔

(عمدۃ القاری، جلد2، کتاب العلم، صفحہ161، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی طرح بخاری شریف میں ہے:"عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:إني لأقوم في الصلاة أريد أن أطول فيها فأسمع بكاء الصبي فأتجوز في صلاتي، كراهية أن أشق على أمه"ترجمہ: نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ نماز میں لمبی (قراءت) کروں پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ بچے کی ماں کو مشقت ہو۔

(صحیح بخاري، باب من أخفّ الصلاة عند بكاء الصبي، جلد1، صفحہ98، مطبوعہ کراچی)

شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں:"جماعت میں 999 آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے، مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار (بوجھ) ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی، تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے، بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صرف اس عورت اور اُس کے بچے کے خیال سے نمازِ فجر معوّذتین سے پڑھادی، اور معاذ ابن جبل رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی، یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہوگئے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ325، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16ربیع الآخر 1443ھ/22نومبر 2021ء

جمعہ کا خطبہ منبر پر نہ پڑھنا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر:Aqs 2198 تاریخ:31-01-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جمعہ کا عربی خطبہ منبر پر پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ہماری مسجد میں کافی سالوں سے امام صاحب جمعہ کا خطبہ منبر پر ہی دیتے رہے ہیں، لیکن اب ایک شخص کہتا ہے کہ منبر پر خطبہ دینے کا کہیں سے بھی ثبوت نہیں ہے، اس لیے منبر ہٹا دیا جائے اور کرسی پر بیٹھ کر امام صاحب بیان کرلیں اور زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ دے دیا کریں اور پھر اس شخص نے منبر اُٹھوا کر اس کی جگہ کرسی رکھ دی ہے، امام صاحب کرسی پر بیٹھ کر بیان کرتے ہیں اور نیچے زمین پر ہی کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ آپ سے یہ شرعی رہنمائی درکار ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر دینے کا ثبوت ہے؟ نیچے زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دے سکتے ہیں؟ شرعاً اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

منبر کا ثبوت خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے فضائل بہت ساری صحیح اور مشہور حدیثوں میں مذکور ہیں، جن کو امام بخاری سمیت بہت سارے محدثین کرام رحمہم اللہ نے باقاعدہ اسی عنوان سے ابواب قائم کرکے ذکر کیا ہے۔ نیز بہت سارے شرعی احکام ایسے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمائے ہیں، جن کو بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام اور دیگر راویوں نے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر موجودہ دور تک یہ سنت مسلسل رائج ہے، الغرض یہ سنتِ متوارثہ ہے اور سنتِ متوارثہ کی اتباع بہت ضروری ہے، اس کی بہت تاکید ہے، بلاعذر اس کو ترک کرنا انتہائی قبیح، مکروہ عمل اور فتنے کا باعث ہے، **لہٰذا پوچھی گئی صورت میں اس شخص کو چاہیے کہ اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کرے، احادیث اور سیرت کا مطالعہ کرے، مستند سنی علمائے کرام کے بیان سنے، خواہ مخواہ فتنے کا دروازہ نہ کھولے، اپنی اس حرکت سے باز رہے اور منبر پر خطبہ دینے سے رکاوٹ نہ بنے اور نیچے کھڑے ہو کر خطبہ نہ دیا جائے، منبر پر ہی دیا جائے۔**

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر شریف بنایا گیا، چنانچہ اس کا واقعہ امام بخاری یوں بیان کرتے ہیں: ”أن امرأۃ من

الأنصار قالت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا رسول اللہ ألا أجعل لک شیئا تقعد علیہ، فإن لي غلاما نجارا قال: إن شئت، قال: فعملت له المنبر، فلما کان یوم الجمعة قعد النبي صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر الذي صنع، فصاحت النخلة التي کان یخطب عندھا، حتی کادت تنشق، فنزل النبي صلی اللہ علیہ وسلم حتی أخذھا، فضمھا إلیہ، فجعلت تئن أنین الصبي الذي یسکت، حتی استقرت، قال: بکت علی ما کانت تسمع من الذکر ”ترجمہ: ایک انصاری خاتون نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوا دوں، جس پر آپ تشریف فرما ہوا کریں، کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی (Carpenter) ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو چاہتی ہے (تو بنوالے، راوی) کہتے ہیں کہ اس خاتون نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر شریف تیار کروایا، توجب جمعہ کا دن آیا، توجو منبر تیار کیا گیا تھا، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر تشریف فرما ہوئے، تو جس کھجور کے تنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، وہ رونا شروع ہوگیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ (غم کی وجہ سے) پھٹ جاتا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم (منبر شریف سے) نیچے تشریف لائے اور اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا، تو جس طرح کسی بچے کو چُپ کروایا جائے، تو وہ سسکیاں بھرتا ہے، اس طرح وہ کھجور کا تنا سسکیاں بھرنے لگا، یہاں تک کہ اس کو قرار مل گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجار، جلد1، صفحہ281، مطبوعہ کراچی)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف کی فضیلت سے متعلق امام بخاری عنوان قائم کرنے کے بعد حدیثِ پاک ذکر کرتے ہیں: ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: مابین بیتي ومنبري روضة من ریاض الجنة “ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے کاشانۂ اقدس (گھر) اور میرے منبر (شریف) کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینہ، جلد1، صفحہ159، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح امام بخاری بطورِ خاص منبر پر خطبہ دینے کے عنوان سے باب قائم کرنے کے بعد حدیثِ پاک نقل کرتے ہیں: ”قال أنس رضي اللہ عنه: خطب النبي صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر “ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الخطبۃ علی المنبر، جلد1، صفحہ125، مطبوعہ کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”کان النبي صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین: کان یجلس إذا صعد المنبر حتی یفرغ، أراہ قال: "المؤذن" ثم یقوم فیخطب، ثم یجلس فلا یتکلم، ثم یقوم

فیخطب "ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر پر چڑھتے، تو (پہلے) بیٹھتے، موذن (اذان) کہتا، پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھتے، تو کوئی کلام نہ فرماتے، پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجمعة، باب الجلوس اذا صعد المنبر، جلد 1، صفحہ 355، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

جمعہ کے دن پہلی اذان سے متعلق بخاری شریف میں ہے: "كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وعمر رضي الله عنهما "ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان اُس وقت ہوتی تھی، جب امام منبر پر آجاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعة، جلد 1، صفحہ 124، مطبوعہ کراچی)

صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی منبر پر ہی وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "سمعت عمر رضي الله عنه على منبر النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "ترجمہ: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

(صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، جلد 2، صفحہ 664، مطبوعہ کراچی)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت موسیٰ بن طلحہ روایت کرتے ہیں: "شهدت عثمان يخطب على المنبر قائما "ترجمہ: میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ کے پاس حاضر تھا کہ آپ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد 19، صفحہ 324، مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم، الموصل)

حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے بارے میں حضرت ابراہیم تیمی اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "خطبنا علي رضي الله عنه على منبر "ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ہمیں منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، جلد 2، صفحہ 1084، مطبوعہ کراچی)

منبر پر خطبہ دینے کو سنت قرار دیتے ہوئے علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں: "ومن السنة أن يكون الخطيب على منبر اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم "ترجمہ: (جمعہ کے خطبے کے لیے) سنت یہ ہے کہ خطیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے منبر پر ہو۔

(البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، جلد 2، صفحہ 259، مطبوعہ کوئٹہ)

متوارث عمل کی اتباع کے حوالے سے علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں: "ان المسلمين

توارثوہ فوجب اتباعھم "ترجمہ: جو چیز مسلمانوں میں توارث سے چلتی آرہی ہو، اس کی اتباع لازم ہے۔
(در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب العیدین، جلد3، صفحہ75، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن منبر کے ثبوت کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا۔ کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما حدیث سھل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی تعالی عنہ سے مروی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے) منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں وقد وقع ذکرھن فی غیرما حدیث (ان کا ذکر متعدد احادیث میں ہے۔) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا، پھر اول پر خطبہ فرمایا۔ سبب پوچھا گیا، فرمایا: اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہو تا کہ فاروق کے برابر ہوں۔ لہٰذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں۔"
(فتاویٰ رضویہ، جلد8، صفحہ343، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سنتِ متوارثہ کی خلاف ورزی سے متعلق فرماتے ہیں: "خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متوارث ہے، عہد سلف میں بحمد اللہ ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے۔ ہزارہا منبر نصب کئے گئے، عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تفہیم کے لئے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا، اور سنت متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد8، صفحہ308، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہارِ شریعت میں جمعہ کے خطبہ کی سنتوں سے متعلق فرماتے ہیں: "خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں:۔۔۔(۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ الخ"
(بہارِ شریعت، حصہ4، جلد1، صفحہ767، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

27 جمادی الاخری 1443ھ/31 جنوری 2022ء

ریفرنس نمبر:Nor-11729 تاریخ:06-08-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک صاحب جو اپنے آپ کو حنفی فقہ کا پیروکار بتاتے ہیں، ان کی ایک ویڈیو سامنے آئی ہے۔ اس میں انہوں نے کہا کہ اگر امام ایک طرف سلام پھیر لے اور اس کے فوراً بعد مقتدی بھی ایک سلام پھیرے، تو یہ طریقہ غلط ہے، درست طریقہ یہ ہے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر لے اس کے بعد مقتدی دونوں سلام پھیرے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنے اس ویڈیو بیان میں اس بات کی بھی تاکید کی ہے کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے والے سنت کے تارک ہیں، لہذا امام کے بعد سلام پھیرنے والوں کو سنت زندہ کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔

آپ شرعی رہنمائی فرمادیں کہ وہ مقتدی جو شروعِ نماز سے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، وہ سلام کب پھیرے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سنت یہ ہے کہ جو مقتدی شروع سے امام کے ساتھ نماز میں شریک ہے، وہ امام کے سلام پھیرتے ہی اپنا پہلا سلام پھیر دے۔ یعنی جب امام نے سلام پھیرنا شروع کیا، تو امام کا سلام ختم ہونے سے پہلے مقتدی سلام پھیرنا شروع کر دے، یہی طریقہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی سنت ہے اور مقتدی کو اسی پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

بخاری شریف میں ہے: ”وکان ابن عمر رضی اللہ عنھما یستحب إذا سلم الإمام أن یسلم من

خلفه۔۔۔عن عتبان قال صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلمنا حین سلم "ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے، تو مقتدی بھی سلام پھیر دیں۔۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب حضور علیہ السلام نے سلام پھیرا، تو ہم نے سلام پھیرا۔ (صحیح البخاری مع العمدۃ، ج4، ص600، مطبوعہ ملتان)

علامہ زکریا انصاری علیہ الرحمۃ اس باب کے تحت فرماتے ہیں: "قضیته کالحدیث الآتی: أن یقارنه فی السلام الحینیة الآتیة۔۔۔وکأن البخاري یمیل إلى أنه یسن له أن یسلم عقب سلام الإمام، فاحتج له بقوله وکان ابن عمر إلخ۔۔۔فسلمنا حین سلم أي معه بحیث کان ابتداء سلامهم بعد ابتداء سلامه وقبل فراغه منه" ترجمہ: اس کا نتیجہ آنے والی حدیث کی طرح ہے کہ سلام پھیرنے میں اس وقت کے ساتھ مقارنت اختیار کرے۔۔۔ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ کا میلان اس طرف ہے کہ مقتدی کے لیے امام کے ساتھ سلام پھیرنا سنت ہے، اسی بنا پر انہوں نے دلیل پکڑی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، آخر حدیث تک۔۔۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، تو ہم نے سلام پھیرا یعنی آپ علیہ السلام کے ساتھ، اس طرح کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اسے ختم کرنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلام کی ابتدا ہوتی۔
(منحۃ الباری، ج2، ص553، مکتبۃ الرشد)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "وأشار بهذا إلى أن لا یتأخر المأموم في سلامه بعد الإمام متشاغلا بدعاء ونحوه، دل علیه أثر ابن عمر المذکور هنا" ترجمہ: اس باب سے امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا وغیرہ میں مشغول ہو کر تاخیر نہ کرے، اسی پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری، ابواب الصفۃ الصلاۃ، باب یسلم حین۔۔الخ، ج4، ص600، مطبوعہ ملتان)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے: "ویسن (مقارنته) ای سلام المقتدی (لسلام الامام) عند الامام" یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقتدی کے سلام کا امام کے سلام کے ساتھ ملا ہونا سنت ہے۔
(مراقی الفلاح مع طحطاوی، ص276، مطبوعہ کراچی)

حلبۃ المجلی میں ہے: "عد فی البدائع للتسلیم سننا۔۔۔۔منھا: ان یسلم مقارنا لتسلیم الامام ان کان مقتدیا" یعنی بدائع میں سلام کی کچھ سنتیں شمار کی گئی ہیں۔۔۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر مقتدی ہے، تو امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرے۔ **(حلبۃ المجلی، ج2، ص220، مطبوعہ بیروت)**

فتاوی رضویہ میں ہے: "متابعتِ امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے، تین صورتوں کو شامل، ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلافصل واقع ہوتا رہے، یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔" **(فتاوی رضویہ، ج7، ص274، رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

مذکورہ بالا گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اصل سنت امام کے ساتھ سلام پھیرنا ہے، مقتدی کو بھی اسی پر عمل کا حکم ہے۔ جو شخص امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرنے کو سنت کہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے دعوی پر واضح حدیثِ پاک سے دلیل لائے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

26 ذو الحجۃ الحرام 1442ھ/06 اگست 2021ء

ریفرنس نمبر: Sar-7870 تاریخ: 10-06-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کے بعد 2 سنتیں اور نفل پڑھنے سے صَلٰوۃُ الْاَوَّابِین والا مستحب ادا ہو جائے گا یا دو سنتوں کے بعد الگ سے چھ نفل پڑھنے ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مغرب کے فرضوں کے بعد کی دو سنت اور چار نفل کے مجموعہ کا نام صَلٰوۃُ الْاَوَّابِین ہے، لہٰذا اگر کسی نے مغرب کی نماز کے بعد دو سنتیں اور چار نفل پڑھے، تو اس کا صَلٰوۃُ الْاَوَّابِین والا مستحب ادا ہو جائے گا، ہاں صرف دو سنتیں اور دو نفل سے اَوَّابِین ادا نہیں ہو گی۔

صَلٰوۃُ الْاَوَّابِین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوء عدلن له بعبادة ثنتي عشرة سنة" ترجمہ: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے، تو یہ اُس کے حق میں بارہ برس کی عبادت کے برابر کی جائیں گی۔

(سنن الترمذی، باب ما جاء في فضل التطوع وست رکعات بعد المغرب، ج1، ص209، مطبوعہ لاھور)

حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الوالی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "المفهوم أن الركعتين الراتبتين داخلتان في الست" ترجمہ: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ مغرب کے بعد دو سنت مؤکدہ بھی اوابین کی چھ رکعتوں میں شامل ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ، باب السنن وفضائلها، ج3، ص226، مطبوعہ کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں: "اس نماز کا نام صلوٰۃ اوابین ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی سنتوں ونفلوں کے ساتھ ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ۔ مرقاۃ نے پہلی صورت کو ترجیح دی۔"

(مرأۃالمناجیح،ج2،ص226،نعیمی کتب خانہ، گجرات)

نمازِاوابین کے بارے میں تنویر الابصار مع درمختار میں ہے:"(ست بعد المغرب)لیکتب من الأوابین (بتسلیمة)اوثنتین اوثلاث،.........وهل تحسب المؤکدة من المستحب ویؤدي الکل بتسلیمة واحدة؟اختار الکمال: نعم "ترجمہ: مغرب کے بعد چھ رکعتیں ادا کرنا مستحب ہے تاکہ اوابین (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں) میں سے لکھا جائے، خواہ ایک سلام سے یا دو سے یا تین سلام سے پڑھے۔ کیا سنت مؤکدہ کو صلوۃ الاوابین سے شمار کیا جائے گا اور سب کو ایک سلام کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟علامہ کمال ابن ہمام نے اسی کو اختیار کیا ہے(یعنی سنت مؤکدہ کو اوابین میں سے شمار کریں گے اور چھ رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔)

(تنویرالابصارمع درمختار،ج2،ص547،مطبوعہ کوئٹہ)

یونہی بحرالرائق میں ہے:"حکی في فتح القدیر اختلافا بین أهل عصره في مسألتین الأولی هل السنة المؤکدة محسوبة من المستحب في الأربع بعد الظهر وبعد العشاء وفي الست بعد المغرب أو لا الثانیة علی تقدیر الأول هل یؤدي الکل بتسلیمة واحدة أو بتسلیمتین واختار الأول فیهما "ترجمہ: فتح القدیر میں اس زمانے کے علماء کے درمیان دو مسئلوں میں اختلاف حکایت کیا گیا ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ (ظہر وعشا اور مغرب کے بعد والی دو رکعت) سنت مؤکدہ کو (احادیث میں بیان کردہ فضیلت والی رکعات یعنی) ظہر کے بعد والی 4، عشاء کے بعد والی 4 اور مغرب کے بعد والی 6 مستحب رکعتوں میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سنت مؤکدہ کو مستحب رکعات میں شمار کیا جائے گا، تو کیا سب کو ایک سلام کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ صاحب فتح القدیر نے دونوں مسئلوں میں پہلی صورت (سنت مؤکدہ کو مستحب رکعات میں شمار کیا جائے گا اور ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے، اس صورت) کو اختیار کیا ہے۔

(البحرالرائق،ج2،ص54،مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"(نماز مغرب کے) فرض پڑھ کر

چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے، ہر دو رکعت پر التحیات و دُرود و دُعا اور پہلی، تیسری، پانچویں "سبحانک اللھم" سے شروع کرے، ان میں پہلی دو سنت مؤکدہ ہوں گی، باقی چار نفل، یہ صلوٰۃِ اوابین ہے اور اللہ اوابین (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں) کے لیے غفور (بخشش فرمانے والا) ہے۔" **(الوظیفۃ الکریمہ، ص28، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "بعد مغرب چھ رکعتیں مستحب ہیں، ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں، خواہ ایک سلام سے سب پڑھے یا دو سے یا تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد جو مستحب ہے اس میں سنت مؤکدہ داخل ہے، مثلاً: ظہر کے بعد چار پڑھیں، تو مؤکدہ و مستحب دونوں ادا ہو گئیں اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مؤکدہ و مستحب دونوں کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرے یعنی چار رکعت پر سلام پھیرے۔" **(بہار شریعت ج1، ص667،666، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو الفیضان عرفان احمد مدنی

10 ذو القعدۃ الحرام 1443ھ/10 جون 2022ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

رکوع کی تسبیح نہیں پڑھی اور خاموش رہا، تو سجدہ سہو کا حکم

ریفرنس نمبر: Nor-12315 تاریخ: 27-07-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رکوع میں تسبیح پڑھنا بھول جائے اور تین یا پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنے کی مقدار خاموش رہے، تو کیا اس صورت میں اس پر سجدہ سہو لازم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

رکوع میں تسبیح پڑھنا بھول جائیں اور خاموش رہیں، تو خاموش رہنے سے کسی رکن یا واجب کی ادائیگی میں تاخیر نہیں ہوتی، لہذا اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا۔ نیز سوچنے کی وجہ سے رکوع کی تسبیح بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہ ہونے کی در منتقی وغیرہ معتبر کتب فقہ میں صراحت بھی موجود ہے۔ یاد رہے! اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رکوع کی تسبیح نہ پڑھے تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور کوئی واجب تو ترک نہیں ہو گا، لیکن تسبیح پڑھنا جو سنت ہے، اس کو ترک کرنا پایا جائے گا۔ لہذا ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا مستحب ہو گا۔

ردالمحتار میں ہے:" الاصل فی التفکر انہ ان منعہ عن اداء رکن کقراءۃ آیۃ اوثلاث اورکوع اوسجود اوعن اداء واجب کالقعود یلزمہ السھو لاستلزام ذلک ترک الواجب

وھوالاتیان بالرکن اوالواجب فی محلہ وان لم یمنعہ عن شی ء من ذلک بان کان یودی الارکان ویتفکرلا یلزمہ السھووقال بعض المشائخ ان منعہ التفکرعن القراءۃ اوعن التسبیح یجب علیہ سجود السھووالافلا، فعلی ھذاالقول لہ شغلہ عن تسبیح الرکوع وھوراکع مثلا یلزمہ السجود **وعلی القول الاول لایلزمہ وھوالاصح** "سوچنے میں اصل یہ ہے کہ اگر یہ رکن کی ادائیگی سے مانع ہو، جیسے ایک یا تین آیتوں کی قراءت، یا رکوع، سجود سے مانع ہو، یا پھر واجب کی ادائیگی سے مانع ہو، جیسے قعود تو سجدہ سہولازم ہو گا، اس لیے کہ یہ چیز ترک واجب کولازم کرتی ہے اور وہ رکن یاواجب کواس کے محل میں اداکرنے کاواجب ہے، ہاں اگر سوچنا ان دونوں سے مانع نہ ہو اس طرح کہ وہ نمازی سوچتے ہوئے ارکان اداکرے، تو سجدہ سہولازم نہیں ہو گا، جبکہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر سوچنا قراءت یا تسبیح سے مانع ہو، تو اس پر سجدہ سہوواجب ہو گا۔ اگر ان سے مانع نہ ہو، تو سجدہ سہوواجب نہیں ہو گا، اس قول کی بنیاد پر اگر کوئی شخص رکوع کرتے ہوئے رکوع کی تسبیح بھول جاتا ہے، تو اس پر سجدہ سہوواجب ہو گا، جبکہ پہلے قول کی بنیاد پر اس صورت میں سجدہ سہولازم نہیں ہو گا، تسبیح بھولنے کی صورت میں سجدہ سہوواجب نہ ہونے کا قول اصح ہے۔

(ردالمحتارمع الدرالمختار، جلد2، صفحہ677، مطبوعہ کوئٹہ)

درمنتقی اور حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے: "تفکر فی صلاتہ ان منعہ عن اداء رکن کقراءۃ آیۃ اورکوع اوسجوداواداء واجب کالقعود یلزمہ السھو، وان لم یمنعہ **اومنعہ عن سنۃ کالتسبیح فی رکوعہ لایلزمہ ھوالاصح** "یعنی نماز میں سوچنے لگا، اگر سوچنا کسی رکن کے اداکرنے سے مانع ہو، جیسے آیت کی قراءت یارکوع وسجود یا کسی واجب سے مانع ہوا، جیسے قعود توان صورتوں میں سجدہ سہولازم ہو گا، اگر سوچنا رکن کی ادائیگی سے مانع نہیں ہوا یا سنت سے مانع ہوا جیسے **رکوع کی تسبیح، تو**

سجدہ سہولازم نہیں ہو گا۔یہی قول اصح ہے۔

(درمنتقی مع مجمع الانہر، جلد1، صفحہ227، مطبوعہ کوئٹہ)

بحرالرائق میں ہے: "لایجب بترک السنة کالثناء والتعوذوالتسمیة وتکبیرات الرکوع والسجودوتسبیحاتھا" یعنی سنت ترک کرنے سے سجدہ سہولازم نہیں ہوتا، جیسے ثناء، تعوذ، تسمیہ، تکبیرات رکوع و سجود، اوران دونوں کی تسبیحات ترک کرنے سے سجدہ سہولازم نہیں ہو گا۔

(بحرالرائق، جلد2، صفحہ174، مطبوعہ کوئٹہ)

درمختار میں ہے: "ترک السنہ لا یوجب فساداًولا سھواً" یعنی: سنت کا ترک کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور نہ ہی سجدہ سہو کو لازم کرتا۔ **(درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ207، مطبوعہ کوئٹہ)**

نماز کی سنتوں کے ترک پر اعادہ کے مستحب ہونے کے متعلق ردالمحتار میں ہے: "بل تندب اعادة الصلوة" یعنی: خلاف سنت نماز کا اعادہ مستحب ہے۔

(ردالمحتارمع الدرالمختار، جلد2، صفحہ207، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

فرحان احمد عطاری مدنی

27ذوالحجہ1443ھ/27جولائی2022ء

الجواب صحیح

مفتی ابومحمد علی اصغر عطاری مدنی

رکوع وسجود کی تسبیحات کتنی آواز سے پڑھنی چاہیے؟

ریفرنس نمبر: FAM-051 تاریخ: 17-08-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں رکوع و سجود کی تسبیحات پڑھنے میں اگر آواز دوسرے نمازیوں تک پہنچے، تو کیا بغیر آواز کے تسبیحات پڑھ سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

رکوع و سجود کی تسبیحات صرف زبان ہلا کر، بغیر آواز کے نہیں پڑھ سکتے کہ بغیر آواز کے پڑھنا، در حقیقت پڑھنا ہی نہیں اور اس سے تسبیحات پڑھنے کی سنت بھی ادا نہیں ہو گی، کیونکہ پڑھنا اسی وقت کہلاتا ہے، جب اتنی آواز سے ہو کہ پڑھنے والا خود سن سکے، لہذا تسبیحات کو اتنی آواز سے پڑھنا ہو گا کہ شور وغل یا اونچا سننے کا عارضہ نہ ہو، تو نمازی کے خود اپنے کان سن لیں اور اتنی آواز سے پڑھنے کی صورت میں اگر برابر والے نمازی کو بھی ہلکی ہلکی آواز پہنچے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ بعض لوگ اپنے گمان میں تو آہستہ پڑھ رہے ہوتے ہیں، لیکن اُن کی آواز تھوڑی تیز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں تک بھی آواز پہنچ رہی ہوتی ہے، جس سے انہیں نماز میں دشواری ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ تھوڑی

توجہ کے ساتھ کوشش کرکے اتنی آواز ہی نکالیں کہ فقط ان کے اپنے کان سنیں، کیونکہ بے توجہی میں آواز تھوڑی بلند ہو جاتی ہے اور پڑھنے والے کو محسوس نہیں ہو رہا ہوتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "آہستہ پڑھنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو، اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل وشور ہو رہا ہے، کان تک نہ آئے اور **اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی، تو صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا، پڑھنا نہ ہو گا اور فرض و واجب و سنّت و مستحب جو کچھ تھا، وہ ادا نہ ہو گا۔ فرض ادا نہ ہوا، تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہو گی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی، اس میں حرج نہیں،** ایسی آواز آنی چاہئے، جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں، ضرور ہے کہ اس سے ملا ہُوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سُنے مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے۔" **(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ332، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)**

بہار شریعت میں ہے: "جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے، اس سے یہی مقصد ہے کہ کم سے کم اتنا ہو کہ خود سن سکے۔"

(بہار شریعت، حصہ3، صفحہ512، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

29محرم الحرام1445ھ/17اگست2023ء

ریفرنس نمبر: Gul 3064 تاریخ: 12-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے جائے نماز پر نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد دیکھا تو جائے نماز کے نیچے ایک درہم سے زیادہ نجاست غلیظہ لگی ہوئی تھی، مگر جائے نماز کافی موٹی تھی، اس نجاست کا اثر اوپر کے حصے کی طرف ظاہر نہیں ہوا تھا، اس صورت میں میری نماز ہوئی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جائے نماز چاہے جتنی موٹی ہو، وہ ایک ہی کپڑے کے حکم میں ہے، اس لیے چاہے نجاست کا اثر اوپر نہ آیا ہو تب بھی اس نجاست والی جگہ پر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ پوچھی گئی صورت میں اگر جائے نماز کی نجاست والی جگہ وہ نہیں تھی جس جگہ پر نماز کی حالت میں پاؤں، ہاتھ، گھٹنے، پیشانی، ناک رکھے جاتے ہیں، تب تو نماز ہو گئی، لیکن اگر قدم یا مواضع سجود (یعنی سجدے کی حالت میں ہاتھ، گھٹنے، پیشانی، ناک) اس نجس جگہ پر پڑے، اور جو جو اعضاء نجاست کی جگہ پر پڑے، ان سب کی نجاست کو ملائیں، تو یہ ایک درہم سے زیادہ بن جاتی ہے، تو نماز نہیں ہو گی۔ ایک درہم جتنی ہی نجاست بنتی ہے، تو نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہو گی اور اگر ایک درہم سے کم بنتی ہے، تو نماز اگرچہ ہو جائے گی، مگر خلاف سنت ہو گی۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے: "ولو کان علی اللبد نجاسۃ فقلب المصلی الوجہ الذی فیہ النجاسۃ الی اسفل وصلی علی الوجہ الثانی الذی لیس علیہ نجاسۃ۔۔۔۔۔قال ابویوسف

لاتجوز صلاته وان کان اللبد او الثوب غلیظین "ترجمہ: اگر اونی بچھونے پر ایک طرف نجاست لگی تھی اور نماز پڑھنے والے نے اس کو اُلٹا کرلیا اور جس طرف نجاست نہیں لگی تھی اس طرف نماز پڑھی۔۔۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز جائز نہیں ہے، اگرچہ اونی بچھونا یا کپڑا موٹا ہو۔

(غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی، جلد1، صفحہ378، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے: "کسی کپڑے میں نَجاست لگی اور وہ نَجاست اسی طرف رہ گئی، دوسری جانب اس نے اثر نہیں کیا تو اس کو لوٹ کر دوسری طرف جدھر نَجاست نہیں لگی ہے، نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ کتنا ہی موٹا ہو مگر جبکہ وہ نَجاست مَواضعِ سجود سے الگ ہو۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ404، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نماز کے فساد کی صورتیں بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار مع ردالمحتار میں فرمایا: "(وصلاته علی مصلی مضرب نجس البطانة) أی مخیط، وانما تفسد اذا کان النجس المانع فی موضع قیامه أو جبهته أو فی موضع یدیه أو رکبتیه علی ما مر "ترجمہ: ایسے سلے ہوئے مصلے پر نماز پڑھنا جس کا باطنی حصہ ناپاک ہو۔ نماز اس وقت فاسد ہو گی جبکہ نماز سے مانع نجاست کھڑے ہونے کی جگہ یا پیشانی رکھنے کی جگہ یا ہاتھ رکھنے کی جگہ یا گھٹنے رکھنے کی جگہ پر ہو، جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا۔

(ردالمحتار، جلد1، صفحہ626، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں فرمایا: "جا نماز میں ہاتھ، پاؤں، پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا نماز پڑھنے میں پاک ہونا ضروری ہے، باقی جگہ اگر نَجاست ہو نماز میں حَرَج نہیں، ہاں نماز میں نَجاست کے قرب سے بچنا چاہیے۔" **(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ404، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

فتاوی ہندیہ میں ہے: "النجاسة ان کانت غلیظة وهی أکثر من قدر الدرهم فغسلها فریضة والصلاة بها باطلة ،وان کانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة وان کانت أقل من قدر الدرهم فغسلها سنة "ترجمہ: نجاست اگر غلیظہ ہو اور وہ درہم سے زائد ہو

تو اس کا دھونا فرض ہے، بغیر دھوئے نجاست کے ساتھ ہی نماز پڑھ لی، تو نماز باطل ہے۔ اگر ایک درہم کے برابر ہے، تو اس نجاست کا دھونا واجب، بے دھوئے نماز پڑھ لی تو فرض ادا ہو جائیں گے، اگر ایک درہم سے بھی کم ہے، تو اس نجاست کا دھونا سنت ہے۔

(فتاوی ھندیه، جلد1، صفحه58، مطبوعه کوئٹه)

بہار شریعت میں ہے: "شرطِ نماز اس قدر نجاست سے پاک ہونا ہے کہ بغیر پاک کیے نماز ہو گی ہی نہیں، مثلاً نجاست غلیظہ درہم سے زائد۔"

(بهارشریعت، جلد1، حصه3، صفحه476، مطبوعه مکتبۃالمدینه، کراچی)

مزید فرمایا: "اگر نجاست قدر مانع سے کم ہے، جب بھی مکروہ ہے، پھر نجاست غلیظہ بقدر درہم ہے، تو مکروہ تحریمی اور اس سے کم تو خلاف سنت۔"

(بهارشریعت، جلد1، حصه3، صفحه477، مطبوعه مکتبۃالمدینه، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

27 جمادی الاولی 1445ھ/12 دسمبر 2023ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

ریفرنس نمبر:Fsd-8569 تاریخ:18.10.2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا گناہ ہے، کیا ایسا ہی ہے اور کیا اس طرح کرنے سے بینائی چلے جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نماز اہم ترین عبادت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، نماز میں بندہ اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مناجات کرتا ہے۔ احادیثِ طیبہ کے مطابق نماز میں اللہ پاک کی رحمت بندے کی طرف متوجہ رہتی ہے، جب تک بندہ اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو جائے، اس لیے چاہیے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے، خشوع و خضوع سے نماز ادا کرے اور نماز میں قصداً چہرہ پھیر کر دائیں بائیں دیکھنا، خواہ پورا چہرہ پھیر اجائے یا تھوڑا، مکروہِ تحریمی و ناجائز ہے اور چہرہ گھمائے بغیر صرف آنکھیں پھیر کر بلا ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہِ تنزیہی اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر کبھی کسی صحیح غرض و مقصد کے لیے ہو، تو کوئی حرج نہیں اور جہاں تک بینائی چلے جانے کا معاملہ ہے، تو یہ وعید دائیں بائیں نظر گھمانے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ نماز کے دوران آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنے والے کے متعلق ہے، اور نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

نماز میں اللہ پاک کی رحمت بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے، چنانچہ سنن کبریٰ، مسند دارمی، صحیح

ابنِ خزیمہ وغیرہا کتبِ احادیث میں ہے: واللفظ للاوّل: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یزال اللہ مقبلا علی العبد ما لم یلتفت، فإذا صرف وجهه، انصرف عنه "ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (کی رحمت) بندے کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتی ہے، جب تک بندہ اِدھر اُدھر توجہ نہ کرے، جب نمازی اپنے چہرے کو پھیرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس سے پھر جاتی ہے۔

(سنن الکبری، التشدید فی الالتفات فی الصلاۃ، جلد2، صفحہ37، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

صحیح بخاری میں ہے: "قالت عائشة رضي الله عنها، سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن التفات الرجل في الصلاة، فقال: هو اختلاس يختلس الشيطان من صلاة أحدكم "ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آدمی کے نماز میں دائیں بائیں متوجہ ہونے کے بارے میں پوچھا، تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: یہ ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے شیطان بندے کی نماز کا ثواب اُچک لیتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، جلد1، صفحہ580، مطبوعہ لاہور)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے: "والمعنى أن المصلي إذا التفت يمينا أو شمالا يظفر به الشيطان في ذلك الوقت ويشغله عن العبادة فربما يسهو أو يغلط لعدم حضور قلبه باشتغاله بغير المقصود ولما كان هذا الفعل غير مرضي عنه نسب إلى الشيطان وعن هذا قالت العلماء بكراهة الالتفات في الصلاة... أن الاجماع على أن الكراهية فيه للتنزيه" ترجمہ: معنیٰ یہ ہے کہ نمازی جب دائیں بائیں متوجہ ہوتا ہے، تو شیطان اس وقت کامیاب ہو جاتا ہے اور بندے کی توجہ کو عبادت سے پھیر دیتا ہے اور اس سبب سے بندہ بعض اوقات بھول جاتا ہے یا دل کے غیر مقصود کام میں مشغول ہونے کے سبب غلطی کر جاتا ہے اور جب یہ کام ناپسندیدہ ہے، تو اس کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا گیا، اسی وجہ سے علمائے کرام فرماتے ہیں نماز میں دائیں بائیں متوجہ ہونا مکروہ ہے اور اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب الالتفات فی الصلاۃ، جلد5، صفحہ310، مطبوعہ بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے:" ویکرہ أن یلتفت یمنة أو یسرة بأن یحول بعض وجهه عن القبلة فأما أن ینظر بموق عینه ولا یحول وجهه فلا بأس به، کذافي فتاوی قاضي خان. ویکرہ أن یرفع بصرہ إلی السماء " ترجمہ: اور نماز میں قبلہ سے کچھ چہرہ پھیر کر دائیں بائیں متوجہ ہونا، مکروہ ہے، ہاں چہرہ گھمائے بغیر کَن اَنکھیوں سے دیکھنے میں حرج نہیں (مکروہ تحریمی نہیں)، یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے اور آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا مکروہ (تحریمی) ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی، جلد1، صفحہ106، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے:" اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر مونھ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے اِدھر اُدھر بلا حاجت دیکھے، تو کراہتِ تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو، تو اصلاً حرج نہیں۔ نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔"

(بہارِ شریعت، مکروہات کا بیان، جلد1، صفحہ626، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا، سخت ممنوع ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:" قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: ما بال أقوام یرفعون أبصارهم إلی السماء في صلاتهم، فاشتد قوله في ذلك، حتی قال: لینتهن عن ذلك أو لتخطفن أبصارهم " ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں، نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس معاملے میں سختی فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آجائیں یا ان کی آنکھیں اُچک لی جائیں گی۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء، جلد1، صفحہ173، مطبوعہ لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

02ربیع الثانی 1445ھ/18اکتوبر 2023ء

ریفرنس نمبر:FSD-8160 تاریخ:23-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں کپڑے فولڈ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہائی نیک کو گردن سے فولڈ کیا جاتا ہے، اِسی طرح شلوار کے نیچے گرم پاجامے کو بھی پائنچوں سے فولڈ کرنا، سویٹر وغیرہ کو نیچے سے فولڈ کرنا اور اسی طرح آج کل لڑکیاں حجاب بناتے ہوئے آگے سے دوپٹے کو فولڈ کرتی ہیں، تاکہ اچھا دِکھے، کیا یہ سب اُس فولڈنگ میں آئے گا، جو نماز میں منع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نماز میں کپڑا فولڈ کرنا مکروہِ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے، مگر فقہائے کرام نے فولڈ کرنے کی ہر صورت کو مکروہِ تحریمی اور گناہ نہیں فرمایا، بلکہ کراہتِ تحریمی کی بنیاد ایک خاص ضابطے پر رکھی ہے اور وہ ضابطہ شرعیہ یہ ہے کہ اس انداز میں کپڑا فولڈ کرنا جو خلافِ معتاد ہو، یعنی عادۃً اور عموماً اُس انداز میں کپڑے کو فولڈ نہ کیا جاتا ہو، تو اُس انداز میں فولڈ کر کے نماز پڑھنا، مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے۔ اِس ضابطے کے تناظر میں غور کیجیے تو ہائی نیک کا معتاد انداز یہی ہے کہ اُسے اوپر سے فولڈ کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ شرٹ اپنے نام سے واضح ہے کہ "ہائی نیک" (High Neck) ہوتی ہے، یعنی اِس کا کپڑا گردن تک بلند ہوتا ہے اور اُسے اوپر سے فولڈ کر کے ہی پہنا جاتا ہے، لہذا اِس کی فولڈنگ معتاد ہے۔ سویٹر کی بُنائی (By Made) بھی نیچے سے اِس انداز میں کی جاتی ہے کہ اُسے فولڈ کیا جاتا ہے، لہذا اُسے بھی نیچے سے ایک تہہ کے ساتھ فولڈ کرنا معتاد ہے۔ اِسی طرح حجاب کرتے ہوئے آگے سے دوپٹے کو فولڈ کرنا بھی خلافِ

معتاد نہیں، لہذا ہائی نیک، سویٹر اور دوپٹے کو فولڈ کرنا خلافِ معتاد نہیں، لہذا انہیں فولڈ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

شلوار کے نیچے گرم پاجامے کو فولڈ کرنا درست اور جائز نہیں، بلکہ اُسے کھولنا ہی ضروری ہے، کیونکہ حدیث مبارک میں مطلقاً کپڑا فولڈ کرنے سے منع کیا گیا ہے، اوپر یا نیچے کے کپڑے کا فرق نہیں اور پاجامے کا معتاد انداز بھی یہ نہیں کہ اُسے فولڈ کیا جائے، لہذا وہ نیچے بھی پہنا جائے، تو اُسے کھولنا ضروری ہے۔

اصل حکم یہی ہے کہ کفِ ثوب ممنوع و مکروہ ہے، جیسا کہ علامہ محمد بن ابراہیم حلبی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:956ھ/1049ء) لکھتے ہیں: ”یکرہ أن یکف ثوبہ وھو في الصلاۃ أو یدخل فیھا وھو مکفوف کما إذا دخل وھو مشمر الکم أو الذیل“ ترجمہ: حالتِ نماز میں نمازی کو کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے، یونہی اگر وہ نماز شروع ہی اِس انداز میں کرے کہ اُس نے کپڑا فولڈ کیا ہوا ہو، جیسا کہ جب کوئی نماز، یوں شروع کرے کہ اُس کی آستین یا دامن چڑھا ہوا ہو۔ (غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی، فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلاۃ، صفحہ 348، مطبوعہ لاھور)

مگر کفِ ثوب کی کراہت خلافِ معتاد کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ خلیلِ مِلّت، مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1405ھ/1985ء) لکھتے ہیں: ”شلوار کو اوپر اُڑس لینا یا اس کے پائنچہ کو نیچے سے لوٹ لینا، یہ دونوں صورتیں کفِ ثوب یعنی کپڑا اسمیٹنے میں داخل ہیں اور کف ثوب یعنی کپڑا اسمیٹنا مکروہ اور نماز اِس حالت میں ادا کرنا، مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ کہ دہرانا واجب، جبکہ اِسی حالت میں پڑھ لی ہو **اور اصل اِس باب میں کپڑے کا خلافِ معتاد استعمال ہے، یعنی اس کپڑے کے استعمال کا جو طریقہ ہے، اس کے برخلاف اُس کا استعمال۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔**“ (فتاوی خلیلیہ، جلد 1، صفحہ 246، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

28 جمادی الاولی 1444ھ/23 دسمبر 2022ء

نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا حکم

ریفرنس نمبر: HAB-312　　　　تاریخ: 06-03-2024

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنا سنت ہے یا ہاتھ کھلے رکھنا سنت ہے؟ اس حوالے سے دلائل کے ساتھ رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نماز میں قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کو الٹے پر رکھنا یعنی ہاتھ باندھنا سنت مبارکہ ہے۔ قیام کی حالت میں ہاتھ چھوڑے رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

قیام میں ہاتھ باندھے رکھنے پر کئی صحیح احادیث موجود ہیں، جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب الصلاۃ میں باب باندھا ہے: "باب وضع الیمنی علی الیسری "یعنی سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر رکھنا، اس کے تحت اپنی سند سے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں: "کان الناس یؤمرون أن یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری في الصلاۃ "لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

حضرت ابو حازم تابعی جو اس حدیث کو سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں: "لا أعلمہ إلا ینمي ذلک إلی النبي صلي اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم "میں یہی جانتا ہوں کہ یہ بات انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی۔

یہ حدیث امام بخاری نے امام مالک رحمہما اللہ تعالی کی سند سے روایت کی ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے اپنی مؤطا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے مسند میں امام مالک کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
(مؤطاامام مالک، صفحہ 159، رقم 47، طبع داراحیاء التراث)(مسند احمد، جلد 37، صفحہ 498، رقم 22849، طبع مؤسسۃ الرسالہ)(صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 148، رقم 740، طبع دار المنہاج، بیروت)

امام نسائی رحمہ اللہ تعالی اپنی سنن کے باب: "وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ" نماز میں سیدھے ہاتھ کو الٹے پر رکھنا، میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان قائما في الصلاة قبض بيمينه على شماله" ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں قیام فرماتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے۔ (سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 125، رقم 887، طبع دار المعرفہ، بیروت)

امام احمد سیدنا غطیف بن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: "ما نسيت من الأشياء لم أنس أني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا يمينه على شماله في الصلاة" ترجمہ: میں کچھ اشیاء کبھی نہ بھولا، (اس میں سے) میں یہ نہیں بھولا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔
(مسند احمد، جلد 37، صفحہ 169، رقم 22497، طبع مؤسسۃ الرسالہ)

حافظ نور الدین الہیثمی رحمہ اللہ تعالی معجم کبیر کے حوالے سے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "ثلاث من أخلاق النبوة: تعجيل الإفطار وتأخير السحور ووضع اليمين على الشمال في الصلاة" ترجمہ: تین چیزیں اخلاقِ نبوت میں سے ہیں: افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ تعالی اسے نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "رواه الطبراني في الكبير مرفوعا وموقوفا على أبي الدرداء، والموقوف صحيح، والمرفوع في رجاله من لم أجد من ترجمه" اسے

امام طبرانی نے کبیر میں مرفوع اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ پر موقوفاً دونوں روایت کیا ہے، اور موقوف صحیح ہے، جبکہ مرفوع میں ایسے رجال ہیں، جن کے حالات میں نے نہیں پائے۔

(مجمع الزوائد، جلد2، صفحہ105، رقم2611، طبع قاھرہ)

مخفی نہیں کہ موقوف یہاں مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام ابو داؤد، امام طبرانی اور امام ضیاء المقدسی رحمھم اللہ تعالی حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "صف القدمين ووضع اليد على اليد في السنة"
ترجمہ: قدموں کو درست رکھنا اور سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھنا سنن میں سے (ایک سنت) ہے۔

(سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ495، رقم754، طبع دار القبلہ)(المعجم الکبیر جلد13، صفحہ121، رقم298 الاحادیث)(المختار، جلد9، صفحہ301، رقم257، طبع دار خضر، بیروت)

امام نووی نے خلاصۃ الاحکام میں اس کی سند کو حسن اور حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ تعالی علیہما نے البدر المنیر میں جید قرار دیا ہے۔

(خلاصۃ الاحکام، جلد1، صفحہ357، رقم1091، طبع مؤسسۃ الرسالہ)(البدر المنیر جلد3، صفحہ512، طبع دار الھجرہ)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ خود عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ موجود ہے: "كان ابن الزبير إذا صلى يرسل يديه في الصلاة" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما جب نماز پڑھتے، تو اپنے ہاتھ نماز میں چھوڑے رکھتے تھے۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، جلد3، صفحہ325، رقم3971، طبع دار القبلہ)

جواباً یہ عرض ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کے فعل سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ قیام کی حالت میں ہاتھوں کو چھوڑے رکھتے تھے، اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہما قومہ میں ہاتھوں کو چھوڑے رکھتے ہوں، جب آپ رضی اللہ تعالی عنہ خود قیام میں ہاتھ کا باندھنا سنت فرما رہے ہیں، تو آپ کے فعل کو قومہ کی حالت پر ہی محمول کرنا، مناسب ہے۔

ثانیاً: مسند احمد میں یہ حدیث موجود ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما نے نماز سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھی تھی۔

(مسند احمد، جلد1، صفحہ236، رقم73، طبع مؤسسۃ الرسالہ)

اب ہم دیکھ لیتے ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام کی حالت میں طریقہ کار کیا تھا۔ امام بخاری کے استاذ حافظ کبیر مسدد بن مسرہد رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں ابو زیاد مولی آل دراج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ”ما رأیت فنیست فإني لم أنس أن أبا بكر الصديق كان إذا قام في الصلاة قام هكذا وأخذ بكفه اليمنى على ذراعه اليسرى لازقا بالكوع“ ترجمہ: جب سے میں نے دیکھا میں نہیں بھولا، میں نہیں بھولا کہ میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں اس طرح قیام کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے کو پکڑتے ہوئے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھا۔

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ، جلد2، صفحہ156، رقم1244، طبع دار الوطن) (المطالب العالیہ، جلد4، صفحہ44، رقم 460، دار العاصمہ)

اس کی سند کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاصابہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

(الاصابہ، جلد7، صفحہ138، رقم الترجمہ9974، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس سے مصنف کی روایت کا محمل بالکل واضح ہو گیا کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قومے کی حالت میں ہاتھ چھوڑے رکھتے تھے، نہ کے قیام کی حالت میں۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــہ
ابو حمزہ محمد حسان عطاری
24 شعبان المعظم 1445ھ/06 مارچ 2024ء

ریفرنس نمبر:FAM-0214 تاریخ:01-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر کوئی امام ایسا کرے، تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سنتِ مؤکدہ کی جگہ قضا نمازیں ادا کرنا شرعاً درست نہیں۔ جس کے ذمے قضا نمازیں باقی ہوں، وہ شخص بھی سُنَنِ مؤکدہ لازماً پڑھے گا کہ اِن کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ جو سنتِ مؤکدہ کو بلا عذرِ شرعی صرف ایک آدھ بار ترک کرے، تو ایسا کرنا اِساءت یعنی بُرا ہے اور ایسا شخص قابلِ ملامت ہے، اور جو اُس کے ترک کی عادت بنا لے، تو ایسا شخص فاسق، گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔

اس تفصیل کے مطابق اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ کو ترک کر کے، اُس کی جگہ قضا نماز ادا کرے، تو اگر ایسا کرنا صرف ایک آدھ دفعہ ہی اس سے ثابت ہو، تو ایسا شخص قابلِ ملامت وعتاب ہو گا، مگر فاسق و گنہگار نہیں، ہاں اگر یہ ترک اُس سے عادتاً ثابت ہو کہ کئی بار اُس نے سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اُس کی جگہ قضا نمازیں ادا کی ہوں، تو اب ایسا شخص ضرور فاسق و گنہگار ہو گا، اس پر لازم

ہو گا کہ اپنے اِس گناہ سے توبہ کرے اور آئندہ سنتِ مُؤکدہ کو پابندی سے ادا کرے۔ نیز ایسا شخص اگر امام ہو تو نادراً سنت مؤکدہ کے ترک کی صورت میں، تو وہ فاسق ہی نہیں ہو گا، لہذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا اور جہاں تک عادتاً ترک کے ثابت ہونے پر اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات ہے، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اگرچہ وہ اِس ترک سے فاسق ہو جائے گا، لیکن چونکہ اُس کا یہ فسق اِعلانیہ نہیں کہ یہ ایک خفیہ معاملہ ہے، اس کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا، لہذا فسق اعلانیہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا، مگر اس صورت میں اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ ضرور ہو گا، البتہ اگر امام نے خود سے ہی لوگوں کو بتادیا ہو کہ وہ سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا کرتا ہے، جس کی وجہ سے امام کا سنت مؤکدہ کا تارک ہونا لوگوں میں مشہور و معروف ہو چکا ہو، تو اب لوگوں پر اُس کا فسق ظاہر و آشکار ہو جانے کی وجہ سے وہ امام فاسق معلن ہو جائے گا اور فاسق معلن ہو جانے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہو گا یعنی اسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہو گا، اگر پڑھ لی ہو، تو اس نماز کو پھیرنا واجب ہو گا۔

سنت مؤکدہ کو ترک کر کے اس کی جگہ قضا نمازیں ادا نہیں کرسکتے، جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "والاشتغال بقضاء الفوائت أولی وأهم من النوافل الا السنة المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبيح والصلاة التی وردت فی الأخبار فتلك بنية النفل وغيرها بنية القضاء كذا فی المضمرات عن الظهيرية وفتاوی الحجة ومراده بالسنة المعروفة المؤكدة وقوله وغيرها بنية القضاء مراده به أن ينوی القضاء اذا أراد فعل غير ما ذكر فانه الأولی بل المتعين "ترجمہ: قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہونا یہ نوافل پڑھنے سے زیادہ اہم و اَولیٰ ہے، سوائے معروف سنتوں کے اور چاشت و تسبیح کی نماز کے اور

اس نماز کے، جس کے بارے میں اخبار وارد ہوئی ہیں۔ یہ نمازیں نفل کی نیت سے پڑھے اور اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔ ایسا ہی مضمرات میں ظہیریہ اور فتاوی الحجۃ کے حوالے سے ہے۔ معروف سنتوں سے مراد مؤکدہ سنتیں ہیں اور یہ جو کہا کہ "اس کے علاوہ قضا کی نیت سے پڑھے۔ "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ نمازوں کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا چاہے، تو قضا کی نیت کرلے، کیونکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے، بلکہ یہی متعین ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 447، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں: "قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے، اُنہیں چھوڑ کر اُن کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بریٔ الذمہ ہو جائے، البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ (یعنی فجر کی 2 سنتیں، ظہر کی 6 سنتیں، مغرب کی 2 سنتیں، عشاء کی 2 سنتیں) نہ چھوڑے۔"

(بہارِ شریعت، جلد 1، حصّہ 4، صفحہ 706، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سنت مؤکدہ کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے اور عادت کے بعد گناہ و نارَوا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 1، حصہ دوم، صفحہ 911، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سنت مؤکدہ نمازوں کے ترک کا حکم بیان کرتے ہوئے، فتاوی رضویہ میں ہی ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، دو صبح سے پہلے، اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، اور دو مغرب و عشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت و عتاب ہے۔ اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار و فاسق و مستوجب عذاب ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 6، صفحہ 509، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں :
"سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی، بلاعذر ایک بار بھی ترک کرے، تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے، تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحقِ نار ہے اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ "وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔" تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے، اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ! شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ662، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلانیہ اور خفیہ گناہ کرنے سے متعلق، سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا اعلانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے، مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں، بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن؟"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ486، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: "فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا، ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ"
ترجمہ: فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور ان پر شرعا اس کی توہین کرنا ضروری ہے، اور اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، جلد2، باب الامامۃ، صفحہ262، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فاسقِ معلن اور فاسقِ غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنے سے متعلق، سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، **فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، پھر**

اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھُپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو، تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ، اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے، تو اُسے امام بنانا، گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو، تو پھیرنی واجب۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ601، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ ہی میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: "افیونی اور بلاعذر شرعی تارکِ صومِ رمضان فاسق اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق (لوگوں پر) ظاہر و آشکار ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ606، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16 جُمادَی الاُولیٰ 1445ھ/01 دسمبر 2023ء

ریفرنس نمبر:HAB-225 تاریخ:07-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ دار الافتاء اہلسنت سے ایک فتوی جاری ہوا ہے کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر خشوع حاصل ہوتا ہے تو آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ یہ مسئلہ کئی علما سے سنا بھی ہے، لیکن زید کا کہنا ہے کہ یہ درست نہیں، کیونکہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جد الممتار میں یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کرنے کا مکروہ ہونا صرف قیام کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ باقی ارکان میں مکروہ نہیں ہے۔ براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دار الافتاء اہلسنت کا فتوی بالکل درست ہے۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا مطلقا مکروہ ہے، البتہ نمازی کو آنکھیں بند رکھنے سے خشوع و خضوع حاصل ہو، تو اس کے لیے آنکھوں کا بند رکھنا بہتر ہے۔

زید نے جد الممتار کی عبارت کو مکمل ذکر نہیں کیا اور نہ ہی امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مختار اور مقصود کو سمجھا۔

والتفصیل ذٰلک:

فقہائے احناف نے نماز میں آنکھوں کے بند رکھنے کے مکروہ ہونے کی مختلف عِلَل بیان کی ہیں۔

1: بعض نے فقط حدیث مبارک پر اقتصار کرتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا۔

2: ایک علت یہ بیان کی گئی کہ چونکہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا سنت ہے اور آنکھیں بند رکھنے کی وجہ سے اس سنت کا ترک ہو جائے گا اور یہ مکروہ ہے۔

3: جبکہ بعض نے فقہ حدیث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی علت اس کے خشوع و خضوع کے منافی ہونے کو بیان کیا۔

4: جبکہ اس ممانعت کی ایک علت یہود سے مشابہت کو بیان کیا گیا ہے۔

اعلی حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ردالمحتار میں بیان کردہ علت ''قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا۔۔۔ الخ'' پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس کو پیش نظر رکھا جائے گا تو یہ ممانعت صرف قیام کے ساتھ خاص ہوگی، کیونکہ فقہائے کرام نے سنت صرف قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر کرنے کو قرار دیا ہے، رکوع و سجود قومہ جلسہ وغیرہ میں مختلف مقامات پر نظر رکھنا آداب میں سے شمار کیا گیا ہے اور آداب و مستحبات کا ترک مکروہ نہیں ہوتا، مکروہ قرار دینے کے لیے دلیل درکار ہے اور پھر آپ نے درمختار میں مذکور علت یعنی حدیث کو درست علت قرار دیا۔

اس کے بعد تیسری علت "یعنی خشوع اور خضوع کے منافی ہونا" کو تبیین کے حوالے سے بیان کیا اور اس علت کو دوسری علت سے بہتر قرار دیا اور پھر چوتھی علت حلبی کے حوالے سے ذکر کی اور اسے سب سے زیادہ اظہر قرار دیا۔

اہل علم و افتاء سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ فقط ذکرِ اَقوال ہے، اسے فتوی و مختار نہیں کہا جاتا۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مؤقف وہی ہے جو دار الافتاء اہلسنت کے فتوی میں بیان کیا گیا ہے۔ کما سیأتي نص الإمام اور یہ فقط دوسری علت پر توضیح ہے۔

والتحقیق ذٰلک:

امام طبرانی معاجم ثلاثہ میں اور حافظ ابن عدی رحمہما اللہ تعالی الکامل فی ضعفاء الرجال میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:"إذا قام أحدکم في الصلاۃ فلا یغمض عینیه"جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو اپنی آنکھوں کو بند نہ کرے۔

(المعجم الصغیر، جلد 1، صفحہ 37، حدیث 24)

(المعجم الاوسط، جلد 2، صفحہ 356، حدیث 2218)

(المعجم الکبیر، جلد 11، صفحہ 34، رقم الحدیث 10956)

(الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 9، صفحہ 585، رقم 16186، مطبوعات بیروت وضعفہ غیر واحد من الأئمۃ)

بدائع الصنائع میں ہے:"ویکره أن یغمض عینیه في الصلاۃ؛ لما روي عن النبي صلی اللہ علیه وسلم أنه نهی عن تغمیض العین في الصلاۃ؛ ولأن السنة أن یرمي ببصره إلی موضع سجوده وفي التغمیض ترک هذه السنة؛ ولأن کل عضو وطرف ذو حظ من هذه العبادۃ فکذا العین"ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں آنکھیں بند کرنے سے منع فرمایا ہے اور کیونکہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا اور اس لیے کہ ہر عضو اور طرف کے لیے اس عبادت میں سے حصہ ہوتا ہے پس آنکھ بھی ایسے ہی ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد 02، صفحہ 81، دار الحدیث، القاهرة)

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے:"(وتغمیض عینیه) للنهي إلا لکمال الخشوع"ترجمہ: اپنی آنکھوں کو بند رکھنا (مکروہ ہے) کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس صورت کے کہ جب کمال خشوع حاصل ہوتا ہو۔

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:"وعلل فی البدائع بان السنة ان یرمی ببصره الی موضع سجوده، وفی التغمیض ترکها"ترجمہ: بدائع الصنائع میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ سنت یہ ہے کہ بندے کی آنکھیں موضع سجود کی طرف ہوں اور آنکھیں بند کرنے سے اس سنت کا ترک لازم آئے گا۔

(ردالمحتار، جلد 02، صفحہ 499، مطبوعہ کوئٹہ)

بدائع میں موجود علت "سنت کے ترک کی وجہ سے آنکھوں کا بند کرنا مکروہ ہے" کا تقاضا یہ تھا کہ

یہ کراہت صرف قیام کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ سنت صرف قیام میں موضع سجود کی طرف دیکھنے کی ہے، باقی اَرکان میں فقط استحباب ہے۔

اسی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ثم ھو ان ثبت کان مقتصراً علی کراھۃ التغمیض حالۃ القیام، اما الرکوع والسجود والقعود فیندب النظر فیھا الی القدم والارنبۃ والحضر، ولم یثبت کونہ سنۃ، وانما عدّوہ من الآداب، وما یلزم منہ ترک فضیلۃ فلا یحکم بکراھتہ بل لا بد لھا من دلیل خاص، فلعل الوجہ ما مشی علیہ الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ "ترجمہ: پھر وہ ممانعت (نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنے کی) اگر ثابت بھی ہوگی، تو حالت قیام میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت (تنزیہی) پر محمول ہوگی، رہی بات رکوع، سجود اور قعود کی، تو ان میں قدم، ناک اور گود میں نظر کرنا مستحب ہے، لیکن یہ سنت سے ثابت نہیں ہے، علمائے کرام نے اس کو محض نماز کے آداب میں سے شمار کیا ہے اور اس سے فقط فضیلت کو چھوڑنا لازم آئے گا، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ اس کے لیے دلیل خاص کا ہونا ضروری ہے، شاید مکروہ ہونے کی علت وہی جس کو شارح علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہو۔

(جد الممتار، جلد 3، صفحہ 400، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واضح ہو گیا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز میں مطلقاً آنکھیں بند کرنے کو مکروہ قرار دے رہے ہیں، اس کو قیام دون غیرہ کے ساتھ مختص نہیں فرما رہے۔

اسی بات کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں یوں ارشاد فرمایا: "خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہو جاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے، تو آنکھیں بند کرنا ہی اَولیٰ۔ کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع، وفی رد المختار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء: انہ الاولی، ولیس ببعید حلبہ وبحر۔ اقول: ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع تزول الکراھۃ وبتحققہ یحصل الاستحباب، واللہ تعالیٰ اعلم (ترجمہ:) جیسا کہ در مختار میں ہے: نہی کی وجہ سے اپنی دونوں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے البتہ اگر (آنکھیں بند کرنے کی وجہ سے) کمال خشوع حاصل ہو (تو مکروہ نہیں) اور رد المحتار میں ہے: بایں طور

کہ اگر خیال کو بٹانے والی چیزیں دیکھنے کی وجہ سے خشوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں، بلکہ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ (اس صورت میں آنکھیں بند کرنا) اَولیٰ ہے اور یہ بعید نہیں ہے۔ حلبہ و بحر (میں اسی طرح ہے)۔ میں کہتا ہوں: شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع کے فوت ہونے کے اندیشے کے سبب کراہت ختم ہو جائے گی اور اگر خشوع حاصل ہوتا ہو، تو پھر اس صورت میں استحباب حاصل ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔" (فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ156، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اسی اطلاق کو اکثر کتب معتبرہ مثلا: کنز الدقائق صفحہ176؛ متن المختار، جلد1، صفحہ 62؛ تحفۃ الملوک، صفحہ84؛ مواھب الرحمن، صفحہ179؛ فتاوی قاضی خان، جلد1، صفحہ 157؛ تحفۃ الفقہاء، جلد1، صفحہ142؛ الدرر والغرر، جلد1، صفحہ106 **وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔**

نہر الفائق اور بحر الرائق میں اس علت کے اطلاق کے پیش نظر سجدے میں آنکھیں بند رکھنے کی کراہت کو بیان فرمایا ہے۔

نہر الفائق میں ہے:"کرہ تغمیض عینیہ ولو فی السجود کما ھو ظاھر الاطلاق للنھی عن ذالک" ترجمہ: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اگرچہ بندہ سجدہ میں ہو جیسا کہ حدیث پاک کا ظاہری اطلاق ہے کہ آنکھیں بند کرنے پر نہی وارد ہوئی ہے۔

(النھر الفائق، جلد01، صفحہ282، طبع دار الکتب العلمیہ)

اسی طرح بحر الرائق میں ہے:"وظاهر كلامهم أنه لا يغمض في السجود وقد قال جماعة من الصوفية نفعنا الله بهم: يفتح عينيه في السجود لأنهما يسجدان" ترجمہ: فقہائے کرام کے کلام سے ظاہر ہے کہ سجدے میں بھی آنکھیں بند نہ کی جائیں اور صوفیہ کی ایک جماعت نے فرمایا: (اللہ عزوجل ان سے ہمیں نفع عطا فرمائے) کہ سجدے میں اپنی آنکھیں کھلی رکھے، کیونکہ دونوں آنکھیں سجدہ کرتی ہیں۔

(البحر الرائق، جلد02، صفحہ45، طبع دار احیاء التراث، بیروت)

نیز اس کی ایک علت خشوع وخضوع کا حصول ہے اور یہ علت بھی تخصیص بالقیام کی نفی کرتی ہے۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:"ولانہ ینافی الخشوع وفیہ نوع وعبث" ترجمہ: اور کیونکہ یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے) خشوع کے منافی ہے اور ایک عبث کام

کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق، جلد 01، صفحہ 411، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس علت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "واحسن منه تعليل الامام الزيلعي (بانه ينافي الخشوع و فيه نوع عبث)" اور اس سے اچھی علت وہ ہے جس کو امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا: یہ (نماز میں آنکھیں بند کرنا) خشوع کے منافی ہے، اور ایک عبث کام ہے۔

(جد الممتار، جلد 03 صفحہ 400 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صاحب ہدایہ اپنی تصنیف التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں: "و يكره أن يغمض المصلي عينيه في الصلاة، لانه عادة اليهود" ترجمہ: نمازی کے لئے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ (کتاب التجنیس، جلد 1، صفحہ 520، مطبوعہ بیروت)

علامہ شلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تبیین کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: "لأنه تشبه باليهود ذكره في الدراية نقلا عن الفتاوى الظهيرية" ترجمہ: (نماز میں آنکھوں کا بند رکھنا مکروہ) اس لیے ہے کہ یہ یہودیوں کے ساتھ تشبہ ہے، اسے درایہ میں فتاوی ظہیریہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، جلد 1، صفحہ 164، طبع کوئٹہ)

یہی بات علامہ محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حلبۃ المحلی جلد 2، صفحہ 454 پر ارشاد فرمائی ہے۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس پر فرماتے ہیں: "واظهر من الكل مافي "الحلبى" (انه صنيع اهل الكتاب)" ان تمام علل سے ظاہر علت وہ ہے، جو حلبہ میں بیان فرمائی کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔

(جد الممتار، جلد 03، صفحہ 400، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــــــہ
ابو حمزہ محمد حسان عطاری

22 ربیع الآخر 1445ھ / 07 نومبر 2023ء

ریفرنس نمبر:HAB-0014 تاریخ:05-01-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ نماز کی نیت زبان سے کرنا، جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہ حنفی کی معتبر کتب میں اس کو بدعت لکھا گیا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ برائے کرم تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمادیں تاکہ دوسرے افراد کو گمراہی سے بچایا جاسکے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، دل میں نیت ہوتے ہوئے زبان سے بھی نیت کے الفاظ بولنا کہ اس سے دل کی نیت پر مدد حاصل ہو اور وہ پختہ ہو جائے جائز بلکہ مستحب ہے، کیونکہ دل میں عموماً خیالات کی بھرمار ہوتی ہے، نیت کو حاضر رکھنا مشکل کام ہوتا ہے، زبان سے نیت کے کلمات کا تلفظ کرنے سے دل کی نیت بھی حاضر رہتی ہے۔

زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ زبان سے نماز کی نیت کرنا، جائز نہیں ہے، زید نے مسئلہ صحیح سمجھا نہیں ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتب میں اس بات کی صراحت ہے کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے، اور مشائخ نے اسے پسند کیا ہے، کیونکہ اس سے دل کی نیت کو تقویت حاصل ہوتی ہے، بعض کتب میں اس کو سنت بھی کہا گیا ہے، لیکن اس سے مراد مشائخ کی سنت یعنی ان کا طریقہ کار ہے یا مطلق اچھا طریقہ مراد ہے۔

جہاں تک رہا اس کو بدعت کہنا، تو کتبِ احناف میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے، بدعت اس لحاظ سے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، صحابۂ کرام علیہم الرضوان، اور تابعین سے ثابت نہیں ہے، اور حسنہ اس

لحاظ سے کہ شریعت مطہرہ کے اصول کے یہ خلاف نہیں، کیونکہ اس سے کسی سنت کا تبدل و تغیر نہیں ہو رہا، بلکہ دل میں جو نیت تھی اس کے لیے یہ معاون کام ہے۔

زبان سے نیت کا تلفظ دل کے ارادے کو پختہ کرتا ہے جس کے سبب یہ مستحسن و مستحب ہے، اس حوالے سے مبسوط سرخسی، ھدایہ، الارشاد فی الفقہ الحنفی للبابرتی، شرح مجمع البحرین لابن الساعاتی، مختارات النوازل لصاحب الھدایہ اور تبیین الحقائق میں ہے، واللفظ للثالث: "وأما التلفظ بها فليس بشرط ولكن يحسن لاجتماع عزيمته" ترجمہ: زبان سے نیت کا تلفظ کرنا شرط نہیں، لیکن دل کے ارادے کے پختہ ہو جانے کے سبب مستحسن ہے۔

(المبسوط، ج 1، ص 11، طبع دار المعرفة، الهداية، ج 1، ص 220، تبيين الحقائق، ج 1، ص 262، مطبوعان دار الكتب العلميه، الارشاد فی الفقه الحنفی، ص 271، طبع دار السمان، تركی، شرح مجمع البحرين لابن الساعاتی، ج 1، ص 526، مختارات النوازل، ص 91، طبع مكتبة الرشاد، استنبول)

محیط برہانی اور منیۃ المصلی میں ہے، والنظم للمحیط: "هل يستحب أن يتكلم بلسانه؟ اختلف المشايخ فيه، بعضهم قالوا: لا، لأن الله تعالى مطلع على الضمائر، وبعضهم قالوا: يستحب وهو المختار، وإليه أشار محمد رحمه الله في أول كتاب المناسك" ترجمہ: کیا زبان سے نیت کرنا مستحب ہے؟ تو اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے استحباب کی نفی کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ باطن کو جانتا ہے، اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے اور یہی مختار قول ہے، اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المناسک کی ابتداء میں اشارہ فرمایا ہے۔

(المحيط البرهاني، ج 1، ص 28، طبع ادارة التراث الاسلامي، لبنان، منية المصلي، ص 169، طبع دار القلم، دمشق)

خلاصۃ الفتاوی، فتاوی قاضی خان اور ملتقی الابحر میں ہے: والنظم للخانية: "أما أصلها أن يقصد بقلبه فإن قصد بقلبه وذكر بلسانه كان أفضل" نیت کی اصل یہ ہے کہ دل سے ارادہ کیا جائے، اگر کسی نے اپنے دل میں ارادہ کیا اور زبان سے تلفظ بھی کیا، تو یہ افضل ہے۔

(خلاصة الفتاوى، ج 1، ص 79، فتاوى قاضي خان، ج 1، ص 78، ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر، ج 1، ص 127، طبعات كوئٹه)

بعض کتب میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنے کو سنت کہا گیا ہے، اس کی توضیح شارحین نے یہ کی ہے کہ سنت سے مراد بعض مشائخ کی سنت ہے یا سنت سے مراد اچھا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ محیط رضوی، جوھرۃ النیرہ، الجواھر من الفقہ الحنفی للخوارزمی اور تحفۃ الملوک میں ہے: والنظم للمحیط: "وهي إرادة الصلاة، والإرادة عمل

القلب فالنية بالقلب فرض وذكرها باللسان سنة" ترجمہ: نیت نماز کا ارادہ کرنا ہے اور ارادہ دل کا عمل ہے، تو دل سے نیت فرض ہے اور اس کو زبان سے ذکر کرنا سنت ہے۔

(المحیط الرضوي، ج1، ص219، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، الجوھرۃ النیرۃ، ج1، ص48، طبع مصر، الجواھر من فقه الحنفي للخوارزمي، ص 199، طبع دار السمان، تحفة الملوک، ص 82، طبع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

امداد الفتاح میں ہے: "فمن قال إن التلفظ بالنية سنة لم يرد به كونه سنة النبي بل سنة بعض المشائخ اختاروه لاختلاف الزمان وكثرة الشواغل على القلوب فيما بعد زمن الصحابة والتابعين" جس نے یہ کہا ہے کہ نیت کا تلفظ کرنا سنت ہے، تو انہوں نے اس سے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سنت مراد نہیں لی، بلکہ بعض مشائخ کی سنت مراد لی ہے، جنہوں نے صحابہ و تابعین کے بعد زمانے کے مختلف ہونے اور دل پر بکثرت مشاغل کے وارد ہونے کی وجہ سے اس کو اختیار کیا ہے۔ **(امداد الفتاح شرح نور الایضاح، ص237، طبع کوئٹہ)**

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(وقيل سنة) يعني أحبه السلف أو سنه علماؤنا، إذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين" ترجمہ: کہا گیا ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا سنت ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو اسلاف نے پسند کیا ہے یا یہ ہمارے علماء کی سنت ہے (سنت اصطلاحی اس لیے نہیں) کہ یہ مصطفی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام سے اور نہ ہی تابعین علیہم الرضوان سے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی سنت کی توجیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "وسنة باعتبار أنه طريقة حسنة لهم لا طريقة للنبي صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: اور سنت اس اعتبار سے کہ یہ اسلاف کا اچھا طریقہ ہے، نہ یہ کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ **(ردالمحتار مع الدر المختار، ج2، ص114، طبع کوئٹہ)**

امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی نے اس تلفظ کو بدعت فرمایا ہے، لیکن ان کے کلام سے واضح ہے کہ اس کو بدعت قرار دینا اس کے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین رحمہم اللہ تعالی سے منقول نہ ہونے کے سبب ہے، اور یہ اس کے قبیح ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ یہ دل کی نیت کے لیے معاون ہے، اسی لیے ان کے بعد کے ائمہ نے ان کے قول بدعت کو بدعتِ حسنہ پر محمول کیا ہے۔

فتح القدیر کے الفاظ ہیں:" قال بعض الحفاظ: لم يثبت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بطريق صحيح ولا ضعيف أنه كان يقول عند الافتتاح أصلي كذا، ولا عن أحد من الصحابة والتابعين، بل المنقول أنه كان صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إذا قام إلى الصلاة كبر وهذه بدعة "ترجمہ: بعض حفاظ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحیح اور نہ ہی ضعیف سند سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ابتدائے نماز میں یوں فرماتے ہوں کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں، اور نہ یہ صحابہ وتابعین علیہم الرضوان سے ثابت ہے، بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا ارادہ فرماتے تو تکبیر کہتے، (یہ تلفظ کرنا) بدعت ہے۔ **(فتح القدیر، ج 1، ص 266، طبع دار الفکر، بیروت)**

در مختار میں ہے:" قیل بدعة "کہا گیا ہے کہ نیت کا تلفظ کرنا بدعت ہے۔

طحطاوی علی الدر المختار میں اس کے تحت ہے:" قائله ابن الهمام ولكنها حسنة "ترجمہ اس کو بدعت کہنے کے قائل امام ابن ہمام ہیں، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، ج 2، ص 90، طبع دار الكتب العلميه)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی در کے قول بدعت کے تحت فرماتے ہیں:" نقله في الفتح، وقال في الحلبة: ولعل الأشبه أنه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لأن الإنسان قد يغلب عليه تفرق خاطره، وقد استفاض ظهور العمل به في كثير من الأعصار في عامة الأمصار فلا جرم أنه ذهب في المبسوط والهداية والكافي إلى أنه إن فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن، فيندفع ما قيل إنه يكره "ترجمہ اس کا بدعت ہونا فتح القدیر میں نقل کیا ہے، حلبہ میں فرمایا: زیادہ لائق یہ ہے کہ ارادے کی پختگی کے حصول کے لیے یہ بدعت حسنہ ہے، اس لیے کہ انسان کے دل پر مختلف خیالات کا غلبہ رہتا ہے، پھر اکثر شہروں میں ایک طویل عرصہ سے اس پر عمل معروف ہے، لاجرم مبسوط ہدایہ اور کافی میں یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ اگر وہ زبان سے نیت کرتا ہے تاکہ دل کا ارادہ پختہ ہو، تو یہ اچھا ہے، لہذا جو اس کو مکروہ کہا گیا وہ (شبہ) دور ہو گیا۔ **(در مختار مع رد المحتار، ج 2، ص 113، 114، طبع کوئٹہ)**

غنیۃ ذوی الاحکام میں ہے:" (قوله والتلفظ بها مستحب) يعني طريق حسن أحبه المشائخ لا إنه من السنة، لأنه لم يثبت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم من طريق صحيح ولا ضعيف ولا عن

أحد من الصحابة والتابعين ولا عن أحد عن الأئمة الأربعة، بل المنقول أنه صلى اللہ تعالی علیه وآله وسلم كان إذا قام إلى الصلاة كبر، فهذه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة "ترجمہ: زبان سے نیت کا تلفظ کرنا مستحب ہے، یعنی اچھا طریقہ ہے، جسے مشائخ نے پسند کیا ہے، یہ نہیں کہ یہ سنت ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے سند صحیح اور نہ ہی ضعیف سے یہ بات ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت ہے، بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا ارادہ فرماتے، تو تکبیر کہتے، لہذا ارادے کی پختگی کے لیے زبان سے بھی نیت کرنا بدعت حسنہ ہے۔ **(الدرر والغرر، ج 1، ص 62، طبع دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)**

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وهذه بدعة حسنة استحسنها المشائخ للتقوية أو لدفع الوسوسة" یعنی یہ تلفظ بدعت حسنہ ہے، جسے مشائخ نے تقویت کے حصول یا وسوسے کو دور کرنے کے لیے پسند کیا ہے۔ **(فتح باب العنایۃ، ج 1، ص 214، طبع دار احیاء التراث، بیروت)**

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

ابو حمزہ محمد حسان عطاری

12 جمادی الاخری 1444ھ/05 جنوری 2023ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

ریفرنس نمبر: FSD-8015 تاریخ: 06-09-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا تسمیہ یعنی "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" ہر رکعت کے شروع میں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز سورت شروع کرنے سے پہلے "تسمیہ" پڑھنا واجب ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پہلی رکعت میں ثناء اور تعوُّذ یعنی "اَعُوذُ بِاللہ" کے بعد اور بعد والی ہر رکعت کے شروع میں قراءت کا آغاز کرنے سے پہلے امام کے لیے اور منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے، یوں ہی مسبوق کے لیے کہ جب وہ فوت شدہ رکعتیں ادا کرے "تسمیہ" پڑھنا سُنَّت ہے اور سورۃ الفاتحہ کے بعد دوسری سورت شروع کرنے سے پہلے "تسمیہ" پڑھنا راجح اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق "مستحسن" اور "مستحب" ہے، واجب یا سُنَّت نہیں۔

ابتدائے رکعت میں تسمیہ پڑھنے کے متعلق تنویر الابصار و در مختار میں ہے: "سمی غیر المؤتم بلفظ البسملة سرا في أول كل ركعة ولو جهرية" ترجمہ: امام اور منفرد ہر رکعت کے آغاز پر آہستہ آواز میں "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پڑھیں، خواہ وہ رکعت جہری ہی ہو۔ **(تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 234، مطبوعہ کوئٹہ)**

سورت ملانے سے پہلے تسمیہ پڑھنے کے متعلق اِسی میں ہے: "و لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية" ترجمہ: فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھنا سُنَّت نہیں (بلکہ مستحسن) ہے، خواہ وہ نماز سِرّی ہی کیوں نہ ہو۔
(تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 234، مطبوعہ کوئٹہ)

قبلِ شروعِ سورت تسمیہ کی سُنِّیَّت یا استحسان پر تحقیق:

قولِ اوّل: سورت ملانے سے پہلے تسمیہ پڑھنا "مستحسن" ہے، سُنَّت نہیں۔ یہ قول شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف رَحْمَۃُ

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا ہے۔

قولِ ثانی: سری قراءت کرتے ہوئے فاتحہ کے بعد اور سورت ملانے سے پہلے "تسمیہ" پڑھنا سُنَّت ہے، البتہ جہری نماز میں سنت نہیں۔ یہ قول امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ہے۔ (یعنی شیخین کے نزدیک جہری و سری نماز میں فاتحہ کے بعد ابتدائے سورت ہو، تو تسمیہ مستحسن اور امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نزدیک سری نماز میں ابتدائے سورت ہو، تو سنت ہے اور جہری میں نہیں۔)

عباراتِ ائمہ ثلاثہ:

قولِ شیخین بیان کرتے ہوئے علامہ ابو المَعَالی بخاری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:616ھ/1219ء) لکھتے ہیں: "ذكر الفقيه ابو جعفر عن ابی حنيفة انه اذا قراها مع كل سورة فحسن" ترجمہ: امام ابو جعفر ہندوانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ، امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر منفرد یا امام ہر سورت کے ساتھ تسمیہ پڑھے تو یہ عمل "مستحسن" یعنی اچھا ہے۔ (بظاہر یہ فقط قولِ امامِ اعظم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہے، البتہ نیچے آنے والے جزئیات سے واضح ہو جائے گا کہ امام ابو یوسف بھی امام اعظم کے ساتھ ہیں۔)

(الذخيرة البرهانية، جلد2، كتاب الصلاة، صفحه 31، مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت)

نوٹ: شیخین کے اِس قول کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ فقط امام ابو یوسف رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ہی قول ہے، امام اعظم سے اس مسئلہ میں کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ یہ رائے قائم کرنے والے ابو البقاء علامہ احمد مکی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:854ھ/1450ء) ہیں۔ اِنہوں نے "الضياء المعنوی شرح مقدمة الغزنوی" میں یہ بات بیان کی ہے۔ اِن ہی کی امورِ حج و عمرہ کے متعلق مشہور کتاب "البحر العميق فی مناسك المعتمر والحاج الى البيت العتيق" بھی ہے۔

علامہ شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ آپ کے اِس دعویٰ کے متعلق "حاشية ابنِ عابدين" میں لکھتے ہیں: "نسب ابن الضياء في شرح الغزنوية الأول إلى أبي يوسف فقط فقال: وهذا قول أبي يوسف" ترجمہ: ابنِ ضیاء علامہ احمد مکی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "شرح الغزنوية" میں پہلے قول کو صرف امام ابو یوسف رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے۔ **(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحه 235، مطبوعه كوئٹه)**

امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے قول کو یوں بیان کیا گیا: "روى ابن رجاء عن محمد أنه يأتي بالتسمية عند افتتاح كل ركعة، وعند افتتاح السورة أيضا إلا أنه إذا كان صلاة يجهر فيها بالسورة لا يأتي بالتسمية بين الفاتحة والسورة" ترجمہ: ابنِ رجاء نے امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے روایت کیا کہ منفرد یا امام ہر رکعت کی ابتداء میں تسمیہ پڑھیں، یونہی جب سورت شروع کرے، تب بھی پڑھے، ہاں جب سورت جہری پڑھی جاتی ہو، تو اُس وقت فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ نہ پڑھے۔

(الذخيرة البرهانية، جلد2، كتاب الصلاة، صفحه 31، مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت)

زین الدین علامہ ابن نجیم مصری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 970ھ/1562ء) لکھتے ہیں:"قال محمد تسن إن خافت"ترجمہ: امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: اگر نماز سری ہو تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے۔

(بحر الرائق، جلد1، صفحہ330، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

نوٹ: امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی روایتِ سُنِّیَّت نقل کرنے والے دو فقہاء ہیں۔"الذخیرۃ البرھانیۃ" کے مطابق "ابنِ رجاء" اور "المحیط البرھانی" کے مطابق "ابنِ ابی رملہ" ہیں۔

شیخین کے قول کی ترجیح:

(1) علامہ ابن نجیم مصری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 970ھ/1562ء) لکھتے ہیں:"إن سمي بين الفاتحة والسورة كان حسنا عند أبي حنيفة سواء كانت تلك السورة مقروءة سرا أو جهرا ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي"ترجمہ: اگر کوئی فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھے، تو امام اعظم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نزدیک یہ عمل مستحسن ہے۔ اِس بات کا کوئی فرق نہیں کہ سورت آہستہ پڑھی جاتی ہو یا بلند آواز میں۔ اِسی قولِ امام کو محقق ابن ہمام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور اُن کے شاگرد علامہ حلبی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے راجح قرار دیا ہے۔ **(بحر الرائق، جلد1، صفحہ330، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، بیروت)**

اِس قولِ استحسان کو علامہ ابنِ ہمام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ترجیح دی اور آپ کے مقامِ ترجیح کو علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) "شرح عقود رسم المفتی" میں یوں بیان کرتے ہیں:"ان المحقق ابن الهمام من اهل الترجيح، حيث قال عنه: انه اهل للنظر فى الدليل، وحينئذ فلنا اتباعه فيما يحققه ويرجحه من الروايات او الاقوال، مالم يخرج عن المذهب، فانه له اختيارات خالف فيها المذهب، فلا يتابع عليها، كما قاله تلميذه العلامة قاسم"ترجمہ: بلاشبہ محقّق ابن ہمام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ "اہلِ ترجیح" میں سے ہیں، چنانچہ آپ کے متعلق صاحب بحر نے فرمایا: بیشک وہ دلائل میں نظر کی صلاحیت رکھتے تھے۔ (صاحب بحر کا کلام مکمل ہوا۔ اب علامہ شامی اپنا تبصرہ کریں گے۔) لہٰذا جب تک علامہ ابن ہمام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تحقیق مذہب سے عدول کیے ہوئے نہ ہو، **تو ہمارے لیے یہی ہے کہ جن روایات یا اقوال میں وہ تحقیق و ترجیح کو واضح کریں، ہم اُسی کی اتباع کریں۔** (عدول نہ ہونے کی قید اس لیے ہے) کیونکہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے کئی اختیار کردہ اقوال اس طرح کے ہیں، جن میں انہوں نے مذہب کی مخالفت کی ہے، لہٰذا اُن اقوال کی اتباع نہیں کی جائے گی، جیسا کہ اُن کے شاگرد علامہ قاسم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بیان کیا۔ **(شرح عقود رسم المفتی، صفحہ50، مطبوعہ کراچی)**

علامہ کاسانی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تصحیح:

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:"أما عند رأس كل سورة في

الصلاة فلا يأتي بالتسمية عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وقال محمد يأتي بها احتياطا كما في أول الفاتحة، والصحيح قولهما" ترجمہ: بہر حال شیخین کے نزدیک دورانِ نماز ہر سورت کے شروع میں تسمیہ پڑھنا ضروری نہیں، جبکہ امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: احتیاطاً وصل سورت سے پہلے تسمیہ پڑھے، جیسا کہ سورۃ الفاتحہ سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ صحیح قول شیخین رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِما کا ہے۔ **(بدائع الصنائع، جلد2، کتاب الصلاۃ، صفحہ37، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)**

صاحب "نہر الفائق" کا میلان وترجیح:

سراج الدین علامہ ابن نجیم مصری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1005ھ/1596ء) لکھتے ہیں: "الحق أنهما قولان مرجحان إلا أن المتون على الأول" ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ دونوں اقوال ہی ترجیح یافتہ ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ عباراتِ متونِ مذہب پہلے قول (قولِ شیخین) کے مطابق ہیں۔ **(نہر الفائق، جلد1، صفحہ211، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

صاحب "نہر الفائق" کی اِس عبارت کو علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ یوں توفیق و تطبیق دیتے ہیں: اقول ان الاول مرجح من حيث الرواية والثاني من حيث الدراية" ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں: پہلا قول روایت اور دوسرا درایت کی حیثیت سے ترجیح یافتہ ہے۔ **(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحہ236، مطبوعہ کوئٹہ)**

یہ توفیق علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بیان کردہ ہے، مگر امام اہلسنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) نے آپ کے اِس بیانِ تطبیق پر تفصیلی کلام کیا اور آخر میں یہ نتیجہ بیان فرمایا: "فظهر أن الأول هو الراجح رواية ودراية" ترجمہ: تو ظاہر یہ ہوا کہ پہلا قول یعنی قولِ شیخین ہی روایت و درایت، ہر دو طرح راجح ہے۔
(جد الممتار، جلد3، صفحہ194، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

"ابنِ امیر الحاج" کا تبصرہ:

شمس الدین علامہ ابنِ امیر الحاج حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 879ھ/1474ء) لکھتے ہیں: "قلت وظاهر ما قدمناه من الذخيرة ان عند ابی حنيفة انه ان اتى بها فی ابتداء كل سورة في الصلاة كان حسناً، سواء كانت تلك السورة مقروءة سراً أو جهراً وفي شرح الزاهدي وعن أبي حنيفة أن التسمية حسن بين السورتين، انتهى. وهو أولى" ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں: ماقبل "الذخیرۃ البرھانیۃ" کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اگر منفرد یا امام ہر سورت کے ساتھ تسمیہ پڑھے، تو یہ عمل "مستحسن" یعنی اچھا ہے۔ اِس بات کا کوئی فرق نہیں کہ سورت آہستہ پڑھی جاتی ہو یا بلند آواز میں۔ "شرح الزاهدی" میں ہے: دو سورتوں کے مابین تسمیہ پڑھنا عند الامام مستحسن ہے۔ (ذخیرہ کی عبارت مکمل ہوئی۔) **یہی قولِ امام**

اعظم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَولٰی ہے۔

(حَلْبَة المُجَلّي شرح مُنْيَة المُصلي، جلد2، صفحه 131، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت)

مِقدام المحدثین، رئیس الفقہاء، علامہ وَصی احمد محدث سُورَتی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1334ھ/1916ء) لکھتے ہیں: "ھذا قول المحققين من اهل العلم وفيه جمع بين الادلة" ترجمہ: قولِ شیخین ہی اہلِ علم محققین کا قول ہے، نیز اِس قول میں دلائل کی جمع ورعایت بھی موجود ہے۔

(التعليق المجلي لمافي منية المصلي، باب صفة الصلاة، صفحه 288، مطبوعه ضياء القرآن، لاهور)

امامِ اہلِ سُنَّت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مختار قول:

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) نے اَوّلاً تو "جد الممتار" میں قولِ شیخین کو بصراحت روایت ودرایت، ہر دو حیثیت سے راجح قرار دیا، جیسا کہ اوپر جزئیہ گزر چکا۔ دوسری طرف جب آپ سے فتاویٰ رضویہ میں اِسی مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ کی ابتداء میں توتسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر سورت یاشروع سورت کی آیتیں ملائے، تواُن سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے، پڑھے تواچھا، نہ پڑھے توحرج نہیں۔

(فتاویٰ رضویه، جلد6، صفحه 191، مطبوعه رضافاؤنڈیشن، لاهور)

الفاظِ افتاء کی روشنی میں قولِ شیخین کی ترجیح:

جیسا کہ ابتداء میں بیان ہوا کہ اصلاً استحسان کا قول شیخین کا ہے، جبکہ ابنِ ضیاء علامہ مکی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی رائے یہ ہے کہ یہ فقط امام ابویوسف رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے، لہٰذا اِس قولِ شیخین کو قولِ امام ابویوسف قرار دیتے ہوئے ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نَسَفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب "المصفیٰ" میں لکھا: ان الفتویٰ علی قولِ ابی یوسف انه یسمی فی اول کل رکعة ویخفیھا" ترجمہ: فتویٰ امام ابویوسف کے قول پر ہے کہ منفرد یاامام ابتدائے رکعت میں آہستہ آواز سے تسمیہ پڑھے۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحه 235، مطبوعه کوئٹه)

دوسری جانب امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے قول کے متعلق علامہ شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ بحوالہ "المحیط" لکھتے ہیں: "المختار قول محمد" ترجمہ: "محیط" میں ہے کہ امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول مختار ہے۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحه 235، مطبوعه کوئٹه)

شیخین کے قولِ استحسان کے لیے لفظِ "فتویٰ" اور امام محمد رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے قول کے لیے "المختار" استعمال کیا گیا اور رسم الافتاء جاننے والے کو یہ بات معلوم ہے کہ لفظِ "فتویٰ"، "المختار" سے زیادہ مؤکد وابلغ ہے، چنانچہ اِسی "تسمية بين الفاتحة

والسورۃ" کی بحث میں نقلِ اقوال کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ قولِ شیخین کو مفتیٰ بہ، مختار اور راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "انما اختیر قول ابی یوسف، لان لفظۃ الفتوی آکد وابلغ من لفظۃ المختار ولان قول ابی یوسف وسط وخیر الامور اوسطھا، کذافی شرح عمدۃ المصلی "ترجمہ: امام ابو یوسف رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے قول کو ہی اختیار کیا جائے گا، کیونکہ لفظِ "فتویٰ"، "المختار" سے زیادہ مؤکد و اَبلغ ہے، نیز قولِ امام ابو یوسف معتدل ہے اور سب سے بہترین کام وہی ہے جو معتدل ہو، جیسا کہ "عمدۃ المصلی" کی شرح میں ہے۔ **(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحہ235، مطبوعہ کوئٹہ)**

"شرح عقود رسم المفتی" میں ہے: "لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرھا "ترجمہ: "فتویٰ" کا لفظ "صحیح، اصح، اشبہ" وغیرہا سے زیادہ تاکید رکھتا ہے۔ **(شرح عقود رسم المفتی، صفحہ62، مطبوعہ کراچی)**

حاشیہ "منحۃ الخالق" میں ہے: "في المستصفی وعلیه الفتوی، وفي البدائع الصحیح قولهما، وفي العتابیة والمحیط قول محمد هو المختار ونقل ابن الضیاء في شرح الغزنویة عن شرح عمدة المصلي أنه إنما اختیر قول أبي یوسف هذا لأن لفظة الفتوی آکد وأبلغ من لفظة المختار "ترجمہ: واضح ہے۔

(منحۃ الخالق علی بحر الرائق، جلد1، صفحہ330، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

نتیجہ:

کلمات وترجیحاتِ فقہاء اور الفاظِ افتاء کی روشنی میں قولِ شیخین یعنی فاتحہ اور سورت کے درمیان "تسمیہ" کا **"مستحسن و مستحب"** ہونا ہی مفتیٰ بہ، مُصَحَّح اور راجح ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

09صفر المظفر 1444ھ/06ستمبر 2022ء

نمازِ عصر مغرب سے بیس منٹ پہلے (مکروہ وقت میں) پڑھی، توکیا حکم ہے؟

ریفرنس نمبر:GRW-670 تاریخ:20-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی نے عصر کے مکروہ وقت میں جو پاک وہند میں مغرب سے پہلے تقریبا20 منٹ شمار کیا گیا ہے، اس میں اس دن کی عصر کی نماز ادا کی، تو کیا وہ نماز واجب الاعادہ ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بلا عذر شرعی نماز عصر کی ادائیگی میں اس قدر تاخیر کرنا، کہ مکروہ وقت شروع ہو جائے، مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کراہت صرف تاخیر کرنے میں ہے اور جہاں تک نماز کی ادائیگی کا معاملہ ہے، تو اس میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، اسی کی معتبر متون وشروح و فتاوی میں تصریح فرمائی گئی ہے اور واجب الاعادہ وہ نماز ہوتی ہے، جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے، اور اس دن کی عصر اس وقت میں ادا کی گئی، تو وہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا نہیں ہو گی، لہذا واجب الاعادہ بھی نہیں ہو گی۔

رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن رمضان رومی حنفی علیہ الرحمۃ (متوفی616ھ)"الینابیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع"میں فرماتے ہیں:"وان صلّی في ھذہ الأوقات الثلاثۃ واجبا کان علیہ أو فرضا أو منذورا **فإنہ یعیدھا إلا عصر یومہ، وصلوۃ الجنازۃ، وسجدۃ التلاوۃ التي تلاھا في ھذہ الأوقات**"ترجمہ: اور اگر کسی نے ان تین اوقات میں اپنے اوپر لازم واجب یا فرض یا منت کی نماز ادا کی تو وہ اس کو لوٹائے گا، سوائے اس دن کی

عصر اور نماز جنازہ اور اس تلاوت کے سجدہ کے کہ جس کی تلاوت انہی اوقات میں کی۔

(الینابیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع، کتاب الصلوۃ، باب الاوقات التی تکرہ فیھا الصلوۃ، ص 46، مخطوطہ)

امام یوسف بن عمر بن یوسف کادوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 832ھ) "جامع المضمرات فی شرح مختصر الامام القدوری" میں فرماتے ہیں: "ولو صلّى في هذه الأوقات الثلاثة واجبا عليه أو فرضا أو منذورا **فإنه يعيدها إلا عصر يومه، وصلاة الجنازة، وسجدة التلاوة التي تلاها في هذه الأوقات**" ترجمہ: اور اگر کسی نے ان تین اوقات میں اپنے اوپر واجب یا فرض یا منت کی نماز ادا کی تو وہ اس کو لوٹائے گا، سوائے اس دن کی عصر اور نماز جنازہ اور اس تلاوت کے سجدہ کے کہ جس کی تلاوت انہی اوقات میں کی۔

(جامع المضمرات، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 420، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تفصیل اس کی یہ ہے:

نماز کا وقت اس کے وجوب کا سبب ہوتا ہے اور سبب اگر کامل ہو، تو وجوب بھی کامل ہوتا ہے اور جب وجوب کامل ہو، تو اب اس کی ناقص وقت میں ادائیگی نہیں کی جاسکتی اور اگر سبب ناقص ہو، تو وجوب بھی ناقص ہوتا ہے اور اب اس کی ناقص وقت میں ادائیگی کی جاسکتی ہے کہ جیسا وجوب تھا، ادائیگی بھی ویسی ہی کی گئی ہے۔ اور اس صورت میں اس میں کوئی کراہت نہیں آتی، لہذا اس کے واجب الاعادہ ہونے کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا۔

عصر کے وقت کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک مکروہ وقت سے پہلے اور ایک مکروہ وقت۔ مکروہ وقت سے پہلے والا حصہ کامل ہے، تو اس کی وجہ سے وجوب بھی کامل ہے اور مکروہ وقت ناقص ہے، تو اس کی وجہ سے وجوب بھی ناقص ہے۔ اور نماز کا سبب وہ جزء بنتا ہے، جس میں نماز کی ادائیگی کی جائے۔ پس جب ناقص وقت میں وجوب بھی ناقص ہے تو اب اسی وقت میں اگر اس کی ادائیگی کی جائے گی، تو جیسا وجوب تھا ویسی ادائیگی ہوگئی، تو کسی قسم کا نقص بندے کی طرف سے نہیں آیا، تو نماز بھی واجب الاعادہ نہیں ہوگی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ بلا عذر شرعی ناقص وقت تک نماز کو مؤخر کرنا، ناجائز و حرام ہے۔

نظائر:

اس کی نظیر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ ہیں کہ یہ اگر مکروہ وقت سے پہلے لازم ہو چکے تھے، تو ان کو وقت مکروہ

تک مؤخر کرنا، جائز نہیں اور اگر یہ مکروہ وقت میں ہی لازم ہوئے یعنی آیت سجدہ کو اسی وقت تلاوت کیا یا جنازہ اسی وقت میں لایا گیا، تو اب مکروہ وقت میں ان کی ادائیگی میں کوئی کراہت نہیں۔ اور اس کی وجہ وہی بیان کی جاتی ہے ،جو نماز عصر کے متعلق بیان کی جاتی ہے، یعنی جیسا وجوب تھا، ویسی ہی ادائیگی کی گئی ہے۔

متون معتبرہ:

☆ الکافی فی الفروع للحاکم، جو ظاہر الروایہ کی جامع ہے، اس میں ہے:" ویکرہ ان یؤخر صلاۃ العصر الی ان تتغیر الشمس فان صلاھا حین تغیرت الشمس قبل ان یغیب اجزاہ" ترجمہ: اور عصر کی نماز کو سورج کے متغیر ہونے تک موخر کرنا، مکروہ ہے، پس اگر سورج غروب ہونے سے پہلے، سورج متغیر ہونے کے وقت اسے ادا کیا تو اسے کفایت کر جائے گی۔ (الکافی فی الفروع، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ص 9، مخطوطہ)

☆ امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ساعاتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 694ھ) متن معتبر مجمع البحرین میں فرماتے ہیں:" وتکرہ مع الشروق والاستواء والغروب الا عصر یومہ" ترجمہ: سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔
(مجمع البحرین، کتاب الصلاۃ، فصل فی الاوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ، ص 109، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆ متن معتبر "الاصلاح" میں ہے:" الا عصر یومہ" ترجمہ: عصر کے مکروہ وقت میں نماز پڑھنا جائز نہیں، سوائے اس دن کی عصر کے۔

اس کے تحت شرح ایضاح میں ہے:" لانہ اداھا کما وجبت لان سبب الوجوب آخر الوقت ان لم یؤد قبلہ والا فالجزء المتصل بالاداء، **فاذا اداھا کما وجبت لا یکرہ فعلھا فیہ، انما یکرہ تاخیرھا الیہ** وھذا کالقضاء لا یکرہ فعلہ بعد ما خرج الوقت وانما یحرم تفویتہ" ترجمہ: کیونکہ اس نے اسے اسی صفت سے ادا کیا ہے، جس صفت سے یہ واجب ہوئی، کیونکہ وجوب کا سبب، وقت کا آخری حصہ ہے، جبکہ اس سے پہلے ادا نہ کیا ہو، ورنہ وہ جزء ہے جو ادائیگی کے ساتھ متصل ہے، **پس جب وہ اسے اسی صفت سے ادا کرے جس صفت سے لازم ہوئی ہے، تو اس وقت میں اس کا ادا کرنا، مکروہ نہیں ہوگا، مکروہ تو صرف اس وقت تک تاخیر کرنا ہے۔ اور یہ قضا کی طرح ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد اس کا کرنا، مکروہ نہیں، فقط اس کو فوت کرنا حرام ہوتا ہے۔**
(الایضاح فی شرح الاصلاح، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 90، دار الکتب العلمیہ)

☆کنزالدقائق میں ہے:" ومنع عن الصلاۃ وسجدۃ التلاوۃ وصلاۃ الجنازۃ عند الطلوع والاستواء والغروب إلا عصر یومہ "ترجمہ: سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ ممنوع ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔

(کنزالدقائق، کتاب الصلاۃ، ص22، ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی)

بحر میں کنز کی اس عبارت کی وضاحت یوں فرمائی گئی:" واستثنی المصنف من المنع عصر یومہ **فأفاد أنہ لا یکرہ أداؤہ وقت التغیر** "ترجمہ: اور مصنف نے ممانعت سے اس دن کی عصر کو مستثنیٰ فرما کر **یہ افادہ فرمایا ہے کہ سورج متغیر ہونے کے وقت اس دن کی عصر کی نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے۔**

(بحرالرائق، کتاب الصلاۃ، ج01، ص435، مطبوعہ کوئٹہ)

نہرالفائق میں ہے:" (و) عند (الغروب إلا عصر یومہ) **لأنہ مأمور بالأداء فیہ وھو غیر مکروہ إنما المکروہ التأخیر کما مر** قال في الکافي: وقیل: الأداء مکروہ أیضا۔۔۔ **إلا أن الألیق بکلامہ الأول لمن تأمل** "ترجمہ: اور سورج ڈوبتے وقت نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے کیونکہ اس وقت میں اس کی ادائیگی کا اسے حکم دیا گیا ہے **اور ادائیگی مکروہ نہیں ہے، مکروہ تو صرف تاخیر ہے**، جیسا کہ پیچھے گزرا۔ کافی میں فرمایا:" اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ادائیگی بھی مکروہ ہے۔ مگر یہ ہے کہ غور کرنے والے کے لیے صاحب کنز کے کلام کے زیادہ لائق پہلا قول ہے۔ (نہرالفائق، کتاب الصلاۃ، ج01، ص166، مطبوعہ کراچی)

اور تبیین الحقائق میں اس کی وضاحت یوں فرمائی: وقولہ إلا عصر یومہ أي لا یمنع عصر یومہ **ولا یکرہ الأداء في وقت الغروب** لأنہ أداھا کما وجبت "ترجمہ: یعنی اس دن کی عصر کی نماز ممنوع نہیں ہے اور نہ سورج ڈوبتے وقت اس کی ادائیگی مکروہ ہے، کیونکہ اسے اسی صفت کے ساتھ اس نے ادا کیا ہے، جس صفت کے ساتھ واجب ہوئی تھی۔ (تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، ج01، ص230، مطبوعہ کوئٹہ)

نوٹ: ان عبارات سے واضح ہوا کہ کنزالدقائق میں اس دن کی عصر کی ادائیگی کو غیر مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

☆ملتقی الابحر میں بھی اسی طرح کی عبارت ہے:" ومنع عن الصلاۃ وسجدۃ التلاوۃ وصلاۃ الجنازۃ

عند الطلوع والأستواء والغروب إلا عصر يومه " ترجمہ: سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ ممنوع ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔

(ملتقی الابحر، کتاب الصلاۃ، ص10، مخطوطہ)

عبد الرحیم بن ابی بکر مرعشی علیہ الرحمۃ (متوفی 1149ھ) المعادل شرح ملتقی الابحر میں فرماتے ہیں: "(إلا عصر یومه)۔۔۔يعني: أنّه لا يُمنَعُ عن صلاة عصر يوم الغروب عند الغروب؛ لأنّها إذا أداها أداها كماوجبت؛ لأنَّ سبب الوجوب آخر الوقت إن لم يؤدِ قبله، فإذا أداها كما وجبت **فلا يُكرَهُ فعلها، وإنّما يُكرَهُ تأخيرها إليه** "ترجمہ: مصنف کی مراد یہ ہے کہ جس دن سورج غروب ہونے کے قریب ہو، اس دن کی عصر، سورج غروب ہوتے وقت ممنوع نہیں ہے کیونکہ اس نے اسے اسی طرح ادا کیا ہے، جس طرح وہ واجب ہوئی ہے، کیونکہ وجوب کا سبب وقت کا آخری حصہ ہے، جبکہ اس سے پہلے ادا نہ کی ہو۔ پس جب وہ اسے اسی طرح ادا کرے گا جیسے وہ واجب ہوئی **تو اس کا کرنا مکروہ نہیں، مکروہ تو صرف اس وقت تک موخر کرنا ہی ہے۔**

(المعادل شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاۃ، ج1، ص176، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆ تنویر الابصار میں ہے: "وكره صلاة۔۔۔مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر يومه" ترجمہ: سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔ **(تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، ص11، مخطوطہ)**

اوپر مذکور بعض متون میں صراحت ہے کہ عصر کے مکروہ وقت میں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے، جس سے واضح ہے کہ اس دن کی عصر کی ادائیگی مکروہ وقت میں مکروہ نہیں ہے۔

اور بعض متون میں دوسری نمازوں کی ممانعت یا عدم جواز کا ذکر ہے اور اس سے اس دن کی عصر کا استثنا کیا گیا ہے کہ وہ ممنوع یا ناجائز نہیں ہے، جس کی وضاحت شارحین نے یہی بیان فرمائی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دن کی عصر کی ادائیگی مکروہ وقت میں کی جائے، تو نماز مکروہ نہیں ہے، اگرچہ اتنی تاخیر مکروہ ہے۔

اس سے یہ واضح ہے کہ متون جو نقل مذہب کے لیے ہوتے ہیں، ان سے یہ بات واضح ہے کہ عصر کے مکروہ وقت میں اس دن کی عصر کی نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے۔

شروح معتبرہ:

☆ الینابیع کا حوالہ اوپر مذکور ہوا۔

☆ جامع المضمرات کا حوالہ اوپر مذکور ہوا۔

☆ نہر الفائق کا حوالہ بھی اوپر مذکور ہوا۔

☆ درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے: "فإن أداها لا يكره وقت الغروب لأنه أداها كما وجبت لأن سبب الوجوب آخر الوقت إن لم يؤد قبله فإذا أداها كما وجبت لم يكره فعلها فيه وإنما يكره تأخيرها إليه كالقضاء لا يكره فعله بعد خروج الوقت، وإنما يحرم تفويته، قالوا المراد بسجدة التلاوة ما تلاها قبل هذه الأوقات لأنها وجبت كاملة فلا تتأدى بالناقص وأما إذا تلاها فيها فجاز أداؤها فيها بلا كراهة لكن الأفضل تأخيرها ليؤديها في الوقت المستحب لأنها لا تفوت بالتأخير بخلاف العصر وكذا المراد بصلاة الجنازة ما حضرت قبل هذه الأوقات فإن حضرت فيها جازت بلا كراهة لأنها أديت كما وجبت إذ الوجوب بالحضور وهو أفضل، والتأخير مكروه" ترجمہ: اگر اس نے نماز عصر غروب کے وقت ادا کی تو کراہت نہیں، کیونکہ اس نے ویسی ہی ادا کی ہے جیسی واجب ہوئی تھی، کیونکہ وجوب کا سبب آخری وقت ہے، جبکہ اس سے پہلے ادائیگی نہ کی ہو، تو پھر جب اس نے ویسی ہی ادا کی ہے جیسی واجب ہوئی تھی، تو اس کی ادائیگی مکروہ نہیں۔ ہاں اس میں تاخیر مکروہ ہے جیسا کہ وقت نکل جانے کے بعد قضا کی ادائیگی مکروہ نہیں، اور اس کی ادائیگی فوت کر دینا حرام ہے، فقہاء نے فرمایا: سجدہ تلاوت سے مراد وہ ہے جس کی تلاوت ان اوقات سے پہلے کی ہو، کیونکہ وہ کامل طریقے سے واجب ہوا، تو اس کی ناقص طریقے سے ادائیگی نہیں ہو سکتی، بہرحال جس کی تلاوت انہی اوقات میں کی ہو اس کی ادائیگی ان اوقات میں بلا کراہت جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرے تاکہ اسے وقتِ مستحبہ میں ادا کرے، کیونکہ یہ تاخیر سے فوت نہیں ہوتا، بخلاف عصر کے، یہی مراد ہوگی نماز جنازہ کے متعلق جو ان اوقات سے پہلے لایا گیا، اور اگر انہی اوقات میں جنازہ لایا گیا، تو اس کی ادائیگی بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ اس نے اس کی ویسی ہی ادائیگی کی ہے جیسا وہ واجب ہوا تھا، کیونکہ وجوب، جنازہ کے حاضر ہونے سے ہوتا ہے اور یہی افضل ہے کہ ادائیگی کر دی جائے اور اس میں تاخیر کرنا، مکروہ ہے۔

(درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الصلاۃ، بیان الاوقات المستحبہ، ج 01، ص 179، مکتبۃ اولوا الالباب)

☆ تبیین الحقائق میں ہے: "وقوله إلا عصر يومه أي لا يمنع عصر يومه ولا يكره الأداء في وقت الغروب؛ لأنه أداها كما وجبت؛ لأن سبب الوجوب آخر الوقت إن لم يؤد قبله، وإلا فالجزء المتصل بالأداء فأداها كما وجبت فلا يكره فعلها فيه وإنما يكره تأخيرها إليه وهذا كالقضاء لا يكره فعله بعدما خرج الوقت. وإنما يحرم تفويته "ترجمہ: یعنی اس دن کی عصر کی نماز ممنوع نہیں ہے اور نہ سورج ڈوبتے وقت اس کی ادائیگی مکروہ ہے، کیونکہ اسے اسی صفت کے ساتھ اس نے ادا کیا ہے، جس صفت کے ساتھ واجب ہوئی تھی۔ لہذا اس وقت میں اس کی ادائیگی مکروہ نہیں ،مکروہ تو صرف اس وقت تک اس کو مؤخر کرنا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے قضا کہ وقت نکل جانے کے بعد اس کو ادا کرنا، مکروہ نہیں ہے، حرام تو صرف اسے وقت سے مؤخر کرنا ہے۔ **(تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، ج01، ص230، مطبوعہ کوئٹہ)**

☆ ابو البقاء احمد بن ضیاء قرشی حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 854ھ) "الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی فی فروع الحنفیۃ" میں فرماتے ہیں: "(لا یجوز فیھا الصلوۃ۔۔۔۔الا عصر یومہ) فانہ یجوز اداء عصر یومہ عند غروب الشمس بغیر کراھۃ لانہ اداھا کما وجبت "ترجمہ: ان اوقات میں نماز جائز نہیں سوائے اس دن کی عصر کے کہ اس دن کی عصر کو سورج ڈوبتے وقت ادا کرنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، کیونکہ اس کو اسی طرح اس نے ادا کیا ہے، جیسے وہ واجب ہوئی۔

(الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی فی فروع الحنفیۃ، کتاب الصلاۃ، ج1، ص438، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆ در مختار میں ہے: "(وكره) تحريما۔۔۔۔(صلاة) مطلقا۔۔۔(مع شروق)۔۔۔(واستواء)۔۔۔(وغروب، إلا عصر يومه) فلا يكره فعله لأدائه كما وجب "ترجمہ: سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت مطلقاً نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے، پس اس کو ادا کرنا، مکروہ نہیں ہے کہ وہ جیسے واجب ہوئی تھی ویسے ادا کی گئی ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج2، ص40،38،37، مطبوعہ کوئٹہ)

☆ برجندی شرح مختصر الوقایہ میں ہے: "والتاخیر الی تغیر الشمس یکرہ واما الاداء فغیر مکروہ لانہ مامور بہ فکیف یکون مکروھا وقیل الاداء مکروہ ایضا کذا فی الکافی "ترجمہ: سورج میں

تغیر آنے تک نماز عصر کو موخر کرنا مکروہ ہے اور رہی ادائیگی تو وہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس کی تو ادائیگی کا اسے حکم ہے، تو وہ کیسے مکروہ ہوگی اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ادائیگی بھی مکروہ ہے، اسی طرح کافی میں ہے۔
(برجندی علی شرح الوقایہ، کتاب الصلاۃ، ج1، ص78، مطبوعہ کوئٹہ)

☆امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ساعاتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 694ھ) اپنی کتاب "مجمع البحرین" کی شرح میں فرماتے ہیں:"وأما أستثناء عصر اليوم فدليل على أنها غير مكروهة وقت الغروب ۔۔۔ وقال أيضا: إن تأخير العصر إلى هذا الوقت يعني وقت تغير الشمس مكروه، فأما الفعل فغير مكروه لأنه مأمور بالفعل فلا يستقيم إثبات الكراهة مع الأمر به"ترجمہ: اور اس دن کی نمازِ عصر کا استثناء اس پر دلیل ہے کہ غروب کے وقت اس کی ادائیگی مکروہ نہیں۔۔۔ اور ابو الفضل نے یہ بھی فرمایا: سورج میں تغیر آنے تک نمازِ عصر میں تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ادائیگی مکروہ نہیں، کیونکہ وہ ادائیگی پر مامور ہے تو ادائیگی کا حکم ہونے کے ساتھ کراہت کو ثابت کرنا درست نہیں۔
(شرح مجمع البحرین، کتاب الصلاۃ، ج1، ص، 469، 468، دار الافہام، ریاض)

معتبر فتاوی:

☆محیط رضوی میں ہے:"قال مشائخنا: التاخير الى هذا الوقت مكروه فاما الاداء فغير مكروه، لانه مامور به"ترجمہ: ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے: اس وقت تک عصر کی نماز کو مؤخر کرنا، مکروہ ہے اور رہی ادائیگی تو وہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ادائیگی کا تو اسے حکم ہے۔
(المحیط الرضوی، کتاب الصلاۃ، فصل فی الاوقات المستحبہ، ج01، ص197، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆محیط برھانی میں ہے:" الأوقات التي تكره فيها الصلاة خمسة، ثلاثة يكره فيها التطوع والفرض: وذلك: عند طلوع الشمس، ووقت الزوال، وعند غروب الشمس إلا عصر يومه، فإنه لا يكره عند غروب الشمس "ترجمہ: جن اوقات میں نماز مکروہ ہے، وہ پانچ ہیں، تین میں نفل و فرض دونوں مکروہ ہیں اور وہ یہ ہیں: سورج نکلتے وقت، نصف النہار پر سورج کے پہنچنے کے وقت اور سورج کے ڈوبنے کے وقت سوائے اس دن کی عصر کے کہ سورج ڈوبتے وقت وہ مکروہ نہیں ہے۔
(المحیط البرھانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول فی المواقیت، ج02، ص10، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

فتاوی ظہیریہ میں ہے: "وقیل فی کراھۃ وقت العصر تغیر الشمس، وقیل یعتبر التغیر فی عین القرص، وقیل اذا کانت قامت الشمس مقدار رمح لا تتغیر وفیما دونھا تغیرت، وقیل اذا کانت یمکنہ احاطۃ النظر فقد تغیر والتاخیر الی ھذا الوقت مکروہ والفعل لیس بمکروہ "ترجمہ: عصر کے مکروہ وقت کے متعلق مختلف اقوال ہیں: ایک یہ ہے کہ سورج کے متغیر ہونے کا اعتبار ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عین ٹکیہ میں تغیر کا اعتبار ہے اور کہا گیا ہے کہ جب سورج ایک نیزے پر رہ جائے، تو متغیر نہیں ہوتا اور اس سے کم مقدار میں متغیر ہو جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب اس کا نظر سے احاطہ ممکن ہو، تو وہ متغیر ہو جائے گا۔ اور اس وقت تک نماز کو مؤخر کرنا، مکروہ ہے اور نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے۔

(فتاوی ظهیریه، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ص 15، مخطوطه)

☆ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: "الاقات التی یکرہ فیھا الصلاۃ خمسۃ، ثلاثہ یکرہ فیھا التطوع والفرض وذالک عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعند غروب الشمس، الا عصر یومہ فانھا لا یکرہ عند غروب الشمس "ترجمہ: جن اوقات میں نماز مکروہ ہے، وہ پانچ ہیں، تین میں نفل و فرض دونوں مکروہ ہیں اور وہ یہ ہیں: سورج نکلتے وقت، نصف النہار پر سورج کے پہنچنے کے وقت اور سورج کے ڈوبنے کے وقت، سوائے اس دن کی عصر کے کہ سورج ڈوبتے وقت، وہ مکروہ نہیں ہے۔

(فتاوی تاتارخانیه، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ج 2، ص 14،13، مطبوعه کوئٹه)

چند مزید کتب:

☆ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی علیہ الرحمۃ (373ھ) بستان العارفین للسمرقندی میں فرماتے ہیں: "وتكره صلاة الفريضة في ثلاث ساعات، عند طلوع الشمس، وعند استوائها، وعند غروبها إلا عصر يومه" ترجمہ: تین اوقات میں یعنی سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔

(بستان العارفین، ص 159، دار الکتب العلمیة، بیروت)

☆ زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر حنفی رازی (المتوفی 666ھ) تحفۃ الملوک میں فرماتے

ہیں:" ثلاثة یکرہ فیھا کل صلاۃ وسجدۃ التلاوۃ والسھو عند طلوع الشمس واستوائھا وغروبھا إلا عصر یومہ "ترجمہ: تین اوقات میں یعنی سورج طلوع ہوتے وقت اور جب وہ نصف النہار پر ہو اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز مکروہ ہے، سوائے اس دن کی عصر کے۔

(تحفۃ الملوک، فصل شروط الصلاۃ، ص58، دار البشائر الإسلامیہ، بیروت)

☆ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:" نمازِ عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔۔۔ **مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے۔۔۔** اور ادھر جب **غروب کو بیس منٹ رہیں وقتِ کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔**

(فتاوی رضویہ، ج5، ص138، 136، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

☆ بہار شریعت میں ہے "اوقاتِ مکروہہ: طلوع و غروب و نصف النہار، ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں، نہ فرض، نہ واجب، نہ نفل، نہ ادا، نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی، تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔"

(بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص454، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ بہار شریعت میں ہے:" جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقتِ کراہت آگیا۔ ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ وقتِ کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا، تو بھی جائز ہے اور اگر وقتِ غیر مکروہ میں پڑھی تھی، تو وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنا، مکروہ تحریمی ہے۔"

(بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص454، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

25 جمادی الاولی 1444ھ/20 دسمبر 2022ء

الجواب صحیح

مفتی محمد ھاشم خان عطاری